المعراج

صاحبزادہ

سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ

مکتبہ نوریہ رضویہ

المعراج

صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے، فیصل آباد

marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	________	المعراج
مؤلف	________	صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ
تزئین واہتمام	________	سید حمایت رسول قادری
کتابت	________	محمد عاشق حسین ہاشمی
صفحات	________	248
اشاعت	________	جولائی 2004ء
تعداد	________	1100
مطبع	________	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	________	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	________	-/90 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے فیصل آباد فون: 626046

marfat.com

فہرست مضامین

		صفحہ
۱۔	نذرانۂ عقیدت	۷
۲۔	عرضِ مصنّف	۸
۳۔	معجزہ کی حقیقت	۱۳
۴۔	معجزاتِ انبیاءؑ	۲۹
۵۔	شقِ قمر دن کو ہوا	۳۹
۶۔	پہلے انبیاءؑ کے معراج	۵۵
۷۔	معراج کیوں ہوئی؟	۵۹
۸۔	شبِ اسرا	۶۴
۹۔	جیسا مہمان ویسا سامان	۷۲

marfat.com

صفحہ

۱۰۔	شب اسرا یعنی شبِ وصال آئی۔	۷۴
۱۱۔	معراج رات کو کیوں ہوئی	۷۹
۱۲۔	جبریل و بُرّاق	۸۳
۱۳۔	سرورِ انبیا کی سواری چلی	۸۹
۱۴۔	مسجدِ اقصیٰ	۱۰۱
۱۵۔	پہلے مسجدِ اقصیٰ میں کیوں لایا گیا	۱۰۳
۱۶۔	مسجدِ اقصیٰ میں معراج النبیؐ کا جلسہ	۱۰۴
۱۷۔	مصنّف کا تخیل	۱۱۰
۱۸۔	المعراج	۱۱۶
۱۹۔	سدرۃ المنتہیٰ	۱۳۰
۲۰۔	قاب قوسین	۱۵۲
۲۱۔	دستِ قدرت	۱۵۸
۲۲۔	شرفِ ہمکلامی	۱۷۳
۲۳۔	راز و نیاز	۱۵۷
۲۴۔	دیدارِ خداوندی	۱۸۹
۲۵۔	واپسی	۲۰۲

marfat.com

صفحہ

۲۶۔ تحفۂ نماز ۲۲۱

۲۷۔ منکرینِ معراج کا آخری سوال ۲۳۱

۲۸۔ تمت بالخیر ۲۳۷

۲۹۔ قصیدہ معراج شریف ۲۳۹

marfat.com

•

محشر میں محمدؐ کا عنوان نرالا ہے
اُمت کی شفاعت کا سامان نرالا ہے
تزئینِ شبِ اسرا دیکھی تو ملک بولے
کیا آج خُدا کے گھر مہمان نرالا ہے

•

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

نذرانۂ عقیدت

شبِ اسریٰ کے راہی — سدرہ کے مسافر اور حریم قدس کے آشنا سید المرسلین حضرت محمدِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسجدِ اقصیٰ میں نماز پڑھنے والے نبیوں — سلامی دینے والے فرشتوں — درود پڑھنے والی حوروں اور زمین و آسمانوں کی حدیں توڑنے والی برق رفتار سواریوں کے حضور پیش کرتا ہوں تاکہ روزِ محشر میری نجات و بخشش کا سبب بن جائے۔

(سید افتخار الحسن)

marfat.com

عرضِ مصنّف

عوام تو رہے عوام — میں خود حیران ہوں کہ دن رات کی مصروفیات اور صبح و شام کے سفر کے باوجود اتنی ضخیم دس کتابیں کیسے تصنیف ہو گئیں — اور ایسے حالات میں کہ نہ دن کو چین اور نہ رات کو آرام یہ تالیف و تصنیف کا سلسلہ کیوں کر جاری ہے — اور سلسلہ بھی ایسا کہ اگر کہیں دن کو تقریر ہے تو رات کو سفر اور اگر کسی جگہ رات کو بیان ہے تو دن کو چلا چل اور دن تو رہے دن کئی کئی راتوں کو بھی سونا نصیب نہیں ہوتا — اور ہو بھی کیسے — جب کہ دن کو قصور — رات کو میانوالی — رات کو ملتان اور دن کو بھکر — صبح کو ساہیوال اور شام کو راولپنڈی۔

بس چالیس سال اسی چلا چلی میں گزر گئے ہیں۔

اور پھر — مذہب کی تبلیغ — دین کی اشاعت — اسلام کی تدریس اور عقائد حقہ اہلِ سنت و جماعت بریلوی کی حقانیت بیان کرنے کے ساتھ ساتھ سیاسی شطرنج کھیلنے کی پاداش میں کئی بار زبان بندی بھی ہوئی — کئی بار کمیٹی حدود میں پابند بھی رہا کئی بار مکان میں نظر بند بھی رہا اور کئی بار جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بھی جانا پڑا جو ساڑھے تین سال بنتے ہیں اور اس سلسلہ کا آخری معرکہ و مقابلہ ملک امیر محمد خاں مرحوم گورنر مغربی پاکستان سے ہوا جس کی سزا میں لاہور کے شاہی قلعہ کے ہولناک قید خانہ میں بھی تین ماہ رہنا پڑا — ایسا کیوں ہوا؟ —

marfat.com

اسیلئے کہ — میں نے اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نظامِ مصطفےٰ" صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نعرہ لگایا تھا — اور یہ ایک حق و صداقت کی آواز تھی جو ایوانِ حکومت کے در و دیوار سے ٹکرائی —

مجھے فخر ہے کہ اس ملک میں نظامِ مصطفےٰ" صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نعرہ سب سے پہلے میں نے لگایا تھا جب کہ آج کل کے نام نہاد راہنماؤں کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں تھا۔

ہاں تو پھر ایسے حالات و حادثات میں اس سلسلۂ تصنیف کا جاری رہنا میرے مرشدِ پاک کی مقدّس نگاہ اور ماں کی مقبول دعا کا نتیجہ ہے ۔ اور یہ سب کچھ میرے مرشدِ لاثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا فیض اور لطف و کرم ہے جو اپنی زندگی میں قطبِ مدار کے درجات و کمالات رکھنے کے باوجود الفقر فخری کی عملی تفسیر بن کر رہے اور جن کی ولائیت کی نورانی قندیل سے ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے لاکھوں انسان رشد و ہدائیت کی روشنی حاصل کرتے رہے — اور جن کے فقر و درویشی کے سرچشمہ سے حقیقت و معرفت کے پیاسے لوگ اپنے دلوں کی پیاس بجھاتے رہے —

اور جن کی تسبیح کے ہر دانہ کے صدقہ سے حلقہ بگوشانِ عقیدت خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش کے حق دار بنتے رہے ۔

اور — جن کے مزارِ اقدس کے سفید گنبد کا سنہری کلس سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے خدا کے بندوں کے لیئے آج بھی نشانِ منزل ہے ۔

اور — اب ان کے بعد — مرشدِ لاثانی کا نقشِ لاثانی، غوثِ زماں۔ قطبِ دوراں اور پناہِ بے کساں عالی جناب حضرت صاحبزادہ سید علی حسین شاہ صاحب سجادہ نشین آستانۂ عالیہ علی پُور شریف ہیں جن کا وجودِ مسعود دردوالم کے مارے

ہوئے اور رنج وغم کے ستائے ہوئے انسانوں کے لیئے باعثِ خیر و برکت اور وجہِ تسکین قلب و جگر ہے - اور جن کے فیوض و برکات کے خزانہ سے لاکھوں گدایانِ طریقت اپنی اپنی مرادوں کی جھولیاں بھر کے لیئے جاتے ہیں اور جن کی جلائی ہوئی اخلاقِ محمدی کی شمع سے فسق و فجور کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے انسان نیکی و شرافت کا اُجالا پاتے رہتے ہیں -

ادائیں قلندرانہ

نگاہیں پارسانہ اور جلال سکندرانہ

گدائے کوچہِ مُرشدِ لاثانی

سیّد افتخار الحسن

حضرت خواجہ **محمد معصوم بادشاہ** سجادہ نشین آستانۂ عالیہ موہری شریف — جن کی شخصیت اور فقر و درویشی کی دھوم صرف پاکستان میں ہی نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر ملک میں بھی روحانی پیشوا کی حیثیت سے جانے پہچانے ہوتے ہیں —

پچھلے سال روحانی دورہ کرتے ہوئے فیصل آباد کی ایک معروف اور خاندانی رئیس شخصیت **خان انور خان بلوچ** کی کوٹھی میں رونق افروز تھے — خان صاحب جہاں ایک بہت بڑے زمیندار اور امیر و کبیر ہونے کے ساتھ ساتھ نوابی ٹھاٹھ رکھتے ہیں وہاں وہ اپنے مُرشدِ پاک حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب کے جانثار و سرفروش مرید ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے قدموں میں اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیئے ہر وقت تیار رہتے ہیں -

خان صاحب نے اپنی خوبصورت کوٹھی کے ساتھ ایک عالی شان اور پُر کیف

marfat.com

مسجد بھی تعمیر کر رکھی ہے ۔ اسی مسجد میں حضرت خواجہ صاحب کی صدارت و قیادت میں سالانہ روحانی و وجدانی اجتماع تھا۔ ہزاروں کی تعداد میں خواجہ صاحب کے عقیدت مند ملک کے گوشہ گوشہ سے اپنے مخصوص لباس اور مخصوص انداز میں جمع تھے میں اپنی کتابوں کا سیٹ لے کر مولانا محمد رمضان صاحب آفتاب کے ہمراہ خواجہ صاحب کے بلاوے پر مسجد پہنچا۔ مولانا صوفی غلام حسین صاحب تقریر کر رہے تھے اور حضرت خواجہ صاحب کی نگاہ کے پروردہ کیف و مستی میں جھوم رہے تھے ۔ زیادہ کیفیت طاری ہوتی تو **اللہ ھُو** اور **حق اللہ** کی فلک شگاف صدائیں بلند ہونے لگتیں۔ حضرت خواجہ صاحب کے خاص الخاص حلقۂ ارادت والے احباب کرام بھی موجود تھے جن میں جناب حافظ منظور احمد صاحب ، جناب حاجی محمد یوسف صاحب سوتر منڈی والے۔ جناب محمد اکرم صاحب زمزم والے۔ جناب صوفی منظور احمد صاحب تاج جنرل سٹور والے۔ جناب مولانا سید جعفر شاہ صاحب بھی حاضر تھے ۔

دوسروں کے ساتھ تو اتنی راہ و رسم نہیں ہے البتہ حافظ منظور احمد صاحب کے ساتھ میرے پرانے اور گہرے تعلقات ہیں اور سچ پوچھو تو ان کی ذات میرے لیئے پرائیویٹ بنک کی حیثیت رکھتی ہے ۔ اس لیئے کہ ان کے پاس جب بھی کسی ضرورت کے لیئے جاتا ہوں تو بھرپور تعاون کرتے ہیں ۔

اور یاد رہنے کہ یہ سلسلہ میرے تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ان کی سخاوت و خیرات کا دروازہ ہر ایک کے لیئے کھلا رہتا ہے جسے میں خواجہ صاحب ہی کا فیض سمجھتا ہوں ۔

پُرتکلف دعوت اور کئی قسم کا لنگر کھانے کے بعد میں نے اپنی تصنیف کردہ کتابوں کا سیٹ پیش کیا جس میں مقاماتِ نبوّتؐ ۔ مقاماتِ صحابہؓ ۔ مقاماتِ اولیاء

marfat.com

خاکِ کربلا۔ اللہ کے شیر۔ کفرِ یزید۔ زندگی اور نجمِ سحر قابلِ ذکر ہیں۔

اور پھر بڑے ہی پُر لطف انداز میں پوچھا
آج کل کون سی کتاب تیار کر رہے ہو؟

جواب دیا۔۔۔ المعراج

بس پھر کیا تھا۔ ایک خادم کو حکم دیا کہ میرے جُبّہ سے تین ہزار روپے لے آؤ۔

رقم آگئی۔۔۔ اور پھر کمال شفقت سے میری جیب میں ڈال دی۔

اور اس مردِ درویش کی یہ فراخ دلی مجھ تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ ملک کی کئی درس گاہیں۔ کئی مسجدیں اور کئی دینی و مذہبی ادارے ان کی نگرانی اور ان کے عطیات سے چل رہے ہیں۔

بہرحال میں حضرت خواجہ محمد معصوم صاحب کی اس کشادہ دلی اور بھرپور تعاون کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں

(صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

معجزہ کی حقیقت

المعراج المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سید المرسلین علیہ السلام کا چونکہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ معجزہ کی حقیقت کو بیان کر دیا جائے تاکہ معراج النبی علیہ السلام کے نفسِ واقعہ کو سمجھنے میں آسانی ہو اور عقل و فلسفہ کی زنجیروں کو توڑ کر اہلِ ایمان۔ صاحبِ قلب و نظر اور ذوقِ سلیم رکھنے والے لوگ اپنے نبی اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و درجات اور مراتب و کمالات پڑھ کر اپنے دلوں میں نورِ ایمان کی جلا پیدا کر سکیں۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ کہ ہم نے بعض انبیاء و رسل کو بعض پر فضیلت بخشی ہے کے تحت یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضورِ اکرم علیہ السلام تک تمام انبیاء و رسل نفس نبوت و رسالت میں برابر ہیں لیکن مرتبہ و شان اور صفات و خصوصیات اور کمالات و معجزات کے لحاظ سے جو شان و عظمت محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے وہ اور کسی نبی و رسول کی نہیں ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۲ مشکوٰۃ شریف صہ ۵۱۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اصحابہ کرامؓ انبیاء علیہم السلام کا ذکرِ پاک کر رہے تھے کہ نبی کریم علیہ السلام

marfat.com

تشریف لائے ۔ آقا نے غلاموں سے پوچھا کیا باتیں کر رہے تھے ۔

عرض کی ۔ حضور ہم گذشتہ انبیاء کا ذکرِ خیر کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ ہیں حضرت ابراہیم خلیل اللہ ہیں ، حضرت عیسیٰ روح اللہ ہیں ۔ تو نبی کریم نے فوراً فرمادیا اَلَا وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ ۔ کہ خبردار میں اللہ کا حبیب ہوں ۔

خلیل اور حبیب میں فرق یہ ہے کہ خلیل وہ ہے جس کا ہر قول و فعل اللہ کی رضا کے لئے ہو اور حبیب وہ ہے کہ اللہ کا ہر قول و فعل اسکی رضا کے لئے ہو ۔

حاشیہ ترمذی شریف

تفسیر کبیر جلد ۲ صہ اِنَّ اللّٰہَ تعالیٰ قَالَ یا مُحَمَّدُ کُلُّ اَحَدٍ یَطْلُبُ رِضَائِیْ وَ اَنَا اَطْلُبُ رِضَاءَكَ فِی الدَّارَیْنِ ۔ کہ اللہ کریم نے حضور علیہ السلام سے فرمایا ۔ اے میرے محبوب پاک کائنات کی ہر شئے میری رضا چاہتی ہے اور میں دونوں جہانوں میں تیری رضا چاہتا ہوں ۔ دنیا میں یہ ہے کہ قبلہ تیری رضا پر بنایا ہے اور آخرت میں یہ ہوگا کہ تجھے میں اتنا دونگا کہ تو راضی ہو جائے گا ۔

زہے عزت و اعتلائے محمد ﷺ
کہ ہے عرش حق زیرِ پائے محمد ﷺ
خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

ہر مذہب کے پیروکار اور ہر مکتب فکر کے علمائے کرام اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ تمام انبیائے کرام میں جتنے کمالات و معجزات موجود تھے وہ تمام کے تمام محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجہ اتم پائے جاتے تھے ۔ ہر نبی برحق کو اللہ کی طرف سے معجزات عطا ہوتے رہے ہیں ۔ کسی کو ایک ۔ کسی کو دو ۔ کسی کو تین ۔ غرضیکہ تیرہ سے زیادہ کسی نبی و رسول کو معجزات عطا نہیں کئے گئے ۔

marfat.com

اور معتبر روایت کے مطابق ایک لاکھ اور چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) انبیاء و رسل دنیا میں تشریف لائے۔ تمام انبیاء کے معجزات کی اوسط چھ نکالیں تو کل انبیاء کے معجزات سات لاکھ اور چوالیس ہزار (۷۴۴) بنتے ہیں۔

مطلب یہ کہ سات لاکھ اور چوالیس ہزار معجزات تمام انبیاء و رسل میں پائے جاتے تھے اور یہ تمام کے تمام صرف امام الانبیاء کی ایک ذاتِ اقدس میں موجود تھے۔

یہ بھی نہیں ـــ بلکہ دوسرے انبیا کو معجزات عطا کئے گئے ـــ اور محبوبِ خدا کو مجسم معجزہ بنایا گیا۔

اور معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ جو عقلِ انسانی کو عاجز کر دے۔

عجز البشر بکمالہٖ

اگرچہ قرآن و حدیث میں لفظِ **معجزہ** کی بجائے **آیت** اور **برھان** کے الفاظ مستعمل ہوئے ہیں یعنی نشانی اور دلیل! مگر پھر بھی انبیاء عظام سے جو افعال و اعمال مافوق العادۃ یعنی خرقِ عادت صادر ہوتے ہیں انہیں عرفِ عام میں **معجزہ** کہتے ہیں۔

مثلاً فَلَمَّا جَآءَهُم مُّوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى ۔ القصص۔

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس ہماری آیات یعنی نشانیاں لے کر آئے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو مصنوعی جادو ہے۔

إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَأْتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ فَأَلْقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ "اعراف"

فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا اگر تیرے پاس کوئی نبوت کی نشانی ہے تو پیش کر اگر تو سچا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی لاٹھی پھینک دی ـ وہ ظاہری اژدھا بن گئی۔

marfat.com

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ (ھود)

یہ عاد کا قبیلہ ہے جس نے اللہ کی نشانیوں کا انکار کیا۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۔ انعام آیت ۱۵۶

اس شخص سے بڑھ کر اور کون ظالم ہے جس نے خدا کی نشانیوں کو جھٹلایا۔

ان آیات قرآنی سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن پاک نے لفظِ **معجزہ** استعمال نہیں کیا بلکہ اس کی بجائے آیت یا برہان کے الفاظ بولے ہیں۔

اور اگر ہمارے جدید مفسرین و متکلمین بھی قرآن و حدیث کے مطابق انہیں الفاظ کو استعمال کرتے تو بہت ممکن تھا کہ لفظِ **معجزہ** پر جو لوگ عقلی اعتراضات کرتے ہیں وہ پیدا نہ ہوتے۔ اس میں بھی کوئی شک و شبہ نہیں ہے کہ خداوند کریم کی سب سے بڑی، روشن اور باکمال و باعظمت **آیت** یعنی نشانی **برھان** یعنی دلیل حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی ہے۔ تو پھر ان کے اعجازِ نبوت کو سمجھنا تو در کنار انکے **معجز نما** اور **آئینہ حق نما** وجود پاک کو سمجھنا بھی محال ہے۔

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

کہ میرا محبوب پاک تمہارے پاس میری الوہیت اور ربوبیت کی دلیل بن کر آیا ہے۔

طٰہٰ ۔ یٰسین امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صفاتی نام پاک ہیں۔ مگر کسی فرقہ کے مترجم نے طٰہٰ و یٰسین کا ترجمہ و معنی نہیں کیا ——— کیوں ——— اسلئے کہ انسانی علم و فہم اور دل و دماغ انکے معانی سمجھنے سے قاصر ہیں۔ تو جس نبی کی صفات کو کوئی نہیں سمجھ سکتا اس کی ذات کو کون سمجھے۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ — اقبالؒ

maarfat.com

جب ہر مذہب کے پیروکار اور ہر فرقۂ اسلام کے علمار کرام اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے افضل و اعلیٰ ہیں تو پھر بھی ماننا پڑے گا کہ دوسرے انبیار کرام کے **معجزات** کے مقابلہ میں حضور علیہ السلام کا ہر **معجزہ** ہر **نشانی** اور ہر **دلیل** بھی افضل و برتر ہوگی۔

اور **معجزہ** - عجز و عاجزی سے ہے **یعنی کسی نبی کا ایسا فعل جو عقل انسانی کو** عاجز کر دے۔

غرضیکہ - **معجزہ** نبی کا وہ مافوق العادت یا خرقِ عادت فعل ہوتا ہے جسکو اللہ تعالےٰ کسی پیغمبر کی صداقت کے لئے دنیا پر ظاہر کرتا ہے۔

مثلاً۔ درخت چلتے نہیں۔ پہاڑ حرکت **نہیں** کرتے۔ پتھر بولتے نہیں۔ جانور کلام نہیں کرتے۔ دریا رکتے نہیں۔ مردے زندہ نہیں ہوتے۔ چاند پھٹتا نہیں اور انسان آنِ واحد میں عرش پر نہیں جا سکتا۔ اور لاٹھی سانپ نہیں بن سکتی۔

یہی اشیاء کی عادت ہے۔ یہی نظامِ فطرت ہے اور یہی قانونِ قدرت ہے۔

لیکن اگر کسی نبی کے حکم سے درخت چلنے لگیں۔ پہاڑ حرکت میں آجائیں۔ پتھر بولنے لگیں۔ جانور کلام کرنے لگیں۔ دریا رک جائیں۔ مردے زندہ ہو جائیں۔ چاند پھٹ جائے اور لاٹھی سانپ بن جائے تو یہ خلافِ عادت ہے۔ مافوق العادت ہے۔ خرقِ عادت ہے اور اسی کو معجزہ کہتے ہیں۔

ایک انسان دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کا فرستادہ نبی و رسول ہوں۔ قوم اس دعوے کے ثبوت میں کوئی دلیل اور نشانی طلب کرتی ہے کہ تو سچا نبی ہے تو آگ کو ٹھنڈا کر دے۔ دریا کو روک دے۔ پتھروں میں قوتِ گویائی پیدا کر دے درختوں کو چلا دے۔ مردہ کو زندہ کر دے اور چاند کو دو ٹکڑے کر دے۔

marfat.com

نبی بارگاہِ ذوالجلالی میں عرض کرتا ہے کہ اے میرے اللہ اگرچہ تیری پیدا کردہ اشیاء کی عادت اور تیرا نظامِ فطرت اور قانونِ قدرت یہی ہے کہ جانور کلام نہ کریں پہاڑ حرکت نہ کریں۔ مردہ زندہ نہ ہو۔ لاٹھی سانپ نہ بنے اور چاند نہ ٹوٹے۔ مگر مولا۔ تیرے ہی بندے مجھ سے میرے نبی و رسول ہونے کا ثبوت مانگتے ہیں۔ اور دلیل و نشانی طلب کرتے ہیں اس لئے اشیاء کی عادت اور اپنے نظامِ فطرت کو بدل کر درختوں کو چلا دے۔ مُردے زندہ کر دے۔ پتھر بول اُٹھیں۔ درخت چل پڑیں پہاڑ حرکت میں آجائیں۔ دریا رک جائیں اور چاند پھٹ جائے اور لاٹھی سانپ بن جائے۔ پھر خداوند کریم اپنے فرستادہ نبی و رسول کی تصدیق کے لئے اشیاء کی عادت اور اپنے نظامِ فطرت کے خلاف یہ سب کچھ کر کے مترتب کر دیتا ہے کہ میرا یہ نبی و رسول سچا اور برحق ہے۔ اور ایسا کرنے سے صرف نبی و رسول کی نبوت و رسالت ہی کی تصدیق نہیں ہوتی بلکہ اللہ کی الوہیت اور اس کی ربوبیت بھی کھل کر منظرِ عام پر آجاتی ہے۔

مطلب یہ کہ نبی کے **معجزہ** میں بھی قدرتِ الٰہیہ ہی کارفرما ہوتی ہے اور یہ سب کچھ اسی کے منشا و ارادے سے ہوتا ہے۔

اگرچہ ایمان و یقین کی دولت پانے والے مسلمان نبی و رسول کے وجودِ مبارک کو ہی سب سے بڑا **معجزہ** سمجھتے ہیں اور دیکھنے والوں کے لئے اس کی ہر ادا۔ سننے والوں کے لئے اس کی ہر صدا اور سمجھنے والوں کے لئے اس کی گفتگو۔ نشست و برخاست جنبشِ ابرو اور اس کے ہر کلام و پیام میں **اعجازِ نبوت** دکھائی دیتا ہے مگر اس کے برعکس جن کے دلوں پر ضلالت و گمراہی کا اندھیرا چھایا ہوتا ہے۔ جن سینوں میں تعصب و جہالت کا ڈھیر لگا ہوتا ہے اور جن کی آنکھوں پر کفر و الحاد کے پردے پڑے ہوتے ہیں وہ ان تغیر و تبدل اور قلبِ ماہیت کو تسلیم نہیں کرتے اور وہ مادی و محسوس

marfat.com

نشانیاں طلب کرتے ہیں جو انہیں دکھا دی جاتی ہیں مگر وہ پھر بھی ایمان نہیں لاتے اور ان روشن نشانیوں کو جادو قرار دے کر ایمان نہیں لاتے اور ان روشن نشانیوں کو جادو قرار دے کر ٹھکرا دیتے ہیں۔

صدیقِ اکبرؓ۔ عمرؓ فاروق۔ عثمانِ غنیؓ۔ علی المرتضیٰؓ اور دیگر صحابہ کرام نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ۔ کوئی دلیل اور کوئی نشانی طلب نہیں کی تھی اور انہوں نے آپ کی صداقت و حقانیت کو کسی مادی و محسوس اور ظاہری آیت و نشانی دیکھ کر تسلیم نہیں کیا تھا۔

اور یہ فرزندانِ توحید و رسالت چاند کو دو ٹکڑے ہوتا دیکھ کر ایمان نہیں لاتے تھے آپ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے ابلتے دیکھ کر حریمِ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ اور پتھروں کی گواہی سن کر آپ کی دعوتِ نبوت کو قبول نہیں کیا تھا بلکہ وہ یہ دیکھ کر دین و ایمان کی متاعِ عزیز پا گئے تھے کہ اس کی صورت ورقِ مصحف اور سیرت بے داغ ہے ——— اس کا چہرہ عکسِ فطرت اور حسنِ لازوال ہے ——— اس کا وجود باعثِ رحمت اور ہاتھ دستِ قدرت ہے۔

اور یہ حق و صداقت کا پیکر ——— لطف و کرم کا مجسمہ ——— رشد و ہدایت کا منبع ——— جود و سخا کا خزانہ ——— رحمت و بخشش کا سراپا اور شفقت و عنایت کا مرکز ہے۔

اور ——— یہ غریب پرور ——— بندہ نواز ——— مسکینوں کا آسرا ——— یتیموں کا والی ——— بیکسوں کا سہارا ——— بے چاروں کا چارہ اور گنہگاروں کے لئے سامانِ شفاعت ہے۔ پھر ایسی صفات سے بڑھکر ان کے لئے اور کونسا معجزہ ہو سکتا تھا۔

مگر جو ازلی بدبخت۔ فطری بدنصیب اور پیدائشی بدقسمت تھے وہ یہ سب

marfat.com

کچھ دیکھ کر بھی دین و ایمان کی دولت سے محروم رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کے بڑھکتے ہوئے شعلوں کو پھول بنتے دیکھ کر بھی نمرود کے دِل سے کفر و الحاد کی خزاں میں دین و اسلام کی بہار نہ آسکی۔

عصائے موسیٰ علیہ السلام کو اژدھا بنتا دیکھ کر۔ بحرِ قلزم میں راستے بنتے دیکھ کر اور ید بیضا کی روشنی دیکھ کر بھی فرعون کی آنکھوں میں پھیلی ہوئی شرک و ارتداد کی سیاہی میں نورِ ایمان کی چمک پیدا نہ ہوسکی ———— اور محمدِ مصطفیٰ علیہ السلام کی انگلی کے اشارے سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر بھی ابو لہب کے سینے میں کفر و شرک کی بیٹھی ہوئی تاریکی میں توحید و اسلام کے چاند کی کوئی کرن بھی نہ جاسکی ———— اور محبوبِ خدا علیہ السلام کی جنبشِ لبِ مبارک سے مٹھی میں سنگریزوں کی شہادتِ نبوّت سُن کر بھی ابوجہل کے کانوں پر پڑے ہوئے الحاد و باطل کے پردے حق و ہدایت کی آواز سے چاک نہ ہوسکے ————

انکے علاوہ نسلِ انسانی کا ایک ایسا گروہ بھی موجود ہوتا ہے جس کے آئینۂ دِل پر غفلت کا ہلکا سا غبار چھایا ہوتا ہے اور جہالت کا معمولی سا داغ لگا ہوتا ہے۔ اور جب آفتابِ ہدایت کی نورانی شعاعیں ان آئینوں پر پڑتی ہیں تو وہ چمک اٹھتے ہیں۔

فرعون کے جادوگروں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو دیکھا تو وہ خدائے وحدہٗ لاشریک کے آگے سجدہ ریز ہو ہو کر پکار اٹھے

آمَنَّا بِرَبِّ مُوْسیٰ وَ هَارُوْنَ ۝

کہ ہم موسیٰ و ہارون کے ربّ پر ایمان لائے۔

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ حق ترجمان سے نکلی ہوئی فتحِ روم کی پیشینگوئی پوری ہوئی تو قریش کے نیک بخت اور نیک نیّت افراد کی چشمِ باطن کھل گئی اور انہیں حق و ہدایت کی روشنی مل گئی۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۱۵۱ باب تفسیر سورہ روم

marfat.com

اَسْلَمَ عِنْدَ ذَالِكَ نَاسٌ كَثِيْرٌ
کہ بہت سے لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مولنٰا روم رحمۃ اللہ علیہ۔ ان حقائق کو اپنے رنگ و ذوق میں بیان کرتے ہیں کہ مخالفینِ نبوتِ انبیاء علیہم السلام سے معجزہ۔ آیت اور نشانی اس لئے طلب کرتے ہیں کہ یہ کام اس سے نہ ہو سکے گا اور خرقِ عادت اور خلافِ فطرت نشانی نہ لا سکے گا۔ ہم اس کا مذاق اڑائیں گے۔ اسے رسوا کریں گے اور مجمعِ عام میں پوری طرح اس کی تکذیب کریں گے۔ مگر پیغمبر کی کمتری و رسوائی کی بجائے وہی چیز۔ وہی آیت اور وہی نشانی اسکی صداقت و حقانیت کی دلیل بن جاتی ہے اور وہی لوگ جو نبی کا مذاق اڑانے۔ اُسے رسوا کرنے اور اسکی تکذیب کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں وہ خود مذاق بن جاتے ہیں اور وہ خود ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں۔

قصدِ شاں زاں کار ذل ایں بدہ
عینِ ذل عزہ رسولاں آمدہ

کہ طلبِ معجزہ سے ان کا ارادہ پیغمبر کی ذلت تھی لیکن یہی تذلیل کا ارادہ رسولوں کی عزت و وقار کا باعث ہو جاتا ہے۔

گر نہ انکار آمدے از ہر بدے
معجزہ برہاں چرا نازل شدے

اگر کوئی بدکار انسان نبی کا انکار نہ کرتا تو معجزہ برہان و دلیل نبی پر کیوں نازل ہوتا۔

خصم منکر تا نشد مصداق خواہ
کے کند قاضی تقاضائے گواہ

جب تک فریقِ مخالف دعوے سے انکار اور تصدیق کی خواہش نہ کرے قاضی یا جج گواہ کب طلب کرتا ہے۔

marfat.com

معجزہ ہمچوں گواہ آمد زکی
بہر صدقِ مدعی در بیکسی

اسی طرح اے عقلمند انسان معجزہ بھی مدعی نبوت کا گواہ ہوتا ہے۔ جو پیغمبر کی تصدیق کے لئے سامنے آتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں فرعون نے ہزاروں چالیں چلیں مگر وہ کسی چال میں بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کار اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جھٹلانے اور رسوا کرنے کے لئے اپنی مملکت کے تجربہ کار جادوگر اکٹھے کئے۔

تاکہ جرح معجزہ موسیٰ کند
تا عصا را باطل و رسوا کند

تاکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو باطل کرے اور عصائے موسیٰ کی قوت کو رسوا کرے۔

اعتبارِ او ز دلہا بر کند

اور لوگوں کے دلوں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعتبار اٹھا دے۔

عین آں مکر آیتِ موسیٰ شدہ
اعتبارِ آں عصا بالا شدہ

لیکن یہی سازش و چال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت کی نشانی بن گئی اور اس نے عصائے موسیٰ علیہ السلام کی قدر منزلت اور بڑھا دی

فیصلہ

از ستیزہ خواست بوجہلِ لعیں
معجزات از مصطفٰے شاہِ بہیں

کہ ابوجہل بدبخت و ملعون نے عناد و عداوت کی بنا پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے معجزات طلب کئے۔

marfat.com

معجزہ جست از نبی بوجہل سگ
دید و نفزددش ازاں اِلّا کہ شک

لیکن معجزات دیکھ کر اس کم بخت اور ملعونِ ازلی کو آپ کی رسالت پر یقین نہ آیا اور شک کے سوا اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو سکا۔

لیک آں صدیق حق معجز نخواست
گفت ایں رو خود نگوید غیر راست

لیکن حضرتِ صدیق اکبرؓ نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ۔ کوئی نشانی کوئی آیت اور کوئی دلیل طلب نہیں کی اور حضور علیہ السلام کا چہرۂ انور دیکھ کر ہی پکار اٹھے کہ اس چہرۂ اقدس سے سچ کے سوا اور کچھ نہیں نکل سکتا۔

مطلب یہ ۔ کہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوبِ خدا کا ایک عظیم الشان معجزہ تھا مگر مشرکین مکہ ۔ رؤسائے قریش اور عقل کے پجاریوں نے اس کی تکذیب کی ۔ اسے جھٹلایا ۔ اس کا مذاق اڑایا اور یہی کہتے رہے کہ ہماری عقل تسلیم نہیں کرتی ۔

لیکن جب یہی بات حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پاس پہنچتی ہے تو وہ فوراً اپنے آقا کے پاس آکر عرض کرتے ہیں ۔

یارسول اللہ علیہ السلام ۔ یہ واقعہ واقعی آپ نے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا ۔ ہاں

عرض کی ۔ صَدَقْتَ

آپ نے سچ فرمایا۔

نبوت کی طرف سے لقب ملتا ہے ۔ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ

marfat.com

کہ ____ اے ابوبکر ____ تو بھی آج سے صدیق ہے۔

عارف رومی کا مطلب یہ ہے کہ نمرود نے کئی گھنٹوں تک حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کو اپنی جلائی ہوئی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں دیکھا مگر وہ پھر بھی نہ سمجھ سکا کہ یہ ماجرا کیا ہے اور اس کے پسِ پردہ کونسی قوت کام کر رہی ہے اور اس آتشِ شعلہ ساز نے اپنی جلا دینے والی عادت و فطرت کو کیوں بدل لیا ہے؟

مگر نمرود کی اپنی بیٹی یہ ماجرا اور حضرت خلیل پر آگ ٹھنڈی ہوتی دیکھ کر ایمان لے آئی۔

اسی طرح ابوجہل کو اپنی مٹھی میں سنگریزوں سے نبی کی نبوت کی گواہی سن کر بھی سمجھ نہ آسکی کہ کلام نہ کرنا ان کی عادت ہے اور نہ بولنا انکی فطرت ہے ____ پھر انہوں نے اپنی عادت اور فطرت کو کیوں اور کیسے تبدیل کر لیا ہے۔

اور پھر اس نے خود ہی نبوت و رسالت کا معیار اور اسکی دلیل یہ قائم کی تھی۔

گر رسولے چیست در دستم نہاں
چوں خبر داری ز رازِ آسماں

کہ اگر تو رسول ہے تو بتا میری مٹھی میں کیا ہے؟

تو نبی کریم علیہ السلام کے اشارہ سے مٹھی کے کنکر بول اٹھے۔

لا الٰہ گفت الا اللہ گفت

لیکن اسی ابوجہل کا بیٹا **عکرمہؓ** ۔ دربارِ رسالت مآب میں حاضر ہو کر نشانی اور معجزہ طلب کرتا ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو سچا نبی ہے تو

فَادۡعُ ذَالِكَ الحَجَرَ الَّذِیۡ هُوَ فِیۡ جَانِبِ الۡاٰخِرِ

وہ پتھر جو پانی کے دوسرے کنارے پر ہے پانی پر تیرتا ہوا تیرے پاس آئے اور تیری رسالت کی شہادت دے تو میں تجھے نبی مان لوں گا۔

marfat.com

فَاَشَارَ الرَّسُوْلُ اِلَیْهِ فَانْقَلَعَ الْحَجَرُ الَّذِیْ اِشَارَ اِلَیْهِ مِنْ مَکَانِہٖ وَسَبَّحَ ۔

پس حضور علیہ السلام نے عکرمہ کے مطلوبہ پتھر کی طرف اشارہ کیا تو وہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ کر تسبیح پڑھتا ہوا نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو گیا ــــ اس پتھر نے آپ کی رسالت کی گواہی دی ۔

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

یَکْفِیْكَ هٰذَا

اے عکرمہ تیرے لئے یہی کافی ہے ؟

عرض کی نہیں ۔

حَتّٰی یَرْجِعَ اِلٰی مَکَانِہٖ

کہ یہ اپنے مکان پر واپس جائے

فَاَمَرَہُ النَّبِیُّ علیہ السلام فَرَجَعَ اِلٰی مَکَانِہٖ

حضور علیہ السلام نے اسے حکم دیا وہ اپنے مکان پر واپس چلا گیا ۔

عکرمہ پکار اٹھا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ

یہ حقیقت ہے کہ پتھر پانی پر کسی ظاہری اسباب کے پانی پر نہیں تیرتے ـــــ یہ پتھروں کی عادت ہے ۔

مگر ابو جہل کے بیٹے عکرمہ نے جب محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ یہ معجزہ دیکھا تو فوراً دین و ایمان کی دولت پا گیا ۔

نمرود ۔ فرعون اور ابوجہل ازلی بدبخت تھے اور

خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ

marfat.com

غِشَاوَۃٌ وَّلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ کے مصداق تھے۔ اور نمرود کی کی بیٹی کی آنکھوں پر غفلت کا معمولی سا پردہ تھا جو اٹھ گیا۔ فرعون کے جادوگروں کے دلوں پر جہالت کا غبار تھا جو مٹ گیا اور ابوجہل کے بیٹے کے سینہ میں نفرت کا پتلا سا جال تھا جو ٹوٹ گیا۔ اور انہیں ایمان کی روشنی نظر آگئی۔ شمع اسلام پر پروانوں کی طرح آکر گرے اور آفتاب رسالت کی حسین کرنوں نے ان کے دلوں کو نورِ ایمان سے منور کر دیا۔

اسلام جب تک اپنی پوری آب و تاب اور تمام کلیات و جزیات کے ساتھ مسلمانوں کے قلب و جگر اور دل و دماغ پر مکمل طور سے حکمران رہا اور مذہب جب تک اپنی تمام خصوصیات و محاسن کے ساتھ اہلِ ایمان کے رگ و ریشہ میں جاری و ساری رہنے کے ساتھ ساتھ عقل و فلسفہ کی بندشوں سے آزاد اور الگ تھلگ رہا۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور خصوصاً معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کے شکوک و شبہات سے پاک و صاف رہا۔ پھر جوں جوں کچھ لوگ معراج النبی علیہ السلام کے اس عظیم الشان معجزہ کو اپنی عقل و خرد کی کسوٹی پر پرکھنے اور ظن و فلسفہ کے ترازو میں تولنے لگے تو محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سفرِ لامکان کے متعلق طرح طرح کی بحث و تکرار شروع ہو گئی۔

اور اس بحث و تکرار میں یونان کے فلاسفر پیش پیش دکھائی دیتے ہیں۔ حالانکہ اہلِ یونان نہ تو کسی دین کے ہی پابند تھے اور نہ ہی کسی مذہب کے پیروکار۔ اور نہ ہی وہ کسی شریعت سے مشرف تھے اور نہ ہی کسی مصلح وقت کے فرمانبردار اور نہ ہی ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب تھی اور نہ وہ کسی نبی کی تعلیم سے واقف تھے۔

اس لئے نہ تو وہ نبوت و رسالت کی خصوصیات ہی کو جانتے تھے اور نہ ہی وحی و الہام پر ان کا یقین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ یونان کی پہلی کتابوں میں ان حقائق کا نام و نشان تک نہیں ملتا۔

marfat.com

اسلام - یہی کہ ایک فرقہ معتزلہ نے یونانی فلسفہ سے مرغوب ہو کر ایسے ایسے بیہودہ قسم کے اعتقادات و نظریات وضع کر لیے جن کی بنا و پر حق و اسلام کا دامن پاک و صاف رکھنا مشکل ہو گیا۔

چنانچہ انہوں نے انکارِ ملائیکہ۔ انکارِ عذابِ قبر۔ انکار معجزات کے ساتھ خلقِ قرآن کا فتنہ بھی کھڑا کر دیا پھر اس خوفناک اور دینِ اسلام کے مخالف فرقہ نے مامون رشید کے عہدِ حکومت میں ایسا طوفان برپا کیا کہ جس سے اس زمانہ کے بڑے بڑے علمارِ حق بھی نہ بچ سکے اور حضرتِ احمد بن حنبل امام رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ظلم و ستم اور جبر و تشدد کا نشانہ بننا پڑا۔

خدا رحمت کی بارش کرے امام غزالیؒ۔ امام رازیؒ۔ عارفِ رومیؒ مجدد الف ثانیؒ اور علامہ اقبالؒ کی قبروں پر کہ جنہوں نے اسلامی فلسفہ کے ذریعہ ان کے دلائل کے تار و پود کو تار تار کر کے اور تصوف و حال کی بدولت ان کی دیواروں کو پاش پاش کر کے مسلمانوں کو کفر و الحاد اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر حق و ہدایت کی روشنی عطا کرنے کے ساتھ منزلِ حقیقت کی سیدھی راہ بھی بتا دی۔

اور اس قسم کے بے معنی، بے مقصد اور بیہودہ نظریات و اعتقادات پیدا کرنے کا جو سب سے زیادہ نقصان پہنچا وہ یہ ہے کہ مغربی مورخوں، ناقدوں اور اسلام کے سب سے بڑے مخالفوں نے اسلام کے بنیادی قواعد و ضوابط اور مسلمانوں کے بنیادی اصول و عقائد پر رکیک حملے اور فحش اعتراضات کرنے شروع کر دیئے۔

اور یہ ظالم خود تو چاند تک جا پہنچے ہیں۔ مگر اپنے ہی عقیدہ کے مطابق خدا کے بیٹے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر زندہ جانا اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بجسد عنصری افلاک پر جانا تسلیم نہیں کرتے۔

حالانکہ - موجودہ سائنس اور نئی نئی ایجادات نے کسی چیز کو ناممکن اور محال نہیں رہنے

marfat.com

دیا۔ آج سے پچاس سال پہلے کون جانتا تھا کہ کسی وقت کوئی ایسی سواری بھی معرضِ وجود میں آجائیگی جس کی رفتار بیس ہزار میل فی گھنٹہ ہو گی۔ جیسا کہ آج ہے۔

اور آج کس کو معلوم ہے کہ آئندہ کوئی ایسی سواری بھی نکل آئے گی جسکی رفتار ایک لاکھ میل فی گھنٹہ ہو گی۔

پہلے ناممکن و محال نظر آتا تھا لیکن اب ہے۔

جسے ہم آج ناممکن و محال سمجھتے ہیں۔ آئندہ ہو سکتا ہے۔

بَلَغَ العُلیٰ بِکمالہٖ

کشف الدُجیٰ بجمالہٖ

حَسُنَتْ جَمِیعُ خِصالہٖ

صَلّو عَلَیہِ وَ آلہٖ

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معجزاتِ انبیاء علیہم السلام

حقیقت معجزہ کی بحث کے بعد قرآن و حدیث کی روشنی میں معجزاتِ انبیاء علیہم السلام کا مختصر سا ذکر ضروری سمجھتا ہوں تاکہ عقل و فلسفہ کے قیدیوں اور مغربی تعلیم کے گرویدہ طبقہ کو عقلِ نارسا کی کمزوریوں اور فلسفہ کی موشگافیوں کا پتہ چل جائے اور انہیں دین والسلام کی صحیح روح اور حق و ہدایت کی صحیح منزل کا نشان مِل جائے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات۔ نبوت کے محاسن و کمالات اور ان کی صفات و خصوصیات میں شامل ہوتے ہیں اور کسی نبی و رسول کی صفتِ معجزہ اسکی ذات سے کبھی جُدا نہیں ہوتی۔ نبی جب چاہے، جہاں چاہے اور جس کے لئے چاہے منکرینِ نبوت کو معجزہ دکھا سکتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ کسی نبی کو صرف نبی مان لینے سے ہی ایمان کی دولت نصیب نہیں ہو جاتی بلکہ اسکی تمام صفات و خصوصیات کو بھی تسلیم کرنا ضروری ہے۔

مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کو صرف نبی مان لینا ہی کافی نہیں ان کی تمام صفات کو بھی ماننا پڑے گا جو قرآن و حدیث میں مذکور ہیں۔

۱ ۔ قوم حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پانی کا سوال کرتی ہے۔

۲۔ پیغمبر بارگاہِ رب العزت میں عرض کرتا ہے۔

marfat.com

جواب آتا ہے۔

فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ۔

ہم نے کہا اپنے عصا کو پتھر پر مار ——— حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے عصا کو پتھر پر مارا ——— اس پتھر سے پانی کے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔

البقرہ ۔ آیت نمبر ٦٠ ———

۲ ۔ حضرت کلیم اللہ علیہ السلام باذن الٰہی اپنی قوم کو سیکررات کے اندھیرے میں نکلتے ہیں فرعون کو پتہ چل جاتا ہے وہ بھی اپنا لشکر لے کر ان کا تعاقب کرتا ہے۔

بحرِ قلزم حائل ہوجاتا ہے۔

قوم بارگاہِ نبوت میں فریاد کرتی ہے ——— قَالَ أَصْحٰبُ مُوسٰى إِنَّا لَمُدْرَكُونَ ——— فَأَوْحَيْنَا إِلٰى مُوسٰى أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۔

اے موسیٰ علیہ السلام ——— ہم پکڑے گئے ——— الشعراء آیت ٦١

پوچھا ——— کیوں ؟

عرض کی گئی ———

آگے بحرِ قلزم کی موجیں ہیں ——— اور پیچھے فرعون کی فوجیں ہیں ——— ہمیں بچالو۔

پیغمبر پھر دربارِ خداوندی میں عرض کرتا ہے ———

جواب آتا ہے ——— اپنے عصا کو دریا پہ مارو حضرت کلیم اپنی لاٹھی کو دریا کی طوفانی لہروں میں مارتے ہیں۔

پانی پھٹ جاتا ہے ——— بکھر جاتا ہے ——— ادھر ادھر ہوجاتا

marfat.com

ہے ______ بارہ راستے بن جاتے ہیں ______ پہاڑوں کی مانند دیواریں کھڑی ہوجاتی ہیں ______ موجیں کنارا بن جاتی ہیں اور لہریں ساحل ______ پیغمبر علیہ السلام اپنی قوم کو لیکر صحیح و سلامت گذر جاتا ہے۔

مگر جب فرعون پیچھا کرتے ہوئے عین وسط میں پہنچتا ہے تو دریا کے پاٹ پھر مل جاتے ہیں ______ دیواریں ٹوٹ جاتی ہیں ______ راستے مسدود ہوجاتے ہیں ______ موجیں پھر اٹھتی ہیں اور لہریں پھر طوفان کی صورت اختیار کرلیتی ہیں۔

۳۔ فرعون کے جادوگروں کے ساتھ حق و باطل کا آخری مقابلہ اور اسلام و کفر کا آخری معرکہ ہونا ہے۔

جادوگر رسیوں کے سانپ بناتے ہیں ______ مگر عصائے کلیم اللہ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ______ کھلا ہوا اور نظر آنے والا اژدہا بن جاتا ہے ______ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ______ القصص آیت ۳۱

پھنکار جیسے خوفناک سانپ کی اٹھتی، پھرا منہ موڑ کر اور نہ پیچھے دیکھا۔

۴۔ وَنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝

فرعون۔ پیغمبر خدا سے نبوت و رسالت کی آیت و نشانی اور برہان و دلیل طلب کرتا ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام دست مبارک باہر نکالتے ہیں تو وہ چمک اٹھتا ہے ______ لاٹھی ایک ہے مگر اس کے کمالات کتنے ہیں۔ اسکی صفات و خصوصیات کتنی ہیں اور اس کے معجزات کتنے ہیں۔

پتھر پہ مارو تو پانی ______ پانی پر مارو تو پتھر۔ میدان میں حق و اسلام کے ثبوت میں پھینکو تو سانپ بن جاتی ہے ______ اور کبھی روشنی کا مینار بن کر انہیں صحیح راستہ دکھلاتی ہے اور قوم کی ہر ظلمت شب اور تاریک راہ میں نجم سحر کی طرح نمودار ہوجاتی ہے۔

marfat.com

سوال ۔ پیدا ہوتا ہے کہ فرعون کے جادوگروں نے رسیوں کے سانپ بنائے اور اللہ کے پیغمبر نے لاٹھی کا اژدہا بنایا ۔

وہ جادوگر ہیں ______ یہ نبی ہے ______ ان کا سرپرست فرعون ہے ______ اسکا نگہبان خدا ہے ۔

انکا جادو ہے ______ اِس کا معجزہ ہے ۔ پھر جادو اور معجزہ میں فرق کیا ہے ؟

جواب ۔ ٥ جادو اسباب کا محتاج ہوتا ہے اور معجزہ اسباب کا محتاج نہیں ہوتا ۔

٥ جادو کا ہر کھیل ہر تماشہ اور ہر شعبدہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہوتا ہے اور معجزہ براہ راست خدا تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ۔

٥ ۔ جادوگر اشیاء میں تغیر و تبدل اور انقلاب تو پیدا کر سکتا ہے مگر کسی کافر کو مومن ۔ کسی بدکار کو نیکوکار اور کسی دوزخی کو جنتی ۔ کسی بخیل کو سخی اور کسی جاہل کو عالم نہیں بنا سکتا ______ لیکن نبی ۔ بدبخت کو خوش نصیب ، بُرے کو اچھا جاہل کو عالم ۔ کافر کو مومن اور جہنمی کو جنتی بنا سکتا ہے ۔

٥ ۔ جادو ______ شعبدہ بازی ہے ______ اور معجزہ کرشمہ سازی ہے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر وفات تک ان کی زندگی کا ہر ایک لمحہ موضوعِ سخن بنا ہوا ہے ۔

مثلاً ۔ یہ کہ وہ بغیر باپ کے کیسے پیدا ہو گئے ۔ وہ خدا کے بیٹے ہیں ، نعوذباللہ انہیں پھانسی دے دی گئی ۔ انہیں قتل کر دیا گیا ۔ انہیں آسمان پر زندہ اٹھا لیا گیا ۔ حالانکہ ۔ انہوں نے آغوشِ مادر میں بھی اپنی ذاتی کیفیات ۔ جذبات و

marfat.com

خصوصیات بیان کر دی تھیں ۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا ۝

کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اللہ نہیں ۔ کتاب وحکمت لیکر آیا ہوں ۔ اور نبی بن کر آیا ہوں ۔

یہودی کہتے ہیں کہ انہیں قتل کر دیا گیا ــــ عیسائی کہتے ہیں کہ انہیں پھانسی دے دی گئی ــــــ مرزائیوں کا مرتد فرقہ نارِیہ کہتا ہے کہ وہ فوت ہو چکے ہیں ۔

مگر ۔ قرآن پاک ان تمام من گھڑت افسانوں اور گمراہ کن اور کافرانہ عقائد کی پرزور تردید و مذمت کرتے ہوئے واشگاف الفاظ میں کھلے طور پر اعلان کرتا ہے ۔

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۚ

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ۚ

کہ نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کسی نے قتل کیا ہے اور نہ ہی کسی نے انہیں پھانسی دی ہے ۔ ایسے عقائد رکھنے والے اور ایسا کہنے والے تو شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں اور ظن وشبہ کے اندھیروں میں گم ہیں ــــــ اور یہ بات حق اور یقینی ہے کہ انہیں قتل نہیں کیا گیا ــــــ بلکہ انہیں تو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا ــــــ اور خداوند کریم نے انہیں اپنی طرف اٹھا لیا تھا ۔

وہ ــــــ اعلانِ نبوت کرتے ہیں ــــــ قوم پوچھتی ہے ــــــ تمہارے پاس نبی ہونے کی کونسی دلیل ہے ــــــ کیا ثبوت ہے اور کوئی **معجزہ** دکھاؤ ۔

آپ اپنے دعوائے نبوت کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دلائل بیان کرتے ہیں اور اپنے رسول ہونے کے متعلق **معجزات** کا یوں تذکرہ کرتے ہیں

پارہ ۳ سورۃ آل عمران ۔ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًاۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ

marfat.com

وَاُحْیِ الْمَوْتٰی بِاِذْنِ اللّٰہِ وَاُنَبِّئُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ ۔

ہ ۔ کہ میں اگر مٹی کے جانوروں میں پھونک ماردوں تو وہ اللہ کے حکم سے زندہ جانوروں کی طرح اڑنے لگیں ۔

ہ ۔ میں اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دوں ۔

ہ ۔ میں مادر زاد اندھوں کو بینائی دے سکتا ہوں ۔

ہ ۔ میں کوڑھ کے مرض کو اچھا کر دیتا ہوں ۔

ہ ۔ جو کچھ تم اپنے گھروں میں کھاتے ہو اور چھپا کر رکھتے ہو میں انہیں جانتا ہوں ۔

ہ ۔ حضرت عیسی علیہ السلام کے حواری بارگاہِ نبوت میں عرض کرتے ہیں کہ اے مریم کے بیٹے کیا تیرا رب ہم پر آسمان سے پکے پکائے کھانوں سے بھرا ہوا دسترخوان نازل کر سکتا ہے ۔

خدا کا رسول علیہ السلام رب العزت کی بارگاہ میں عرض کرتا ہے ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَیْنَا مَآئِدَۃً مِّنَ السَّمَآءِ تَکُوْنُ لَنَا عِیْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰیَۃً مِّنْکَ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ

پارہ ۷ سورۃ المائدہ آیت ۱۱۴

کہ اللہ اے ہمارے رب آسمان سے کھانوں سے بھرا ہوا دسترخوان ہم پر نازل کر دے تاکہ ہمارے پہلوں اور اگلوں کے لئے عید ہو جائے اور تیری طرف سے نشانی ہو اور ہم کو رزق دے کہ تو ہی بہتر رزق دینے والا ہے ۔

خدا کی طرف سے جواب آتا ہے اِنِّیْ مُنَزِّلُھَا عَلَیْکُمْ

کہ میں تم پر دسترخوان اتار دوں گا ۔

marfat.com

پارہ ۲۷ - سورۃ القمر آیت ۱ ، ۲ ، ۳

شق قمر - اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ وَكَذَّبُوْا وَاتَّبَعُوْٓا اَهْوَآءَهُمْ وَكُلُّ اَمْرٍ مُّسْتَقِرٌّ ۔

قریب آگئی وہ گھڑی یعنی قیامت اور پھٹ گیا چاند - اور اگر کافر دیکھیں کوئی نشانی تو ٹال دیتے ہیں - انکار کر دیتے ہیں اور منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو چلا آنیوالا جادو ہے - اور جھٹلایا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں ۔

نبی و رسول کی نبوت و رسالت کی صداقت کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دیتا ہے - اور زمین و آسمان - فرش و عرش اور مکان ولامکان کی ہر شے اس کے اشارہ پر چلتی ہے اور نباتات و جمادات اور حیوانات پیغمبر خدا کی نبوت و رسالت کے گواہ بنکر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پکار اٹھتے ہیں ۔

مشرکین مکہ اور رؤسائے قریش نے جب درختوں سے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی - پتھروں سے آپ کی رسالت کی شہادت اور حیوانوں سے آپ کی صداقت کی کلام سنی - اور پتھروں کو پانی پر تیرتے ہوئے - پہاڑوں کو حرکت کرتے ہوئے اور انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری ہوتے ہوئے دیکھے تو بجائے اس کے کہ وہ ایمان لے آتے انہوں نے ان سب حقائق کو جادو سمجھ کر ٹھکرا دیا اور کہنے لگے کہ محمد علیہ السلام کا جادو زمین کی اشیاء پر تو چل سکتا ہے آسمان کی چیزوں پر اس کا جادو نہیں چلے گا ۔

لہذا - محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی دلیل - کوئی ایسی نشانی اور کوئی ایسی آیت طلب کی جائے جس کا تعلق آسمان سے ہو - چنانچہ وہ اکٹھے ہو کر حضور علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے ۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تو سچا نبی ہے تو آسمان پر چاند کو توڑ دے ۔

marfat.com

مختارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین مکہ کو ساتھ لے کر منیٰ کی پہاڑی پر آ گئے۔

سرورِ کونین نے انگلی کا اشارہ کیا تو چاند پھٹ گیا۔ بعض عقل پرست اور فلسفہ دان انسانوں نے نبی کریم علیہ السلام کے اس اعلیٰ ترین معجزہ کا محض اس بنا پر انکار کیا ہے کہ یہ چاند کا پھٹ جانا چونکہ قرب قیامت کی نشانی ہے اس لئے عہد نبوت میں اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

اگر منکرین کی تاویل قبول کر لی جائے تو پھر ماضی کو بے قرینہ مضارع کے معنیٰ میں لینا پڑے گا۔ قرآن پاک میں اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ کہ قیامت قریب آ گئی۔ اور چاند پھٹ گیا۔ یہ ماضی ہے۔

دوسری صورت میں معنیٰ یوں کرنا پڑیگا کہ چاند پھٹ جائیگا۔

اصل میں اس معجزہ میں نہ صرف نبوت و رسالت اور خوارق عادات و واقعات کے منکرین کو اس حقیقت سے آشنا کرنا مقصود ہے بلکہ قیامت کا انکار کرنے والوں کیلئے بھی ثبوت پیش کیا جا رہا ہے۔

اس لئے کہ قیامت کیا ہے؟

نظامِ عالم کا درہم برہم ہو جانا۔

اور جب نظامِ عالم کا ایک بہت بڑا رکن پھٹ گیا ہے تو دوسرے چھوٹے چھوٹے ارکان کے ٹوٹ جانے میں کونسی مشکل ہے! اور اگر اس واقعہ کو قیامت پر محمول کیا جائے تو پھر قیامت برپا ہو جانے پر کفار و مشرکین کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہو سکتا ہے کہ یہ تو جادو ہے۔ اور پھر خداوند تعالیٰ کے اس فرمان کو کیسے جھٹلایا جا سکتا ہے کہ یہ لوگ اگر کوئی چیز دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں۔ قیامت کے دن ان کا منہ پھیر لینا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ اور پھر قرآن پاک کے ساتھ ساتھ مستند روایات کو کیسے اور کیونکر جھٹلایا جا سکتا ہے

marfat.com

جو اس محیّر العقول واقعہ کی تصدیق کرتی ہیں ۔

بخاری شریف جلد نمبر ۲ صہ ۱۲۱، ترمذی شریف جلد نمبر ۲ صہ ۱۶۱

مسلم شریف جلد انکے علاوہ مسند ابن حنبل ۔ دلائل بیہقی ۔ مستدرک حاکم

اور زرقانی میں بھی انشاق قمر کا واقعہ موجود ہے ۔ اور اس واقعہ کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعود ۔ حضرت عبداللہ بن عباس ۔ حضرت عبداللہ بن محمد ۔ حضرت انس بن مالک ، حضرت حذیفہ بن یمان اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں ۔

مختلف الفاظ کے ساتھ

اَنَّ اَهْلَ الْمَكَّةِ سَأَلُوا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ الْقَمَرَ شِقَّتَيْنِ حَتّٰى رَأَوْا حِرَاءَ بَيْنَهُمَا

اہل مکہ نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا کہ آپ انہیں کوئی نشانی دکھائیں ۔ آپ نے ان کو چاند کے دو ٹکڑے کر دکھائے ایک ٹکڑا حرا کے اس طرف تھا اور دوسرا اُس طرف ۔

اَنَّ اَهْلَ مَكَّةَ سَأَلُوا النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُرِيَهُمْ آيَةً فَأَرَاهُمُ انْشِقَاقَ الْقَمَرِ مَرَّتَيْنِ ۔

اہل مکہ نے نبی کریم علیہ السلام سے کوئی معجزہ طلب کیا تو آپ نے انہیں چاند کو دو ٹکڑے ہوتے دکھایا ۔

سَأَلَ اَهْلُ مَكَّةَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آيَةً فَانْشَقَّ الْقَمَرُ مَرَّتَيْنِ فَنَزَلَتْ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۔

مکہ والوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشانی طلب کی تو چاند دو ٹکڑے ہو گیا ۔ اور قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی ۔ قیامت قریب آگئی اور چاند پھٹ گیا ۔

اِنْشَقَّ الْقَمَرُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِرْقَتَيْنِ فِرْقَةً فَوْقَ الْجَبَلِ وَفِرْقَةً دُوْنَهُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

marfat.com

اِنْشَهِدُوا ۔ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ پاک میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر رہا اور دوسرا ٹکڑا اس کے نیچے۔ محبوب خدا نے فرمایا تم گواہ رہو

قَالُوْ سَحَرَنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَئِنْ كَانَ سَحَرَنَا مَا يَسْتَطِيعُ اَنْ يَسْحَرَ النَّاسَ كُلَّهُمْ ۔

یہ خلافِ عادت، خلافِ عقل اور مافوق الفطرت نشانی۔ آیت اور معجزہ دیکھ کر کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم پر جادو کر دیا ہے ۔ بعض نے کہا کہ اگر یہ جادو ہوتا تو محمد علیہ السلام تمام لوگوں پر جادو نہیں کر سکتے۔

چنانچہ انہوں نے دور دور سے آنے والے قافلوں سے پوچھا تو تمام نے شق قمر کی تصدیق کی اور شہادت دی۔

امامِ اہلِ سنت وجماعت۔ فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

اور

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا الٹے قدم
تیری انگلی اٹھ گئی ماہ کا کلیجہ چر گیا

اقبال ۔ عشق کی تعبیر کرتے ہوئے کہتا ہے۔

عشق با نانِ جویں خیبر گشاد
عشق در اندامِ مہ چاکِ نہاد

کہ جو کی روٹی کھا کر خیبر کا قلعہ توڑنے والا بھی عشق تھا اور انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے والا بھی عشق تھا۔ غرضیکہ ۔ انشاقِ قمر کا اعجازِ نبوت مسلم و برحق ہے۔

marfat.com

اہل مغرب کا یہ کہنا کہ چونکہ اس معجزہ کو تمام دنیا کے لوگوں نے نہیں دیکھا اِس لئے اسے تسلیم نہیں کیا جا سکتا غلط اور لغو ہے ۔ اس لئے کہ چاند کے طلوع و غروب میں بہت اختلاف ہے ۔ کہیں چاند نکلتا ہوتا ہے اور کہیں ڈوبتا ہوتا ہے ۔ کسی جگہ پر چاندنی ہوتی ہے اور کسی جگہ پر تاریکی ۔ ایک ملک میں چاند کو گرہن لگا ہوتا ہے اور دوسرے ملک والوں کو دکھائی نہیں دیتا ۔

اور انکا یہ سوال بھی بیہودہ ہے کہ صرف مکہ والوں نے ہی اسے دیکھا اور دوسری جگہوں میں نظر نہیں آیا ۔ اس لئے کہ اوّل تو یہ غلط ہے کہ دوسرے مقامات پر نہیں دیکھا گیا تھا کیونکہ کفارِ مکہ کو باہر سے آنے والے لوگوں سے اسکی شہادت مل گئی تھی ۔

پھر ایک ہی چیز کسی کو نظر آئے اور وہی چیز کسی دوسرے کو دکھائی نہ دے یہ تو کمالِ معجزہ کی دلیل ہے ۔

شقِ قمر دِن کو ہُوا

پھر شق القمر کے اس عظیم الشان معجزہ میں جو حیرت انگیز اور محیر العقول حقیقت نمایاں ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ واقعہ رات کی بجائے دن کو پیش آیا جس کی پوری تفصیل یوں ہے

درۃ الناصحین صہ ۲۳۶ تا ۲۳۸ ، علامہ عثمان بن حسن بن احمد الشاکر الخزلوبی رح

جب مشرکین مکہ اور عنادید قریش محبوب خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلہ میں ہر بات پر مات کھا گئے تو ابو جہل نے شام کے ایک بہت بڑے دولتمند حبیب بن مالک کو خط لکھا کہ یہاں مکہ میں ایک شخص محمّد صلی اللہ علیہ وسلّم نے نبوّت کا دعوی کیا ہے اور لوگ دھڑا دھڑ اس کے دین کو قبول کر رہے ہیں لیکن مجھے تو وہ جادوگر معلوم ہوتا ہے (نعوذ باللہ)

تم یہاں آؤ اور اس سے کوئی ایسا سوال کرو جس کا وہ جواب نہ دے سکے ۔

ابو جہل کا خط پڑھ کر وہ شام سے بڑی شان و شوکت سے روانہ ہوا ۔ وَ مَعَہٗ اَثْنَا عَشَرَہْ اَلْفُ فَارِسٍ

marfat.com

اور اس کے ساتھ بارہ ہزار گھوڑے تھے۔

مکہ - والوں نے اس کا شاندار استقبال کیا۔

جبیب ابن مالک نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابوجہل سے پوچھا۔ کہ - **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم کیسا ہے؟

ابوجہل نے جواب دیا!

سَلْ بَنِی هَاشِم - کہ بنی ہاشم سے پوچھو!

اس نے بنی ہاشم سے پوچھا!

انہوں نے جواب دیا۔ **قَالُوْا نَعْرِفُهٗ مِنْ صِغْرِهٖ بِالْاَمَانَةِ وَالصِّدْقِ فِی الْقَوْلِ** کہ ہم اسے بچپن سے جانتے ہیں کہ وہ امین اور بات کا سچا ہے۔ **فَلَمَّا بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً جَعَلَ یَسُبُّ اٰلِهَتَنَا وَیُظْهِرُ دِیْنًا غَیْرَ دِیْنِ اٰبَائِنَا** - اور اب جبکہ وہ چالیس سال کی عمر کو پہنچا ہے تو اس نے ہمارے خداؤں کو گالیاں دینی شروع کردی ہیں اور ہمارے آباؤاجداد کے دین کے علاوہ اس نے اپنے ایک **دین اسلام** کا اعلان کردیا ہے۔ جبیب بن مالک نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاس لاؤ۔

چنانچہ ایک آدمی بھیجا گیا۔ قاصد نے بارگاہ رسالت مآب میں عرض کی اے **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم تجھے تیری قوم اور تیری برادری بلا رہی ہے۔

آمنہ کے لال نے فرمایا - پیارے صدیق - چلو - چلیں۔

عرض کی آقا - وہ دشمن ہیں - کوئی گزند نہ پہنچائیں۔

فرمایا - فکر نہ کرو - ان کے ساتھ شیطان ہے اور ہمارے ساتھ رحمان ہے!

فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ اَبُوْبَکْرٍ وَّخَدِیْجَةُ یَبْکِیَانِ وَیَقُوْلَانِ نَخَافُ مِنْ سَطْوَةِ هٰذَا الْکَافِرِ - پھر رسول معظم

marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کفارِ مکہ کی طرف چلے۔ ان کے ہمراہ حضرت ابوبکر اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ تھیں۔ وہ دونوں روتے جاتے تھے اور کہتے جارہے تھے کہ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں یہ کافر قہر و غضب پر نہ اُتر آئے۔

لیکن جب حضور علیہ السلام وہاں پہنچے۔ قَامَ اِکْرَامًا لِلنَّبِی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و تکریم کے لئے کھڑا ہوگیا۔ اور امام الانبیأ علیہ السلام کو کرسی پر بٹھایا۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ یہ دعا کر رہی تھیں۔

اَللّٰھُمَّ انْصُرْ مُحَمَّدَ وَاَوْضِحْ حُجَّتَہٗ۔ اے اللہ، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد فرما اور اسکی دلیلِ نبوت کو پورا کردے۔

چاروں طرف نور ہی نور پھیل گیا اور تمام کافروں پر ہیبت چھاگئی۔

حبیب بن مالک نے کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو جانتا ہے کہ ہر نبی کے پاس معجزات ہوتے ہیں، اگر تو بھی نبی ہے تو کوئی معجزہ دکھاؤ۔

محبوبِ خدا نے فرمایا۔ مَاذَا تُرِیْدُ؟

کہ جو تو چاہتا ہے میں وہی کردیتا اور دکھا دیتا ہوں۔

حبیب نے کہا۔ اُرِیْدُ اَنْ تَغِیْبَ الشَّمْسُ وَیَخْرُجَ الْقَمَرُ وَیَنْزِلَ اِلَی الْاَرْضِ وَیَنْشَقَّ نِصْفَیْنِ وَیَدْخُلَ تَحْتَ اِزَارِکَ وَیَخْرُجَ نِصْفُہٗ مِنْ کُمِّ یَمِیْنِکَ وَنِصْفُہٗ کُمِّ مِنْ شِمَالِکَ ثُمَّ یَجْتَمِعَانِ فَوْقَ رَاْسِکَ وَلْیَشْھَدُ لَکَ بِالرِّسَالَۃِ۔ ثُمَّ یَعُوْدُ اِلَی السَّمَآءِ قَمَرًا مُنِیْرًا۔ ثُمَّ یَغِیْبُ۔ وَتَخْرُجُ الشَّمْسُ بَعْدَہٗ۔ کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے سورج غروب ہوجائے اور چاند نکل آئے اور چاند زمین پر اتر آئے۔ اور پھر وہ دو ٹکڑے ہوجائے۔ پھر تیری بغل مبارک میں آجائے اور ایک ٹکڑا تیری دائیں جانب سے اور دوسرا بائیں جانب سے نکل کر تیرے سر پر اکٹھا ہوجائے پھر

marfat.com

تیری نبوّت و رسالت کی گواہی دے کر آسمان کی طرف لوٹ جائے اور چودھویں رات کی طرح چمکنے لگے اور اس کے بعد پھر سورج نکل آئے۔

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا!

اِنْ فَعَلْتُ ذَالِكَ كُلَّهٗ اَتُؤمِنُ بِیْ ۔ کہ اگر میں نے یہ سب کچھ کر دکھایا تو کیا تو پھر مجھ پر ایمان لے آئیگا۔

حبیب بن مالک نے کہا ۔ ہاں۔

بِشَرْطِ اَنْ تُخْبِرَنِیْ بِمَا فِیْ قَلْبِیْ ۔ کہ میں اس شرط پر ایمان لاؤنگا کہ جو کچھ میرے دل میں ہے تو اسکی بھی خبر دے۔

ابوجہل نے کہا ۔ اے سردار ۔ تو نے عجیب سوالات کئے ہیں۔

فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَعِدَ اِلٰی جَبَلِ اَبِیْ قُبَیْسٍ وَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ وَ بَسَطَ یَدَهٗ یَدْعُوْ رَبَّهٗ ۔ پس رسولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم محفل سے اٹھے اور چلے اور ابو قبیس پر چڑھ گئے ۔ دو نفل رکعات پڑھے اور دُعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔

فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ وَمَعَهٗ اِثْنَا عَشَرَةَ اَلْفًا مِنَ الْمَلَائِكَةِ

پس حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور ان کے ساتھ بارہ ہزار فرشتوں کی نورانی جماعت بھی تھی۔

جبریل نے عرض کی ۔ یارسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم خدا سلام کے بعد فرماتا ہے

حَبِیْبِیْ لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ وَ اَنَا مَعَكَ حَیْثُمَا كُنْتَ

کہ اے میرے حبیب پاک یہ جو حبیب بن مالک نے سوالات کئے ہیں یہ تمام کے تمام پہلے ہی سے میرے علم اور میری قضا میں تھے ۔ بلا خوف و خطر جاؤ ۔ نبوت کی دلیل پیش کرو اور اپنی شان و عظمت کو بیان کرو ۔ اور کوئی خوف و غم نہ کرو ۔ جہاں تم ہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اور حبیب بن مالک کی ایک لڑکی ہے جس کے نہ ہاتھ ہیں اور نہ پاؤں اور نہ ہی اسکی آنکھیں ہیں۔

marfat.com

بس گوشت کا ایک لوتھڑا ہے یہ اس لڑکی کو اچھا کروانا چاہتا ہے ۔ یہ اس کے دل کی بات ہے جو تم سے پوچھنا چاہتا ہے ۔ اسے کہہ دینا تیری لڑکی بھی ٹھیک ہوگئی ہے ۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیغام خداوندی سُن کر خوشی خوشی اور خنداں و شاداں چلے سرِ اقدس پر جبریل کے پروں کا سایہ ۔ دائیں بائیں فرشتوں کی جماعت اور دِل میں نصرتِ الٰہی کا یقین ۔

آمنہ کے لال نے اشارہ کیا ۔ سورج غروب ہوگیا ۔ اور سخت اندھیرا چھا گیا ۔

ثُمَّ طَلَعَ الْقَمَرُ مُنِيْرًا ۔ پھر چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا نبی پاک نے انگلی کا اشارہ کیا ۔ تو اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ چاند پھٹ گیا ۔ اور ایسا ہی ہوا جیسا کہ حبیب بن مالک نے کہا تھا ۔

حبیب ۔ نے کہا ۔ میری وہ شرط بھی پوری کرو ۔

فَقَالَ اِنَّ لَكَ بِنْتًا سَطِيْحَةً وَاِنَّ اللّٰهَ قَدْرَدَّ عَلَيْهَا جَوَارِحَهَا

فرمایا ۔ کہ تیری ایک لڑکی تھی ۔ لولی اور نابینی ہے ۔ میرے اللہ کریم نے اسکے تمام اعضا درست کر دیئے ہیں ۔ جسکی تمھیں مبارک ہو ۔

حبیب بن مالک کلمہ طیبہ پڑھکر حریم اسلام میں داخل ہوگیا ۔ اور شکار کرنے آنے والا خود ہی نگاہِ ناز کا شکار ہو کر جب واپس گھر لوٹا تو اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی ۔

فَاسْتَقْبَلَهُ بِنْتُهُ قَائِلَةً اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

کہ اس کی اسی بیٹی نے اس کا استقبال کیا جو چلنے پھرنے ۔ اٹھنے بیٹھنے اور دیکھنے سننے سے بالکل معذور تھی ۔ لیکن اب وہ کلی طور پر تندرست تھی ۔ ٹھیک ٹھاک تھی اور وہ کلمہ کا ذکر کر رہی تھی ۔

باپ نے پوچھا ۔ کہ تجھے یہ صحت کیسے ملی ۔ یہ ہاتھ پاؤں کہاں سے عطا ہوئے ۔ یہ آنکھیں کیونکر روشن ہوگئیں ۔ اور یہ کلمہ طیبہ تجھے کس نے پڑھایا ؟

marfat.com

بیٹی نے جواب دیا اَتَی اِلَیَّ فِی الْمَنَامِ رَجُلٌ فَقَالَ لِیْ اِنَّ اَبَاكِ قَدْ اَسْلَمَ فَاِنْ كُنْتِ مُسْلِمَۃً فَقَدْ رَدَدْنَا عَلَیْكِ اَعْضَاءَكِ سَالِمَۃً فَاَسْلَمْتُ فِیْ مَنَامِیْ وَاَصْبَحْتُ لِمَا تَرَانِیْ

کہ آج رات خواب میں میرے پاس ایک نورانی چہرہ اور سیاہ زلفوں والا آدمی آیا۔ اس نے مجھے کہا کہ تیرا باپ تو مسلمان ہو چکا ہے اور اگر تو بھی اسلام قبول کرے تو تمہارے ہاتھ پاؤں اور تمہارے جسم کے تمام اعضاء جوارح ٹھیک کر دیئے جائیں گے چنانچہ میں نے خواب ہی میں اسلام قبول کر لیا اور اب صبح کو جیسے تو مجھے دیکھ رہا ہے کہ میں بالکل تندرست اور ٹھیک ٹھاک ہوں۔

یاد رہے کہ اس شق قمر کے معجزہ میں سینکڑوں معجزات نمایاں ہوتے ہیں۔

اور ایسا ہو بھی کیوں نہ! اس لئے کہ محبوب خدا کا وجود پاک سراپا معجزہ ہے اور انکی ہر حرکت ہر ادا ہر کرشمہ اعجاز نبوت کا **منبع و سرچشمہ** ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا تذکرہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کرنے کے بعد اب اس حقیقت میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا کہ معجزہ نبی و رسول کی سچائی و صداقت کے ثبوت میں اللہ کی طرف سے نبی کے ذریعہ دکھایا جاتا ہے اور کسی رسول و نبی کا ہر معجزہ اسکی نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔

جب یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ پیغمبر خدا کا ہر معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے تو پھر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے **معراج پاک** کا عظیم الشان اور محیّر العقول **معجزہ** بھی آپ کی نبوت و رسالت کی ایک بیّن اور روشن دلیل تھا اور جس طرح کفار مکہ حضور علیہ السلام کے دوسرے معجزات کو جادو سمجھ کر ٹھکرا دیا کرتے تھے معراج کے معجزہ کو بھی انہوں نے یہ کہہ کر ٹھکرا دیا کہ اسے عقل تسلیم نہیں کرتی اور ایک انسان آن واحد میں مکہ سے بیت المقدس اور پھر وہاں سے آسمانوں اور سدرہ و عرش پر نہیں جا سکتا۔

marfat.com

معجزات انبیاء ۔ کی کئی اقسام ہیں مثلاً شفائے امراض علم غیب۔ رؤیت ملائکہ جمادات و نباتات اور حیوانات کا کلام کرنا وغیرہ ۔

بخاری شریف جلد ۱ صہ ۵۰۶ ۔ ترمذی شریف جلد ۲ صہ ۲۰۳ ۔ ابن ماجہ شریف صہ ۱۰۳

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ منبر پاک سے پہلے ایک سوکھی ہوئی لکڑی **استن حنانہ** سے ٹیک لگا کر خطبہ ارشاد فرماتے تھے ۔ جب منبر تیار ہوگیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک پر جلوہ افروز ہوئے تو **فَحَنَّ الْجِذْعُ حَتّٰی تَصَدَّعَ وَانْشَقَّ فَنَزَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ صَوْتَ الْجِذْعِ فَمَسَحَہٗ بِیَدِہٖ حَتّٰی سَکَنَ فَقَالَ لَوْلَمْ اَحْتَضِنْہُ لَحَنَّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ**

اس لکڑی کے تھم نے نبی کے فراق میں رونا شروع کر دیا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا نبی کریم علیہ السلام منبر پاک سے نیچے اترے ۔ اپنا دست مبارک اس پر پھیرا ۔ وہ خاموش ہوگیا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میں اس پر ہاتھ نہ پھیرتا تو یہ قیامت تک روتا رہتا ۔

مثنوی شریف ۔ میں مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم علیہ السلام کے اس ہجر ناز نبوت اور مقام رسالت کو اپنے ذوق و رنگ میں یوں پیش کرتے ہیں ۔

استن حنانہ از ہجر رسول
نالہ میزد ہمچو ارباب عقول
گفت پیغمبر چہ خواہی اے ستون
گفت جانم از فراقت گشت خون
مسندت من بودم از من تاختی
بر سر منبر تو مسند ساختی !

marfat.com

پس رسولش گفت کائے نیکو درخت

اے شدہ باسِر تو ہمراز بخت

گر تو میخواہی ترا نخلِ کنند

شرقی و غربی ز تو میوہ چنند

گفت آں خواہم کہ دائم شد لقاش

کہ استنِ حنانہ یعنی لکڑی کا سوکھا ہوا تھم محبوبِ خدا کے ہجر و فراق میں آہ و فریاد اور گریہ زاری کرنے لگا۔

نبی کریم علیہ السلام نے اُس سے پُوچھا۔ تو کیا چاہتا ہے؟ کیوں روتا ہے اور کیوں پھٹ گیا ہے۔

اس نے جواب دیا ۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہجر و فراق میں خون کے آنسو بہا رہا ہوں۔ آپ نے مجھ سے تکیہ لگانا چھوڑ دیا ہے۔ میں آپ کی اتنی دوری بھی برداشت نہیں کر سکتا۔

پہلے آپ کی مسند شریف میں تھا اب آپ نے منبر بنوا لیا ہے۔ رسولِ خدا علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر تو چاہتا ہے تو تجھے پھلدار درخت بنا دیتا ہوں۔ تجھے پھر ہرا بھرا کر دیتا ہوں تمام دُنیا تیرا ہی پھل کھائے گی۔

اس نے عرض کیا ۔ میرے میرے آقا ۔ مجھے ہرا بھرا بننے کی تمنا نہیں ۔ نہ ہی میں پھلدار بننا چاہتا ہوں۔ اور نہ ہی میں پر بہار درخت ہونا چاہتا ہوں۔ بس میری تو یہ تمنا ہے کہ قیامت تک آپ کو دیکھتا رہوں اور آپ کے قدموں سے کبھی جدا نہ ہوں۔

مسلم شریف جلد نمبر ۲ صہ ۲۱۵ - ۱۶ - ۱۷ مشکوٰۃ شریف صہ ۵۲۳

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دِن میں نبی کریم علیہ السلام سے ساتھ باہر نکلا ۔ میرے ہاتھ میں لوٹا تھا ۔ ایک میدان میں پہنچے ۔ جہاں کوئی سایہ نہیں تھا

marfat.com

حضور علیہ السلام نے قضائے حاجت فرمانی تھی۔ میدان کے دونوں کناروں پر دو درخت تھے۔ نبی کریم علیہ السلام نے ایک درخت کی ٹہنی پکڑ کر فرمایا۔ اِنْقَادِی عَلَیَّ بِاِذْنِ اللّٰہِ کہ اللہ کے حکم سے میرے ساتھ چل۔

فَانْقَادَتْ مَعَہٗ کَالْبَعِیْرِ الْمَخْشُوْشِ الَّذِیْ یُصَانِعُ قَائِدَہٗ

تو وہ درخت حضور علیہ السلام کے ساتھ اس طرح چل دیا جس طرح کہ اونٹ کے ناک میں نکیل ہوتا ہے اور اس کا مالک اس نکیل کو پکڑ کر چلتا ہے۔

پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم دوسرے درخت کے پاس گئے اور ایسا ہی کیا اور ایسا ہی ہوا۔ نبی اکرم علیہ السلام نے قضائے حاجت فرمائی۔ اور پھر

فَقَالَ بِرَاسِہٖ ھٰکَذَا وَاَشَارَ بِرَاسِہٖ یَمِیْنًا وَّشِمَالًا

پس پھر نبی کریم علیہ السلام نے سرِ اقدس سے دائیں بائیں اشارہ فرمایا اور وہ درخت اپنے اپنے مقام پر خود بخود چلے گئے۔ اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔ یَا جَابِرُ ھَلْ رَاَیْتَ مَقَامِیْ۔ قُلْتُ نَعَمْ

کہ اے جابر کیا تو نے میرے مقام کو دیکھا ہے؟

عرض کی۔ ہاں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

کُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

کہ ایک دفعہ میں نبی کریم علیہ السلام کے ہمراہ مدینہ منورہ سے باہر گیا

فَمَا اسْتَقْبَلَہٗ جَبَلٌ وَّلَا شَجَرٌ اِلَّا وَھُوَ یَقُوْلُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

پس راستہ میں جو پہاڑ اور درخت ملتا تھا وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتا تھا۔

marfat.com

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے چند معجزات بھی لکھ دیئے گئے ہیں ورنہ اگر محبوبِ خدا علیہ السلام کے تمام معجزات احاطۂ تحریر میں لانے کی کوشش کی جائے تو یہ ناممکن و محال ہے ۔ اس لئے کہ وہ ذاتِ گرامی جو ناخن اقدس سے لیکر موئے مبارک تک سرتاپا بلکہ سرتابقدم سراپا معجزہ ہو ان کے معجزات کا شمار کون کرسکتا ہے ۔

جس نے درختوں کو چلایا ۔ پتھروں کو بلوایا ۔ ڈوبے ہوئے سورج کو واپس لوٹایا استن حنانہ کو رلایا ۔ پہاڑوں میں حرکت پیدا کی اور چاند کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا اسکی حقیقت کو کون سمجھے عقل کے بچارے اور فلسفہ کے قیدی ان معجزات کا صرف اس لئے انکار کرتے ہیں کہ یہ سب کچھ اشیاء کی عادات کے خلاف ہے ۔ نظامِ فطرت کے خلاف اور قانونِ قدرت کے خلاف ہے مگر وہ نہیں جانتے کہ فطرت کا سب سے حسین شاہکار اور قدرت کا سب سے عظیم مظہر تو وجودِ مصطفےٰ علیہ السلام ہے ۔

اور یہ بھی ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ ہماری روح یا ہمارے اندر جو پُراسرار مخفی قوت ہے وہ ہمارے جسمِ خاکی پر پوری طرح حکمران ہے اور ہمارے تمام اعضاء و جوارح اسی قوت کے ماتحت چلتے اور حرکت کرتے ہیں ۔

آنکھ کیوں دیکھتی ہے ۔ کان کیوں سنتے ہیں ۔ زبان کیوں بولتی ہے ۔ ہاتھ کیوں ہلتے ہیں ۔ پاؤں کیوں چلتے ہیں اور ہم کیوں زندہ ہیں ؟

صرف اس لئے کہ ہماری روح زندہ ہے اور ہمارے اندر جو پُراسرار مخفی قوت ہے وہ پوری طرح اپنا کام کررہی ہے ۔ یہ ساری کائنات ۔ یہ خدا کی ساری خدائی ۔ یہ زمین و آسمان یہ فرش و عرش ۔ یہ خشکی و تری ۔ یہ دریا و پہاڑ اور یہ چاند و سورج کائینات کے جسم کے اعضاء و ارکان ہیں اور اس کائینات کی روح ذاتِ مصطفےٰ ہے اور وہ پوری طرح ان اعضاء پر حکمران ہے ۔ اس لئے درخت اس کے حکم سے چلتے ہیں ۔ پتھر اس کے اشارہ سے بولتے ہیں ۔ پہاڑ اسکی مرضی سے حرکت میں آجاتے ہیں ۔ سورج اس کے حکم سے واپس آجاتا ہے اور چاند اس

marfat.com

کے اشارہ سے پھٹ جاتا ہے۔

غرضیکہ۔ معجزہ صرف ایک حقیقت ہی نہیں دلیلِ نبوت بھی ہے جس میں مکالمۂ الٰہی رویت ملائکہ۔ علم غیب۔ شفائے امراض۔ تصرف فی الاشیاء۔ تغیر ماہیت۔ انقلاب اجسام اور امداد فی الامور کے ساتھ ساتھ **سیرِ لامکاں** بھی شامل ہے۔

ان روشن حقائق اور دلائلِ باہرہ کے باوجود بھی مادہ پرستی کے جال میں پھنسے ہوئے لوگ اور عقل و فلسفہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسان نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے **معراجِ جسمانی** کا انکار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ چونکہ ایک جسم کثیف آنِ واحد میں اتنی جلدی سے زمین سے آسمان تک۔ مکان سے لامکان تک فرش سے عرش تک اور مرکزِ عالم سے ہفت افلاک وادئ سدرہ اور **حریم قابَ قوسین** تک نہیں جاسکتا لہٰذا آمنہ کے لال صلی اللہ علیہ وسلم کا اوپر جانا بھی محال ہے۔

حالانکہ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اس عظیم الشان اعجاز نبوی کو لفظِ اسرا سے تعبیر فرمایا ہے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ **عُرِجَ بِی** استعمال کیا ہے اور اسرا کے معنی رات کو چلانے اور لے جانے کے ہیں اور عُرِجَ عروج سے نکلا ہے جس کے معنی نیچے سے اوپر اور پستی سے بلندی پر جانے کے ہیں یعنی وہ مجھے اوپر لے جایا گیا یا مجھے اوپر چڑھایا گیا تو گویا کہ ان دو الفاظ سے ہی عقل پرستوں کے اس مفروضہ کی تردید ہوجاتی ہے۔

اور پھر یہ سوال تو تب ہوسکتا ہے جب امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو کثیف مانا جائے حالانکہ ایسا نہیں ہے اس لئے کہ جسم کثیف کا سایہ ہوتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام کا سایہ نہیں تھا

بے سایہ نبی

امام قسطلانی شارح بخاریؒ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ظِلٌّ فِي شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ کہ سورج اور چاند کی روشنی میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سایہ نہیں تھا۔

marfat.com

زرقانی جلد ۴ صہ ۲۲۵ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم ظِلٌّ فِی الشَّمْسِ وَلَا قَمَرٍ ۔

سیرت حلبیہ جلد ۲ صہ ۴۲۱ وَاِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَشٰی فِی الشَّمْسِ اَوْفِی الْقَمَرِ لَا یَکُوْنُ لَہٗ ظِلٌّ لِاَنَّہٗ نُوْرٌ

کہ حضور علیہ السلام جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نہیں ہوتا تھا۔ کیونکہ آپ نور ہیں۔

تفسیر نفسی جلد ۳ صہ ۱۰۳ ۔ سورۃ النور ۔ وَقَالَ عُثْمَانُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَا اَوْقَعَ ظِلَّکَ عَلَی الْاَرْضِ لِئَلَّا یَضَعَ اِنْسَانٌ قَدَمَہٗ عَلٰی ذَالِکَ الظِّلِّ

حضرت عثمان رضی اللہ تعالےٰ عنہٗ فرماتے ہیں کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تحقیق اللہ تعالیٰ نے آپ کا سایہ زمین پر نہیں رکھا تاکہ کسی انسان کا قدم آپ کے سایہ پر نہ آجائے۔

شفا شریف جلد ا صہ ۲۴۳ قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں۔

وَمَا ذُکِرَ مِنْ اَنَّہٗ لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ فِی شَمْسٍ وَّلَا قَمَرٍ لِاَنَّہٗ کَانَ نُوْرًا

اور وہ جو مذکور ہے کہ آپ کا سایہ نہیں تھا سورج اور چاند کی روشنی میں پس وہ اس لئے ہے کہ آپ نور ہیں۔

نسیم الریاض جز ۳ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ اسکی شرح میں لکھتے ہیں

لَا ظِلَّ لِشَخْصِہٖ اَیْ جَسَدِہِ الشَّرِیْفِ اللَّطِیْفِ ۔

یعنی آپ کے جسم لطیف کا سایہ نہ تھا۔ اور لطیف کے لفظ میں یہ لطیف اشارہ موجود ہے کہ آپ کی بشریت کثافت سے پاک ہو کر لطافت کے اس درجہ میں تھی کہ روشنی کیلئے حاجب نہ ہوتی تھی۔

آگے فرماتے ہیں۔ ھٰذَا رَوَاہُ صَاحِبُ الْوَفَاءِ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہما قَالَ لَمْ یَکُنْ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَامُ ظِلٌّ ۔ کہ رسولِ پاک کیلئے سایہ نہیں تھا۔

marfat.com

تفسیر عزیزی - پارہ ۳۰ صد ۲۱۹ شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں - وسایہ ایشاں برزمین نیفتاد - اور سایہ آپ کا زمین پر نہیں پڑتا تھا۔

امداد السلوک - رشید احمد گنگوہی دیوبندی - بتواتر ثابت شدہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سایہ نداشتند وظاہر است کہ بجز نور ہمہ اجسام ظل می دارند۔

کہ یہ حقیقت تواتر سے ثابت ہو چکی ہے کہ نبی کریم صل اللہ علیہ وسلم سایہ نہیں رکھتے تھے اور یہ بھی بات ظاہر ہے کہ نور کے سوا باقی تمام اجسام کا سایہ ہوتا ہے۔

جب دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ رحمتِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ نہیں تھا۔ اس لئے کہ آپ کا جسم پاک کثیف نہ تھا اور یہ کہ آپ نور ہیں۔

اور پھر معراجِ پاک کی تمام احادیثِ مبارکہ میں یہ موجود ہے۔

مسلم شریف جلد ا صد ۹۲-۹۳ - بخاری شریف جلد ا صد ۵۰-۵۱ - مشکوٰۃ شریف صد ۵۲۶ - ۵۲۷ - حضرتِ ابوذر - حضرت انس - حضرت مالک بن صعصعہ حضرتِ عبداللہ بن عباس - حضرت ابوہریرہ - حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفرِ معراج کو جانے سے پہلے فَشَرَحَ صَدْرِی فَشَقَّ صَدْرِی - معلوم و مجہول دونوں صحیح ہیں - کہ میرا سینہ پاک کھولا گیا - چاک کیا گیا پھر میرے قلبِ اطہر کو باہر نکال کر سونے کے تھال میں آبِ زمزم سے دھویا گیا - صاف کیا گیا اور پھر علم و حکمت اور ایمان والیقان سے بھرپور کیا گیا یعنی علم و حکمت اور ایمان والیقان کو کامل مکمل اکمل اور تمام کر دیا گیا اس لئے کہ ان تمام صفات کا حقیقی سبب نبی کریم علیہ السلام کا قلبِ اطہر ہی ہے۔

غرضیکہ - اس حیرت انگیز سفر سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر قسم کی بشری کثافت کو دور کر دیا گیا تاکہ حسنِ دوجہاں کا یہ پیکر اپنے لطیف سے لطیف تر جسم پاک کے ساتھ پوری آن بان - سج دھج اور شوقِ ملاقاتِ خداوندی اور دیدارِ ذاتِ الٰہیہ میں مرکبِ جنتی پر سوار ہو کر

marfat.com

اپنی قابِ قوسین کی منزل کی طرف روانہ ہو سکے۔

جب محبوبِ خدا علیہ السلام کا جسمِ اقدس۔جسمِ کثیف ہی نہیں تھا تو پھر سوال کیسا۔

اور اگر بفرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ نعوذ باللہ آپ کا جسمِ پاک جسمِ کثیف تھا تو بھی عقل پرستوں کا یہ من گھڑت مفروضہ باطل ہو جاتا ہے کہ جسمِ کثیف اوپر نہیں جا سکتا۔

اس لئے کہ دو سیر کا پتھر اور پانچ سیر کا لوہے کا گولہ کا جسم۔جسمِ کثیف ہے۔مگر کون کہتا ہے۔کہ یہ اوپر نہیں جا سکتے۔

مشاہدہ اور تجربہ کر کے دیکھا جا سکتا ہے کہ دو سیر کے پتھر اور لوہے کے گولہ کو اوپر کی طرف پھینکا جائے تو ضرور جائیں گے۔

رہا یہ سوال کہ کتنے اوپر گئے ہیں۔تو یہ پتھر اور گولہ پھینکنے والے کی طاقت پر منحصر ہے۔

کوئی تھوڑی طاقت والا پھینکے گا تو کم اوپر جائیں گے اور اگر کوئی بہت طاقتور انسان پھینکے گا تو کافی بلندی پر جائیں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو اوپر اور بلندی پر لے جانے والا کون ہے؟

کوئی انسان نہیں۔کوئی آدمی نہیں۔کوئی جن و فرشتہ نہیں — بلکہ۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

وہ خود خدا کی ذات تھی۔جو بڑی طاقت والا۔بڑی قوت والا۔بڑے زور والا اور بڑی حکمت والا ہے۔

افسوس کی بات ہے کہ امریکہ کا راکٹ اپالو بیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے سات لاکھ میل کا سفر طے کر کے چاند پر اتر گیا تو کسی عقل پرست نے یہ نہیں کہا کہ ہماری عقل نہیں مانتی۔بلکہ ہر ایک نے امریکہ کو شاباش دی اور تسخیرِ قمر پر مبارک باد دی۔مگر جب

marfat.com

جب علمائے کرام بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ میں براق پر سوار ہو کر زمان و مکان اور فرش و عرش کی حدیں توڑ کر اور رفتارِ قوسین کے پردوں کو چاک کر کے او ادنیٰ کی حریم قدس میں جا پہنچا تو یہی لوگ کہتے ہیں کہ ہماری عقل نہیں مانتی۔

امریکہ کے اپالو پر تو ایمان رکھتے ہیں مگر نبی کے براق کا انکار کرتے ہیں۔

بھلا عقل تو تب مانے جب عقل ہو جب عقل ہی نہیں ہے تو پھر مانے کون؟

ہاں جس میں عقل تھی اور وہ صرف عقل و خرد ہی کا امام نہیں تھا بلکہ عقل و خرد کے ساتھ ساتھ ایمان و ایقان اور عشق تمام کا پیشوا بھی تھا۔ کون۔ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب لامکان سے واپس آ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس معجزانہ سفر کا اعلان کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس عشق والے نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کی صدقت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اے اللہ کے رسول آپ نے سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں مگر عقل والے یہی کہتے رہے کہ ہماری عقل نہیں مانتی۔

اور یہ دونوں گروہ آج بھی موجود ہیں اور آپس میں دست و گریباں ہیں۔

اور۔ اگر ان مادہ پرستوں اور عقل و فلسفہ کی دلدل میں پھنسے ہوئے لوگوں کا یہ مفروضہ مان لیا جائے کہ ایک جسمِ کثیف آنِ واحد میں اتنی بلندی پر یعنی زمین سے آسمان تک۔ مکان سے لامکان تک اور فرش سے عرش تک نہیں جا سکتا تو پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک جسمِ لطیف آنِ واحد میں اوپر سے نیچے۔ آسمان سے زمین پر اور سدرۃ المنتہیٰ سے خطۂ ارضی پر نہیں آ سکتا۔

دھنی ہوئی روئی کا ایک لطیف اور ہلکا سا پنبہ مکان کی چھت سے نیچے کی طرف پھینکا جائے تو وہ آہستہ آہستہ۔ ہولی ہولی اور دھیرے دھیرے بہت دیر کے بعد نیچے آئیگا اور اگر ذرا سی ہوا چل گئی تو پھر خدا جانے وہ کدھر کو نکل جائے۔

مگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کا جسم پاک تو روئی کے پنبہ سے بھی زیادہ لطیف ہے۔

marfat.com

بلکہ لطیف تر ہے اور وہ کئی بار اپنے مقام سدرۃ المنتہٰی سے آنِ واحد میں انبیاء علیہم السلام کے پاس آتے رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں گرنے سے پہلے ہی حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنے پروں پر اٹھا لیا تھا۔

قرآنِ پاک میں ہے۔ وَاَوْحَیْنَاۤ اِلَیْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ۝

اور اگر یہ مان بھی لیا گیا ہے کہ جسمِ لطیف یعنی حضرتِ جبریل علیہ السلام کئی بار انبیائے کرام پر آنِ واحد میں کروڑوں میل کا فاصلہ طے کر کے زمین پر آتے رہے ہیں تو یہ تسلیم کرنے میں کون سی قباحت و خرابی ہے کہ جسمِ کثیف بھی آنِ واحد میں فرش سے عرش پر جا سکتا ہے۔

کیونکہ اگر حضرت جبریل علیہ السلام یعنی جسمِ لطیف کا آسمان سے زمین پر اور سدرہ سے خطۂ ارضی پر نہ آنا مان لیا جائے تو پھر تمام انبیاءؑ علیہم السلام کی نبوت ہی مشکوک ہو جاتی ہے۔

اس لئے کہ تمام نبیوں پر وحی لانے والے تو یہی جسمِ لطیف یعنی حضرتِ جبریل علیہ السلام تھے۔

بہر حال میں اپنے اس عقیدہ کو ایمان کے مطابق معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقدس موضوع پر یہ کتاب لکھ رہا ہوں کہ کملی والے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسمِ پاک کے ساتھ عرش پر گئے۔ اور قارئین کرام بھی اسی عقیدہ و ایمان کے ساتھ اس کتاب کو پڑھیں۔

سوار جہانگیر یکران بُرّاق

کہ بگذشت از قصرِ نیلی رواق

marfat.com

پہلے انبیا علیہم السّلام کے معراج

انبیاءِ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس زندگیوں کے حالات و واقعات کا بغور مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اولوالعزم انبیاء کو آغازِ نبوت میں ہی کسی خاص وقت میں، ایسے کمالات و درجات عطا کر دیے جاتے ہیں کہ وہاں تک عقلِ انسانی کی رسائی نہیں ہو سکتی اور کسی منطقی و فلسفی کا طائرِ تخیل وہاں تک پرواز نہیں کر سکتا اور کسی عالم و محدث اور فقیہہِ اعظم کا وہم و گمان بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔

ایسے مخصوص وقت میں انکی آنکھوں سے مادی دنیا کے تمام پردے ہٹا دیے جاتے ہیں اور بصارت و سماعت کے اسباب کی تمام دیواریں گرا دی جاتی ہیں۔ اور انکی شان و عظمت کے پیشِ نظر سب ظاہری و باطنی حجابات اٹھا دیے جاتے ہیں۔ اور دیکھنے سننے۔ اٹھنے بیٹھنے اور چلنے پھرنے کے سارے دنیاوی قانون منسوخ کر دیے جاتے ہیں اور پھر اس طرح زمین و آسمان کے تمام پوشیدہ خزانے۔ فرش و عرش کے سب مخفی مناظر اور مکان و لامکاں کے سربستہ رموز و اسرار ایک ایک کر کے بالکل بے پردہ اور بے حجابانہ ان کے سامنے آجاتے ہیں۔

مثلاً ۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معراج یہ ہے کہ جب انہیں نبوت عطا ہوتی تو ساتھ ہی فرما دیا گیا۔ وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی طرح ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہم نے زمین و آسمان کی بادشاہی دکھا دی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کا معراج یوں بیان کیا گیا ہے وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا

کہ ہم نے انہیں نبوت عطا کرنے کے ساتھ ساتھ بلندی اور رفعت بھی بخش دی۔

marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معراج پاک کا واقعہ خداوند تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں بڑے ہی محبت بھرے انداز میں یوں بیان فرمایا ہے :۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کی خصوصیات میں سے ایک یہ بھی تھی کہ وہ خداوند کریم سے ہمکلام ہوا کرتے تھے ۔ جیسا کہ خدا نے خود فرمایا وَ کَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا کہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے باتیں کیں ۔

پہلے تو ان کا خاصۂ نبوت خدا سے ہمکلامی تک ہی محدود تھا پھر ان کے دل میں یہ تمنا و خواہش ہوئی کہ میرے ساتھ حجابات کے اندر سے ہمکلام ہونے والے کے دیدار سے بھی مشرف ہونا چاہیئے ۔

چنانچہ ۔ کوہ طور اور وادی سینا پر جا کر بارگاہِ الٰہی میں اپنی حسرتِ دیدار کا اظہار کر ہی دیا ۔

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْکَ

کہ اے میرے رب ۔ میرے ساتھ کبھی آگ کے بڑھکتے ہوئے شعلوں میں سے اور کبھی نخلِ طور سے اور کبھی وادیٔ سینا میں پردوں کے پیچھے ہمکلام ہونے والے میرے سامنے آ ۔ مجھے اپنا جلوۂ حسن دکھا اور مجھے اپنے دیدار سے مشرف کر دے ۔

جواب آتا ہے لن ترانی ۔ کہ اے میرے کلیم تو مجھے نہیں دیکھ سکے گا ۔

اچھا اگر دیکھنا ہی چاہتے ہو تو پھر میں اپنی تجلیات کوہ طور پر جلوہ ریز کرتا ہوں ۔ اگر پہاڑ اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا تو تو بھی مجھے دیکھ سکے گا ۔

جب حسنِ لامحدود و قدیم کی ایک معمولی سی جھلک ہلکی سی تجلی کی صورت میں کوہ طور پر پڑی تو پہاڑ جل گیا اور حضرت کلیم بیہوش ہو گئے ۔ اور اس طرح یدِ بیضا اور عصائے اعجاز رکھنے والے کلیم اللہ جمالِ ایزدی کے دیدار سے محروم رہ گئے ۔

اب ذرا **طور اور معراج** کا موازنہ تو کرو ۔

marfat.com

وہاں ۔ کوہِ طور ہے۔

اور یہاں ۔ حریم نور ہے۔

وہاں ۔ ندائے لن ترانی ہے۔

اور یہاں ۔ صدائے آجانی ہے۔

وہاں ۔ کوہِ طور جل گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بیہوش ہو گئے

اور یہاں ۔ محبوب کو عرش پر بلا کر ۔ اپنے سامنے بٹھا کر اور رخِ احدیت سے حجاب اٹھا کر فرمایا۔

مجھے جی بھر کے دیکھ لے۔

اور پھر اس کے دیکھنے کے بھی کمال ۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی

کہ دیکھتا ہی رہا اور آنکھ نہ جھپکی

جلوہ بقدرِ ظرفِ نظر دیکھتے رہے
کیا دیکھنا تھا انکو مگر دیکھتے رہے

وہاں ۔ حسنِ ازل کی معمولی سی تجلّی گری تو کوہِ طور جل گیا اور کلیم اللہ بیہوش ہو گئے

اور یہاں ۔ یہ معراج کی رات خلوتگاہِ نورِ قدیم میں بیٹھا اس حسنِ ازل کا بے پردہ و بے حجاب مشاہدہ کرتا ہے مگر اُسے کچھ بھی نہیں ہوتا۔

کیوں؟ ۔ اس لئے ۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو خدا جلال میں تھا اور جب حضرت مصطفٰے علیہ السلام نے دیکھا تو خدا **جمال** میں تھا۔

وہاں ۔ بقول رازی آواز آتی ہے کہ اے میرے پیارے کلیم

نہ تیری آنکھ دیکھے نہ چشمِ انبیاء دیکھے
مجھے دیکھے تو اے موسیٰ نگاہِ مصطفٰے دیکھے

marfat.com

اس لئے — کہ تمام انبیا میری صفات کے مظہر ہیں اور محمد میری ذات کا مظہر صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ

غرضیکہ — ہر نبی کو خاصۂ نبوّت کے ساتھ کسی نہ کسی صورت میں اور کسی نہ کسی رنگ میں معراج کا شرف حاصل ہوتا رہا ہے۔

لیکن — چونکہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم افضل الانبیاء ہیں اور آپ کے معراجِ پاک کا یہ عظیم الشان اور حیرت انگیز معجزہ بھی تمام انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے افضل و اعلیٰ اور برتر و بالاتر ہے اس لئے آپ نور کا حلّہ پہن کر ہزاروں فرشتوں کے جلوس میں کائیناتِ ارضی و سماوی کا سینہ چیر کر اور کون و مکان کی حدیں پھاند کر حریمِ خلوت گاہِ قدس اور قاب قوسین کی پر اسرار۔ جانفزا اور کیف و سرور سے بھرپور وادی میں جا پہنچے۔

ما عرفنا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

معراج کیوں ہوئی

اس کے متعلق اکثر علمائے حق نے بہت کچھ لکھا ہے جس کے دہرانے کی میں ضرورت محسوس نہیں کرتا۔ بس بلا تشبیہہ و مثال یوں سمجھئے کہ کسی ایک بادشاہِ وقت کو جس طرح پوراحق ہوتا ہے کہ جہاں تک اس کی بادشاہت و حکومت ہے وہ وہاں تک جائے اور اپنی مملکت کا معائنہ و مشاہدہ کرے۔ عوام سے ملے ملائے۔ رعیت کے مسائل، دکھ درد اور مصائب سُنے اور دیکھے۔ جانے اور ملاحظہ کرے کہ قوم کس حالت میں ہے۔ افراد خوش ہیں یا ناخوش راضی ہیں یا ناراض سکھی ہیں یا دکھی۔ کس مشکل و مصیبت میں مبتلا ہیں یا ہشاش و بشاش اور وہ کیا چاہتے ہیں اور کیا مانگتے ہیں۔

اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ لِلْعَالَمِیْنَ نَذِیْرًا، رحمۃ اللعالمین کا فتہ اللناس ہیں یعنی آپ کی حکومت و بادشاہت زمین و آسمانوں تک۔ فرش و عرش تک مکان و لامکاں تک اور تحت الثریٰ سے لے کر لوح و قلم تک ہے اس لئے وہ بھی جہاں تک انکی بادشاہی تھی وہاں تک گئے اور اپنی آسمانی و فلکی رعیت سے ملے۔ نوری امت کو دیکھا عرشی افراد سے گفتگو کی اور انعامات تقسیم کیئے۔

پھر اللہ تعالےٰ نے معراج پاک کی حکمت کو خود ہی بیان کر دیا لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا کہ تاکہ ہم اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔

ایک اور حکمت بھی ملاحظہ ہو !

marfat.com

میں نے عالمِ تخیلات اور تصورات کی دنیا میں کھو کر ایک عیسائی سے پوچھا خُدا ہے ؟

جواب ملا ۔ ہاں ۔ ہے ۔

پُوچھا ۔ تُجھے کیسے پتہ چلا ۔

کہنے لگا ۔ میں نے اپنے پادری سے سُنا ہے ۔

میں پادری کے پاس چلا گیا ۔

دریافت کیا ۔ خُدا ہے ؟

بولا ۔ ہاں ۔ ہے ۔

سوال کیا ۔ تجھے کیونکر علم ہُوا ؟

جواب ملا ۔ میرا پوپ کہتا ہے ۔

میں پوپ کے پاس جا پہنچا ۔

پوچھا ۔ اللہ ہے ؟

کہنے لگا ۔ ہاں ۔ ہے

دریافت کیا ۔ تُو نے کیسے سمجھا ؟

بولا ۔ میں نے اپنے نبی حضرت عیسٰی علیہ السلام سے سنا ہے ۔

میں اور گہرے سمندرِ (تخیلات میں) غوطہ زن ہو کر بارگاہِ ابن مریم میں عرض کی

خُدا ہے ؟

فرمایا ۔ ہاں ہے ۔

پُوچھا ۔ حضور ۔ آپ کو کیسے پتہ چلا ؟

فرمایا ۔ میں نے حضرت جبریل سے سُنا ہے ۔

پھر میں اسی سمندر میں غرق ہو کر تمام انبیاء علیہم السلام کی خدمت میں عرض کی،

خُدا ہے ۔ ؟

marfat.com

سب نے جواب دیا ۔ ہاں ۔ ہے ۔

دریافت کیا۔ آپ کو کیونکر علم ہوا ؟

تمام نے فرمایا ۔ ہم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے سُنا ہے ۔ وہ کہتا ہے۔ خدا ہے تو ہم بھی سمجھتے ہیں کہ خدا ہے ۔

پھر میں نے آخر میں پوری فروتنی ۔ انکساری، تواضع اور عاجزی سے اور پورے ادب و احترام سے مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے بارگاہ ختم رسل صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کی اے کملی والے اللہ کے محبوب ۔ خدا ہے ؟ آپ نے نگاہِ لطف و کرم سے میری طرف دیکھا اور نہایت ہی محبت و شفقت اور پیار و الفت سے فرمایا ۔ ہاں ۔ ہے ۔

عرض کی ۔ اے آقائے دو عالم ۔ رحمت دو جہاں ۔ والی کون و مکان اور تاجدار فرش و عرش آپ کو کیسے پتہ ہے ؟

فرمایا ۔ میں خدا کو دیکھ کے آیا ہوں ۔[1]

(۱) رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ (مشکوات شریف ص ۶۹۔۷۰)

کہ میں نے اپنے رب کو حسنِ صورت میں دیکھا ہے ۔

گویا کہ تمام انبیا نے حضرتِ جبریل سے سنکر کہا کہ خدا ہے لیکن رسولِ پاک نے خدا کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھ کر فرمایا کہ ۔ خُدا ہے ۔

اور منشائے الٰہی بھی یہی تھا اور تقاضائے قدرت بھی یہی ہونا چاہیئے تھا کہ اس سے پہلے ہر نبی نے جبریل سے سنکر ہی میرے خدا ہونے کا اعلان کیا مگر کوئی ہستئ پاک ایسی بھی ہونی چاہیئے کہ مجھے دیکھ کر میرے خدا ہونے کا اعلان کرے ۔

درۃ الناصحین فی الوعظ والارشاد ۔ تالیف عثمان بن حسن بن احمد الشاکر الخوبوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مطبوعہ مصر ص ۱۱۷ - ۱۱۸ میں صاحب کتاب معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب اور اس کی حکمتیں بیان کرتے ہوئے یہ بھی لکھتے ہیں ۔ اِنَّ الْاَرْضَ اِفْتَخَرَتْ عَلَی السَّمَاءِ

(۱) مشکوۃ شریف ص ۶۹۔۷۰

فَقَالَتِ الْاَرْضُ اَنَا خَیْرٌ مِّنْكَ لِاَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی زَیَّنَنِیْ بِالْبِلَادِ وَالْبِحَارِ وَالْاَنْھَارِ وَالْاَشْجَارِ وَالْجِبَالِ وَغَیْرِہٖ۔ کہ زمین نے آسمان پر فخر کرتے ہوئے کہا کہ میں تجھ سے افضل وبہتر ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہروں۔ دریاؤں۔ نہروں درختوں۔ پہاڑوں اور دوسری کئی چیزوں سے مجھے زینت بخشی ہے۔

فَقَالَتِ السَّمَاءُ۔ اَنَا خَیْرٌ مِّنْكَ۔ لِاَنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالْکَوَاکِبَ وَالْاَفْلَاكَ وَالْبُرُوْجَ وَالْعَرْشَ وَالْکُرْسِیَّ وَالْجَنَّۃَ فِیَّ۔

آسمان نے جواب دیا کہ اے زمین میں تجھ سے بہتر و افضل ہوں۔ اس لئے کہ مجھ میں سورج چاند ستارے۔ افلاک۔ بروج۔ عرش۔ کرسی اور جنت ہے۔

وَقَالَتِ الْاَرْضُ فِیَّ بَیْتٌ مَّزُوْرَۃٌ وَّیَطُوْفُ بِہِ الْاَنْبِیَاءُ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْاَوْلِیَاءُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ عَامَّۃً۔

زمین نے پھر کہا کہ اے آسمان مجھ پر خانہ کعبہ ہے جس کا طواف تمام انبیاء و مرسلین اولیاء و تمام مومنین کرتے ہیں۔ اور اسکی زیارت بھی کرتے ہیں۔

وَقَالَتِ السَّمَاءُ۔ فِیَّ الْبَیْتُ الْمَعْمُوْرُ یَطُوْفُ بِہِ الْمَلَائِکَۃُ السَّمٰوٰتِ۔ وَفِیَّ الْجَنَّۃُ الَّتِیْ ھِیَ مَاوٰی اَرْوَاحِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاَرْوَاحِ الْاَوْلِیَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ۔

آسمان نے پھر جواب دیا کہ مجھ میں بیت معمور ہے جس کا طواف آسمانوں کے فرشتے کرتے ہیں۔ اور مجھ میں جنت ہے جو تمام انبیاء و مرسلین اور تمام اولیاء و صالحین کے مقدس ارواح کا ٹھکانہ ہے۔

وَقَالَتِ الْاَرْضُ۔ اِنَّ سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ وَحَبِیْبَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَاَفْضَلَ الْمَوْجُوْدَاتِ عَلَیْہِ اَکْمَلُ التَّحِیَّاتِ وَطَنُہٗ فِیَّ وَاَجْرٰی شَرِیْعَتَہٗ عَلَیَّ۔

marfat.com

اور زمین نے آسمان سے پھر کہا کہ سید المرسلین، ختم النبیین اور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا وطن مالوف مجھ پر ہے اور آپ کی شریعت مطہرہ بھی مجھ پر جاری ہے۔ لہذا اے آسمان میں تجھ سے افضل و برتر ہوں۔

جب آسمان نے یہ سُنا تو اس کا جواب دینے میں عاجز رہا اور خاموش ہو گیا۔ پھر آسمان نے اللہ کریم کی طرف رجوع کیا۔ اور عرض کی اے ربِ کریم تو ہی پریشانی و مضطرب حالت میں مشکلکشائی کرنیوالا ہے۔ میں زمین کو جواب دینے میں عاجز آ گیا ہوں۔ اب میں تیری بارگاہِ ایزدی میں التجا کرتا ہوں۔ اَنْ تُصْعِدَ مُحَمَّدًا اِلَیَّ فَاَتَشَرَّفُ بِہٖ کَمَا تَشَرَّفَتِ الْاَرْضُ بِجَمَالِہَا۔ کہ اپنے پیارے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو مجھ پر بھی لا اور مجھے بھی انکے قدومِ مقدس سے مشرف کر جس طرح کہ تو نے زمین کو یہ شرف بخشا ہے فاجاب دعوتہا پس اللہ کریم نے آسمان کی دعا و التجا کو قبول کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج اور سیر آسمانی کرائی۔

زمیں بولی کہ مجھ پر انبیاء و اولیا ہونگے
فلک بولا کہ مجھ پر بھی ملائک باصفا ہونگے
فلک بولا ستاروں سے مزین میرا سینہ ہے
زمیں بولی کہ مجھ پر طور ہے مکہ مدینہ ہے
فلک بولا کہ مجھ پر چاند کیسا نور والا ہے
زمیں بولی کہ مجھ پر ایک کالی کملی والا ہے
فلک بولا کہ میرے ابر سے بادل برستا ہے
زمیں بولی محمد کی یہ تربت کو ترستا ہے
فلک بولا کہ عرش و کرسی و لوح و قلم مجھ پہ
زمیں بولی محمد مصطفٰے کے ہیں قدم مجھ پر

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

شب اسرا

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۵

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے خاص بندے کو رات کے تھوڑے سے حصّہ میں مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔ وہ مسجد اقصیٰ جس کے اردگرد اور چاروں طرف برکت ہی برکت ہے۔ اور یہ سیر اس لئے کرائی تاکہ ہم اپنے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھا دیں۔ کیوں کہ وہ سُننے اور دیکھنے والا ہے۔

نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم چونکہ افضل الانبیاء۔ سرورِ پیغمبراں اور تمام نسلِ انسانی کے سردار ہیں اس لئے آپ کو بارگاہِ لامکاں میں وہاں تک رسائی حاصل ہوئی کہ اس سے پہلے کسی نبی و رسول کو وہاں تک یہ رسائی حاصل نہ ہو سکی۔ اور نہ ہی آئندہ کسی فرزندِ آدم کا قدم اور وہم و گمان وہاں تک پہنچ سکے گا۔

اور آپ کو اس لاہوت میں وہ کچھ دکھایا گیا اور ایسے عجیب و غریب

marfat.com

مناظر کا مشاہدہ کرایا گیا جو اس سے قبل انسانی عقل وشعور سے باہر رہے تھے اور آئندہ بھی رہیں گے! اور چونکہ یہ حیرت انگیز سفر اور محیّر العقول واقعہ ہماری مادی دُنیا سے ماوراء اور انسانی فہم و ادراک قیاس و فراست اور وہم وگمان کی سرحدوں سے بالاتر ہے اس لئے اس کے متعلق آج تک یہ بحث چلی آرہی ہے کہ رسُولِ اکرم علیہ السّلام کا یہ سفرِ لامکان اور واقعۂ معراج جسمانی تھا یا روحانی اور خواب تھا یا بیداری — میرے خیال میں یہ تمام سوال وجواب اور بحث و اعتراض محض اس لئے پیش آئے کہ کچھ لوگوں نے نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اس عظیم الشان معجزہ کو اپنی عقلِ نارسا کے ذریعہ سمجھنے کی کوشش کی حالانکہ یہاں عقل وشعور کا کوئی دخل نہیں — بات عشق و محبّت کی ہے۔

صاحبِ تاجِ لولاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کا یہ معجزانہ سفر سیر اور معراج کہلاتا ہے۔ سیر کے معنیٰ رات کو چلانے اور لے جانے کے ہیں اور چونکہ یہ عظیم الشان سفر بھی رات کے کسی اور کچھ حِصّہ میں پیش آیا اس لئے اسے سیر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

اور معراج کے معنیٰ اُوپر چڑھنے اور پستی سے بلندی پر جانے کے ہیں اور احادیثِ مبارکہ میں حضور علیہ السّلام نے خود یہ فرمایا ہے — عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ — کہ مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا۔ اس لئے اسے **معراج** کہا گیا ہے۔

شیخ عبدالحق محقق و محدّث دہلویؒ لکھتے ہیں۔

کہ بردن آنحضرت است از مکّہ بمسجد اقصیٰ ثابت است از بکتاب اللہ ومنکر آں کافر است — و از آنجا بآسماں بردن کہ

marfat.com

معراج نام است ثابت است باحدیثِ مشہور کہ منکر آں مبتدع وفاسق و مخذول است۔ وثبوت دیگر از جزیات عجائب و غرائب۔ احوال و اخبار کہ منکرِ آں جاہل و محروم است۔

کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام کو مکّہ مکرمہ سے مسجدِ اقصٰی تک لے جایا گیا اور چونکہ اس کا ثبوت کتاب اللہ یعنی قرآنِ پاک سے ثابت ہے لہذا اس کا منکر کافر ہے۔

اور پھر وہاں سے آسمانوں۔ سدرۃ المنتہٰی اور عرشِ پاک تک لے جانے کا نام معراج ہے اور چونکہ یہ بھی معتبر اور مشہور احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہے اس لئے اس کا منکر فاسق وفاجر اور بدعتی و پاگل ہے ۔ اور چونکہ دیگر عجیب و غریب مناظر و احوال بھی حدیثوں سے ثابت ہیں لہذا ان کا منکر جاہل و محروم ہے۔

قرآنِ پاک کی سورۃ بنی اسرائیل اور النجم کے علاوہ احادیث کی مندرجہ ذیل کتابوں میں بھی واقعۂ معراجِ مصطفٰے علیہ السّلام بڑی شرح وبسط کے ساتھ مذکور ہے۔

مسلم شریف جلد ا صفحہ نمبر ۹۱-۹۲-۹۳-۹۴ باب الاسرا۔ بخاری شرح جلد ا صفحہ نمبر ۵۰-۵۱۔ کتاب الصلوٰۃ۔ باب کیف فرضت الصلوٰۃ بخاری شریف جلد ا صفحہ نمبر ۵۴۸۔ ۵۴۹ کتاب التوحید مشکوٰت شریف صفحہ نمبر ۵۲۶- ۵۲۷ باب المعراج۔ ترمذی شریف جلد ۲ تفسیر سورۃ النجم۔ نسائی شریف۔

اس کے علاوہ بھی تقریباً ہر تفسیر وسیرت کی کتابوں میں اس عظیم الشان واقعہ کی تصریح موجود ہے مثلاً" المواہب۔ زرقانی۔ شفا

marfat.com

امام بخاری و امام مسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہما نے متعدد اکابر صحابہؓ کرام سے اس واقعہ کو روایت کیا ہے۔

مثلاً ــــ حضرت ابوذر۔ حضرت مالک بن صعصعہ۔ حضرت انس بن مالک حضرت ابوہریرہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود۔ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ نزہت المجالس۔ مدارج النبوت۔ معارج النبوت وغیرہ۔

آئیتِ پاک کے لفظ عبدہ پر ہی غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھُل جاتی ہے کہ معراج جسمانی تھا اس لئے کہ عبد تنہا روح کو نہیں کہتے بلکہ روح مع الجسم کو کہتے ہیں جیسا کہ قرآنِ مجید کی دوسری آیات میں اس حقیقت کا بین ثبوت ملتا ہے۔ مثلاً

۱؎ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِی

۲؎ وَاَوْحَیْنَآ اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِی

خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو حکم فرمایا وحی کے ذریعے کہ میرے بندوں کو رات کے وقت مصر سے لے کر نکل جاؤ۔

ان آیات سے دونوں چیزیں ثابت ہوگئیں پہلی یہ کہ عبد۔ عباد (بندہ۔ بندے) تنہا رُوح اور ارواح کو نہیں کہتے بلکہ رُوح مع الجسم اور ارواح مع الجسم کو کہتے ہیں۔

عبد کا لفظ قرآنِ پاک میں پڑھنے کے باوجود بھی جو عقل کے اندھے اور

۱؎ سورۃ طٰہٰ آئیت ۷۷

۲؎ سورۃ الشعراء۔ آئیت ۵۲

marfat.com

منطق و فلسفہ کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے لوگ معراج پاک کو روحانی مانتے ہیں۔ بتائیں کہ کیا حضرتِ موسیٰ علیہ السلام مصر سے رات کے وقت ان کی ارواح کو لے کر نکلے تھے یا وہ لوگ (خدا کے بندے) بجسدِ عنصری اور ارواح مع الجسم تھے؟

اگر وہ لوگ محض اور تنہا ارواح تھے تو دلائل سے ثابت کریں اور اگر بجسدِ عنصری اور ارواح مع الجسم تھے تو پھر سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ[1] میں عبد (بندہ) کو بجسدِ عنصری اور رُوح مع الجسم ماننے میں کون سی خرابی کیا قباحت اور کیسی مصیبت ہے۔

یا یہ آیت۔ قُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ـــــ کہ اے میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم میرے بندوں کو فرما دو کہ اچھی طرح باتیں کیا کریں۔

کیا یہاں بھی عبادی سے مراد (میرے بندے) تنہا ارواح ہیں؟ ـــــ نہیں ـــــ تو پھر وہاں بھی عبد سے مراد تنہا رُوح نہیں ہے بلکہ روح مع الجسم اور بجسدِ عنصری ہے اور حالتِ بیداری میں ہے۔

اور پھر درویشِ لاہوری اقبال مرحوم نے (عبدہ) کی تشریح و تصریح کر کے روحانی و جسمانی اور خواب و بیداری کے عقیدہ کو حل کر کے رکھ دیا ہے۔ وہ کہتا ہے۔

عبد دیگر عبدہ چیزے دگر
ما سراپا انتظار او منتظر!

---

[1] سورۃ بنی اسرائیل آیت ۵۳

marfat.com

کس ز سّرِ عبدہ آگاہ نیست

عبدہ جز سرّ الا اللہ نیست

کہ محض عبد یعنی بندہ اور چیز ہے اور عبدہ یعنی اس کا بندہ ہونا اور چیز ہے۔ ہماری یہ حالت ہے کہ ہم خدا کی رحمت کا ہر وقت انتظار کرتے رہتے ہیں لیکن عبدہ یعنی اس کے بندے کی شان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ خود ہر وقت اس کا انتظار کرتا رہتا ہے۔

اور ___ کوئی بھی عبدہ یعنی اس کے بندہ کے بھید سے واقف نہیں ہے ___ اور سچ پوچھو تو عبدہ سوائے الا اللہ کے راز کے اور کچھ بھی نہیں ہے اقبال ہی کہتا ہے۔

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفےٰ سے مجھے

کہ بشریت کی زد میں ہے گردوں

کہ آمنہ رضؓ کے لال علیہ السلام کے معراج پاک سے مجھے یہ سبق ملا ہے کہ ہم بھی بشر ہیں لیکن کسی کوٹھے پر نہیں چڑھ سکتے اور ایک وہ بھی بشر (عبدہ) ہے یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ہفت افلاک۔ ہشت جنت۔ لوح وقلم۔ کرسی وعرش۔ شمس وقمر اور کہکشاں و ستارے اس کی زد میں ہیں۔ اس کے ماتحت ہیں۔ اس کے زیر نگیں ہیں۔ اس کی رعیت ہیں اور اس کی اُمّت ہیں اور پھر لفظ سُبحان پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ یہ واقعۂ معراج اور سفر لامکاں کوئی معمولی واقعہ اور عوامی سفر نہیں تھا بلکہ بڑا ہی حیرت انگیز اور بہت ہی تعجب خیز تھا ___ اور اہلِ عرب کسی امر عجیب اور حیرت انگیز واقعہ کے وقوع کے وقت سُبحان کا لفظ بولا کرتے تھے اور یہ صرف اہلِ عرب پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ دنیا

marfat.com

کا ہر انسان کسی تعجب خیز اور عجیب و غریب چیز کو دیکھ کر یا کسی ایسے ہی واقعہ کے وقت لفظ سُبحان بولتا ہے۔

(۲) اگر کفارِ مکہ میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج اور سیرِ ملکوت کے متعلق سُن کر استہزاء کریں اور اسے جھٹلائیں تو سُبحانَ الَّذِی ۔۔۔ فَیَکُوْنُ الْمَعْنٰی تَنَزَّہَ اللّٰہُ اَنْ یَّتَّخِذَ رَسُوْلًا کَذَّابًا ۔۔۔ یعنی اس کا معنٰی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹ بولنے سے پاک رکھا ہے۔

یا یہ ۔۔۔ کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے اس دجل و فریب اور کذب و افتراء سے پاک ہے جو میرے رسول پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہیں۔

یا یہ ۔۔۔ کہ فَکَانَ اللّٰہُ عَجَّبَ مِنْ خَلْقِہٖ بِمَا اَسْنَدُوْا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْاِسْتِھْزَاءِ وَالسُّخْرِیَّۃِ ۔۔۔ کہ اے اہلِ عرب اور اے قریشِ مکہ تم تو کسی عجیب شے کو دیکھ کر لفظ سُبحان بولتے ہو اور میں تمہارے یہ کہنے پر سُبحان کہتا ہوں کہ تم نے میرے محبوب کی طرف جھوٹ بولنے کی نسبت کی ہے ۔۔۔۔۔ اور یہ بھی تو بڑی عجیب بات ہے۔

اور یا یہ ۔۔۔ کہ اس واقعہ کو سن کر حیران ہونے والو۔ اور میرے رسولِ پاک سے یہ پوچھنے والو کہ تو رات کے قلیل وقت میں کیسے گیا اور کیسے آ گیا۔ یہ حقیقت میرے محبوب سے نہ پوچھو ۔۔۔ بلکہ مجھ سے پوچھو کہ میں لے کیسے گیا ۔۔۔ اس لئے کہ وہ خود کب گیا ہے۔ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی ۔۔۔ اسے

لہ درۃ الناصحین صد ۱۱۲

تو میں لے گیا ہوں ۔۔ اور اگر تم یہ سوال کرو گے تو میں تمہارے سوالات و اعتراضات
سے پاک ہوں ۔

(۳) اور اس محیّر العقول اور تعجب خیز واقعہ کو لفظ سُبحان سے اس لئے
بھی شروع کیا کہ تسبیح تحمید سے مقدّم ہے[1]

مثلاً ۔۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ اور
فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ

بجز ابتلا تو شریفی و عزیز
تو نبی پروانہ آں شمع تیز

[1] درۃ الناصحین صـ ۱۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

جیسا مہمان ویسا سامان

یہ ایک فطری تقاضا ہے کہ ہر انسان اپنی حیثیت و توفیق اور بساط و استطاعت کے مطابق اپنے آنے والے کسی مہمان کو خوش کرنے کی خاطر اس کی شان و عظمت کے پیش نظر انتظام و سامان کر کے حقیقی خوشی اور قلبی راحت محسوس کرتا ہے اور ہر ممکن کوشش کرتا ہے کہ میرا یہ معزز مہمان ہر طرح اور ہر لحاظ سے مجھ پر خوش ہو جائے۔

مہمانِ عالی ـــــ اور پھر کسی اسلامی مملکت کے سربراہ کی آمد سے پہلے تمام راستے سجا دیئے جاتے ہیں۔ قالین بچھا دیئے جاتے ہیں اور دروازے لگا دیئے جاتے ہیں۔ خوبصورت محرابیں کھڑی کر دی جاتی ہیں۔ ہر گلی و بازار کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سنوارا جاتا ہے۔ درو دیوار پر نقش و نگار کر دیا جاتا ہے۔ ہر طرف روشنی۔ چراغاں اور بجلی کے قمقموں سے ضیا پاشی کی جاتی ہے رات کو چراغاں اور شمعیں فروزاں کر کے کہکشاں کا سا سماں پیدا کر دیا جاتا ہے لوگ خراماں خراماں۔ ہر انسان خوشی و مسرت میں ڈوبا ہوا اور ہر آدمی کیف و سرور میں کھویا ہوا نظر آتا ہے۔ حکومت کے کارندے۔ اراکین سلطنت۔ وزراء امراء۔ سرکاری و غیر سرکاری ملازمین۔ فوج و غیر فوجی افسران اور معززین شہر

marfat.com

اپنے آنے والے معزز۔ پرشکوہ۔ باعظمت اور صاحبِ جاہ وجلال مہمان کے استقبال کے لیئے دیدہ و دل فرشِ راہ کئے باوقار۔ پُرسکون اور پورے نظم و ضبط کے ساتھ کھڑے ہوئے سربراہِ مملکت کی راہ تک رہے ہوتے ہیں تاکہ دیکھنے والے یہ جان لیں کہ " جیسا مہمان ویسا انتظام "

مسیح بر فلکِ چہار بیقرار گرفت
کلیم بر جبلِ طور اعتبار گرفت

غلام ہمت آنم کہ فوقِ کون و مکاں
براقِ عزم دوانید کہ دستِ یار گرفت

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شبِ اسریٰ

یعنی

شبِ وصالِ آئی

اور پھر وہ نیک ساعت اور مبارک گھڑی بھی آ پہنچی کہ جو سیّاحِ لامکاں کی سیرِ ملکوت کے لئے مقرر تھی۔ دیوانِ قضا و قدر اور ایوانِ احکم الحاکمین سے خاص احکامات اور خصوصی ہدایات کا اعلان ہوا ___ کہ آج کی رات زمانے کی حرکت بند کر دی جائے۔ کاروبارِ حیاتِ ارضی و سماوی روک دیئے جائیں ___ مملکتِ آب و خاک کے تمام مادی قواعد و ضوابط تھوڑی دیر کے لئے معطل کر دیئے جائیں ___ اور زمان و مکان ___ سفر و اقامت اور تخاطب و کلام کی ساری طبعی پابندیاں اٹھا دی جائیں ___ ستاروں کی گردش ___ سورج کی رفتار اور چاند کی مسافت روک دی جائے۔

ملائکہ آسمان کو حکم ہوا کہ آج تمام آسمانوں کو اچھی طرح سے سجا کر ان کے ہر دروازے پہ خوبصورت و خوش نما محرابیں کھڑی کر کے ہر محراب کی پیشانی پہ یہ کتبے لکھ کر آویزاں کر دیئے جائیں۔

پہلے آسمان پہ ___ هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ۔

marfat.com

- دوسرے آسمان پر ـــ وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔
- تیسرے آسمان پر ـــ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔
- چوتھے آسمان پر ـــ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔
- پانچویں آسمان پر ـــ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِیِّ یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔
- چھٹے آسمان پر ـــ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔
- ساتویں آسمان پر ـــ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا[1]

رضوانِ جنّت کو فرمان ملا کہ آج ہر قسم کے سازو سامان حُسن و زینت اور ہر طرح کے رنگ و روغنِ خوشنمائی سے مہمان خانۂ غیب کو مزیّن کر دیا جائے کیوں کہ شاہدِ کائنات آج یہاں مہمان بن کر آ رہا ہے۔ حاملانِ عرش کو حکم ہوا کہ عرش کے چاروں طرف موتیوں کی جھالریں لٹکا دو اور پوری فضائے آسمان اور دوسرے عالم کون و مکان میں انوار و تجلّیات کی بارش کر دو اور مہمان کے آنے کے تمام راستے پاک و صاف کر کے لوبان و عطر سے معطّر کر دو

وَیَا جِبْرِیْلُ زِدْ مِنْ ضَوْءِ الشَّمْسِ عَلٰی ضَوْءِ الْقَمَرِ مِنْ ضَوْءِ الْقَمَرِ عَلٰی نُوْرِ الْكَوَاكِبِ۔

اور اے جبریلؑ آج رات شمس و قمر کی روشنی زیادہ کر دے اور ستاروں

ا؎ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۳۲

marfat.com

کی چمک دمک میں بھی اضافہ کر دے۔

فَقَالَ یَا رَبِّ اَقْتَرَبَ قِیَامُ السَّاعَۃِ. قَالَ لَا وَلٰکِنْ لَنَا اللَّیْلَۃَ مَعَ یَتِیْمِ اَبِیْ طَالِبٍ سِرٌّ

جبریلؑ نے عرض کی۔ یا الٰہی۔ کیا قیامت قریب آ گئی ہے۔

فرمایا — نہیں — آج رات میرے اور ابو طالب کے دُرِّ یتیم کے درمیان راز و نیاز کی رات ہے۔

وَیَا جِبْرَئِیْلُ وَافْتَحْ اَبْوَابَ الرَّحْمَۃِ وَارْفَعِ الْعَذَابَ

اور اے جبریلؑ آج کی رات رحمت کے دروازے کھول دو اور عذاب اٹھا دو۔

قَالَ — اَقَامَتِ السَّاعَۃُ —

عرض کی — یا الٰہی — کیا قیامت قائم ہو گئی؟

قَالَ — لَا — وَلٰکِنِ اللَّیْلَۃَ لَنَا مَعَ حَبِیْبٍ خَلْوَۃٌ وَمَعَ قُرْبٍ جَلْوَۃٌ۔

فرمایا — نہیں — لیکن آج کی رات میرے اور میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ جلوت و خلوت میں قرب و وصال ہے۔

اور پھر حکم ہوا — اے جبریلؑ

خُذْ عَلَمَ الْہِدَایَۃِ وَیَا مِیْکَائِیْلُ خُذْ عَلَمَ الْقَبُوْلِ۔

کہ رشد و ہدایت اور حق و صداقت کا پرچم پکڑ لو اور اے میکائیل تو شرف قبولیت کا جھنڈا اٹھا لے اور دونوں ستّر ہزار فرشتوں کی نورانی جماعت لے کر میرے محبوب پاک علیہ السّلام کے دروازہ پہ باادب طریقہ سے کھڑے ہو جاؤ اور تمام فرشتے اور سب حوریں مقدّس مہمان کے استقبال کے لیے صفیں باندھ کر

marfat.com

دست بستہ قیام میں ہو جائیں۔

پھر روح الامین نے فرمایا کہ وہ برق رفتار سواری جو خطۂ[1] لاہوت کے مسافروں کے لئے مخصوص ہے اسے بنا سنوار کر تیار کر دو — اور

لَا تُسَبِّحِ هٰذِہٖ اللَّیْلَۃِ — اور آج رات میری تسبیح و تہلیل کو چھوڑ کر میرے محبوب کے لئے انتظامات کر دو۔

پھر ملک الموت کو حکم ہوا یَاعِزْرَمِیْلُ لَا تَقْبِضْ لَاْرْوَاحَ هٰذِہٖ اللَّیْلَۃِ[2]۔ کہ آج عزرائیل آج کی رات کسی کی رُوح قبض نہ کرنا

کیوں — اس لئے کہ

موت میں ہجر و فراق ہوتا ہے — جُدائی و دوری ہوتی ہے۔ رنج و غم ہوتا ہے۔ آہ و بکا ہوتی ہے اور رونا اور آنسو ہوتے ہیں۔

مگر — آج کی رات وصل و ملاقات کی رات ہے۔ قرب و حضوری کا وقت ہے۔ خوشی و مسّرت کی گھڑی ہے — کیف و سرور کی ساعت ہے اور خنداں و تبسّم کی شب ہے۔

غرضیکہ — خالقِ کائنات ربِّ دوجہاں نے اپنے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لئے انتظامات مکمّل کر لئے تو ملائکہ آسمانی بارگاہِ ربُ العزّت میں حاضر ہوئے۔

بقول شاعر عرض کی — یا الٰہ العالمین ۔

یہ چراغ کیوں جلایا جا رہا ہے
یہ فرش کیوں بچھایا جا رہا ہے

---

[1] درۃ الناصحین صہ ۱۱۸   [2] درۃ الناصحین صہ ۱۱۸

marfat.com

اور ـــ یہ عرش کیوں سجایا جا رہا ہے

فرمایا ـــ محمدؐ کو بلایا جا رہا ہے

تمہیں پتہ نہیں ـــ آج سیّد المرسلین ـــ خاتم النبیین! شفیع المذنبین اور محبوب رب العالمین آ رہا ہے۔

باعثِ تخلیقِ عالم۔ فخرِ بنی آدم۔ ہادی السبل۔ مختارِ کل اور ختم الرسل آ رہا ہے۔

اور آج ـــ یتیموں کا والی ـــ غریبوں کا سہارا ـــ گنہگاروں کا حامی اور بے کسوں کا داتا آ رہا ہے!

اور آج ـــ دونوں جہان کے راج والا ـــ لولاک کے تاج والا۔ عاصیوں کی لاج والا اور پاک معراج والا آ رہا ہے۔

ادھر محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے انتظامات کی تکمیل ہو رہی تھی اور ادھر۔

[1] حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس رات سویا ہوا تھا ـــ پھر میں اٹھا تو فَرَأَيْتُ الدُّنْيَا بَيْضَاءَ مِثْلَ النَّهَارِ فَأَرَدْتُ أَنْ أَصْرُخَ بِالنَّاسِ قَامَتِ الْقِيَامَةُ

پس میں نے دنیا کو دن کی طرح روشن دیکھا ـــ میں نے ارادہ کیا کہ لوگوں کو آواز دوں کہ دنیا والو ہوش کرو قیامت برپا ہو گئی۔ لیکن ہاتفِ غیبی نے پکارا

أَمْسِكْ يَا ابْنَ عَفَّانَ فَقَدْ رَقِيَ الْمَحْبُوبُ إِلَى الْحَبِيبِ

کہ اے عفّان کے بیٹے عثمان خاموش رہو آج تو محب و محبوب کی ملاقات کی

---

[1] نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۲۵

marfat.com

رات ہے۔

معراج رات کو کیوں ہوئی

لَیْلاً — نکرہ پر تنوین سے ثابت ہے کہ معراج رات کے کچھ — بعض اور تھوڑے سے حصّہ میں ہوئی۔

اور — معراج رات کو کیوں ہوئی ؟

اس کی کئی وجوہات ہیں۔

(۱) رات غیب سے ہے اور دن شہادۃ سے اور ایمان بالغیب ایمان بالشہادۃ سے افضل ہے۔

مطلب یہ کہ اگر نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو معراج دن کو ہوتی تو تمام لوگ دیکھ لیتے اور اس روشن حقیقت کو فوراً تسلیم کر لیتے مگر رات کے وقت نہ کسی نے حضور علیہ السلام کو جاتے دیکھا اور نہ ہی کسی نے آتے دیکھا۔ گویا کہ اللہ کریم نے ہر چیز کو چھپائے رکھا۔ پوشیدہ رکھا اور لوگوں سے نہاں رکھا اور پردۂ غیب میں رکھا کہ دیکھوں کہ کتنے اور کون مسلمان اس غیب پر ایمان لاتے ہیں۔

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ — کہ متقی اور خوفِ خدا رکھنے والے وہ لوگ ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں — اور نظر نہ آنے والی اور نہ دکھائی دینے والی چیزوں کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً لوح و قلم — کرسیؔ و عرش۔ اور جنّت و دوزخ وغیرہ۔

اور — اس رازِ نہانی اور حقیقتِ غیبی پر سب سے پہلے ایمان لانے والے اور معراجِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو سب سے پہلے تسلیم کرنے والے حضرت سیّدنا ابوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اس لئے وہ افضل البشر بعد الانبیاء ہیں۔

marfat.com

(۲) لِاَنَّ الْمَلِكَ لَا یَدْعُوْ لِحَضْرَاتِہٖ لَیْلًا اِلَّا مَنْ ھُوَ خَاصٌّ عِنْدَہٗ۔

رات کو معراج اس لئے ہوئی کہ بادشاہ رات کو اپنے پاس خاص اور راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لئے اسی کو بلاتے ہیں جو اُن کے نزدیک ساری مملکت اور ساری رعیت میں خاص اور منظورِ نظر آدمی ہوتا ہے۔

(۳) وَجَعَلْنَا اللَّیْلَ لِبَاسًا وَّ جَعَلْنَا النَّھَارَ مَعَاشًا۔

دن میں دوڑ دھوپ۔ روزی کمانے کا دھندا اور شور و ہنگامہ ہوتا ہے۔ اور رات کو سکون و اطمینان۔ راحت و آرام اور کیف و سرور ہوتا ہے۔

(۴) یہ کہ رات دن سے افضل ہے۔

وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ ــــ اِنَّا اَنْزَلْنَاہُ فِیْ لَیْلَۃِ الْقَدْرِ ــــ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ اللَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا

اے میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم رات کو اُٹھ کر تہجّد کی نماز پڑھا کر ــــ ہم نے قرآنِ پاک کو رات میں نازل کیا ــــ اے کملی اوڑھ کر سونے والے میرے محبوب رات کو تھوڑے وقت کے لئے اٹھا کر۔

مشکوٰت شریف صہ ۱۰۹ ــــ حدیثِ قدسی میں ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا یَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَکَ وَ تَعَالیٰ کُلَّ لَیْلَۃٍ اِلَی السَّمَاءِ ــــ کہ ہر رات کے تیسرے حصّہ میں اللہ تعالیٰ پہلے آسمان پہ اپنی رحمت و بخشش سے جلوہ گر ہوتا ہے۔

یَقُوْلُ مَنْ یَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِیْبَ لَہٗ مَنْ یَّسْئَلُنِیْ فَاُعْطِیَہٗ وَمَنْ یَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَہٗ۔

marfat.com

بخاری و مسلم شریف کے حوالہ سے

اور پھر خداوندِ کریم خود پکارتا ہے کہ کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے گناہوں کی معافی طلب کرے اور میں اسے بخش دوں۔

(۵) اِنَّمَا کَانَ الْمِعْرَاجُ بِاللَّیْلِ لِاَنَّهٗ اَفْضَلُ مِنَ النَّهَارِ لِتَقَدُّمِهٖ فِی الْخَلْقِ عَلَیْهِ۔ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ وَغَیْرُهٗ لِقَوْلِهٖ تَعَالٰی وَاٰیَةٌ لَّهُمُ اللَّیْلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ۔

اور پھر معراجِ پاک رات کو اس لئے ہوئی کہ رات دن سے افضل ہے کیوں کہ رات دن سے پہلے پیدا کی گئی ہے جس طرح کہ حضرتِ ابنِ عباس رض اور ان کے دوسرے ساتھی فرماتے ہیں ......

(۶) وَاِنَّمَا کَانَ الْمِعْرَاجُ بِاللَّیْلِ یَرُدُّ عَلَی الثَّنَوِیَّۃِ قَوْلُهُمُ النَّهَارُ خَالِقٌ لِلْخَیْرِ وَاللَّیْلُ خَالِقٌ لِلشَّرِّ

اور معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اس لئے بھی ہوئی تاکہ فرقہ ثنویہ کا رد ہو جائے جو یہ کہتے ہیں کہ دن بھلائی و نیکی کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور رات گناہ و برائی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے رات کو معراج کروا کے رات کو فضیلت و کرامت عطا کی تاکہ لوگوں کو پتہ چل جائے

اِنَّ الْخَیْرَ وَالشَّرَّ بِقُدْرَۃِ اللّٰهِ تَعَالٰی

کہ خیر و شر۔ بھلائی و برائی اور نیکی و معصیت صرف اللہ تعالیٰ کی

imarfat.com

قدرت سے ہوتا ہے۔

(۷) شیخ تو یہ ہے کہ

"شب آمد برائے عشق بازاں"

سیمرغ روح ہیچ کس از انبیاء نرفت
آنجا کہ تو ببال کرامت پریدہ ای

ہرکس بقدر خویش بجائے رسیدہ است
آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جبریلؑ و بُرّاق

مہمان سرائے غیب کے شاہد و علیم اور وسعتِ لامکان کے سیاح و خبیر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے انتظامات جب مکمل ہو گئے تو ایوانِ قدرت سے حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم ملا کہ جاؤ اور جنّت سے اس برق رفتار سواری بُرّاق کو بنا سنوار کر تیار کرو جو روزِ اوّل سے ہی ملکوت کے مسافر کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔

حکم ملتے ہی روح الامین جنّت میں پہنچے ـــــ دیکھا تو چالیس ہزار بُرّاق ہیں اور ہر بُرّاق کی پیشانی پہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے

جبریل حیران ہے کہ محبوبِ خدا کے لیئے کون سا بُرّاق لے جاؤں ۔ اس کی نگاہِ انتخاب نے ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ جنّت کے ایک کونہ میں اسے ایک ایسا بُرّاق نظر آیا جو بہت ہی کمزور و لاغر تھا ـــــ اس نے کھانا پینا چھوڑ رکھا تھا اور تنہائی میں رو رہا تھا۔

رُوح الامین نے اس کا سبب پُوچھا۔

جواب ملا ـــــ چالیس ہزار سال ہوئے محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم کا نامِ پاک سنا تھا ـــــ بس اسی کے شوقِ زیارت میں بیٹھا رو رہا ہوں ۔

marfat.com

جبریل سوچ رہا ہے کہ سبھی بُراق خوبصورت ہیں۔ حسین وجمیل ہیں ــــ اور نازک و لطیف ہیں پھر سیاحِ مکاں کی سواری کے لئے کسے منتخب کروں کہ بارگاہِ خداوندی سے فرمان ہوا کہ میرے محبوب پاک علیہ السّلام کے لئے وہی بُراق تیار کرو جو نحیف و لاغر ہے۔ اور جو چالیس ہزار سال سے عشقِ مصطفےٰ اور شوقِ زیارت میں رو رہا ہے۔ تاکہ قیامت تک کے آنے والے بڑے بڑے متکبّر حکمرانوں ــــ مغرور شہنشاہوں ــــ بدمست تاجوروں اور فرعونی دل و دماغ رکھنے والے انسانوں کو معلوم ہو جائے کہ ربّ العزّت کے دربار اور احکم الحاکمین کی بارگاہ میں عجز و انکساری، تواضع و منکسر المزاجی کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول بھی پسند ہے ــــ اس لیئے کہ تکبّر و غرور کی دیواریں کھڑی کرنے والے لوگ ان کے سایوں میں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھ سکتے ــــــــ اور عجز و انکساری کے چراغ ہمیشہ روشن رہتے ہیں۔

جبریلؑ نے رونے والے بُراق کو مبارکباد دی ــــ وہ خوشی سے اُچھلا ــــ اور اُچھلتا بھی کیوں نہ ــــ اس کا عشق رنگ لایا ــــ اس کا رونا کام آ گیا ــــ اس کی عاجزی قبول ہو گئی ــــ اور اس کی تمنائے زیارت پوری ہونے کا وقت آ پہنچا ــــ

پھر روح الامین نے بُراق کو تیار کرنے میں ــــ سنوارنے میں اور سجانے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی ــــ ہر ساز رنگین۔ ہر سامان حسین۔ ہر رکاب نوری۔ بدن پر مخملی جھالریں ــــ کاٹھی پر اطلسی چادریں۔ پیشانی پر موتیوں کی لڑیاں اور گردن میں باغِ جنّت کے پھولوں کے ہار ــــ

ایک عام دُولہا کی گھوڑی کو سجانے اور سنوارنے کے لیئے لوگ بھلا کیا کچھ نہیں کرتے ــــ اور پھر لاکھوں کی گھوڑیاں تو اپنے بناؤ سنگار میں اور بھی

marfat.com

مشہور ہیں۔

اور یہ بُرّاق تو شبِ اسرا کے دُولہا۔ شبِ معراج کے لاڈلے اور عرش و لامکاں کے بے نظیر و بے مثال مسافر کے لیئے تیار کیا جا رہا ہے۔

حضرت جبریل علیہ السّلام بارگاہِ ربّ العزّت میں حاضر ہوتے — عرض کی یا اللہ العالمین — بُرّاق تیار ہے۔ سواری حاضر ہے اور تمام انتظامات مکمل ہیں

ادھر — ذرا محبوب کی شانِ بے نیازی بھی دیکھو کہ آج سے پہلے وہ ساری ساری رات جاگتا ہے — یادِ الٰہی میں محو رہتا ہے — عبادتِ خداوندی میں مستغرق رہتا ہے اور ساری ساری رات اللہ سے لَو لگائے کھڑا رہتا ہے — یہاں تک کہ پائے اقدس متورم ہو جاتے ہیں۔

مگر شبِ اسرا کی رات دروازہ بند کرکے۔ کنڈی لگا کر اور چادر تان کر سو رہا ہے۔

کیوں ؟ — اس لیئے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مجھے جانے کی خواہش ہے۔

نہیں — بلکہ — اس لئے کہ خدا کو ملاقات کا شوق ہوگا تو بُلا لے گا !

اُدھر — ایوانِ قضا و قدر کے مالک الملک نے فضائے ملکوت کو دیکھا — فرش و عرش پر نگاہ ڈالی — زمین و آسمانوں کا معائنہ کیا — لوح و قلم پر نظر کی اور مکان و لامکان کا مشاہدہ کیا۔

سب انتظام مکمل۔ سب ٹھیک۔ سب درست اور سب اچھا۔

آواز آئی — یا جبریلؑ

عرض کی — یا ربِّ جلیل — کیا حکم ہے۔

فرمایا — جاؤ اور میرے محبوبِ پاک کو لے آؤ۔

مگر دیکھنا — ایسا نہ کرنا کہ جاتے وقت بُرّاق پر خود سوار ہو کر جاؤ — نہ

marfat.com

کہیں یار کی سواری کی بے ادبی نہ ہو جائے۔

وَیَا جِبْرِیْلُ۔ اِنْزِلْ اِلٰی دَارِ الدُّنْیَا۔ وَاِذْھَبْ اِلٰی اَرْضِ الْحِجَازِ۔

اور اے جبریل دنیا کی طرف نزول کرو۔ اور حجاز مقدس کی سرزمین کی طرف جاؤ پھر کوہِ حرا کی طرف سے مکہ پاک میں داخل ہونا۔

وَعُرِجْ عَلٰی شِعَبِ بَنِیْ ھَاشِمْ۔ فَفِیْ ذَالِکَ الشِّعْبِ مَحَلَّۃٌ وَفِیْ تِلْکَ الْمَحَلَّۃِ دَارٌ۔ وَفِیْ تِلْکَ الدَّارِ صُفَّۃٌ وَعَلٰی تِلْکَ الصُّفَّۃِ یَتِیْمٌ مُضْطَجِعٌ غَیْرُ نَائِمٍ مُدَّثِّرٌ بِکِسَاءٍ مِنْ وَبَرِ الْجَمَالِ۔

پھر بنی ہاشم کی گھاٹی میں جانا۔ اس گھاٹی میں ایک محل ہے۔ اس محل میں ایک مکان ہے۔ اس مکان کے فرش پہ ایک دُرِّ یتیم مُدثر کی چادر سے اپنے حسن و جمال کو چھپا کر لیٹا ہوا ہے۔

فَاِذَا وَصَلْتَ اِلَیْہِ فَاحْتَرِمْہُ اَتَمَّ الْاِحْتِرَامِ وَتَاَدَّبْ مَعَہٗ تَاَدُّبَ الْخُدَّامِ۔ وَاغْمِزْ قَدَمَیْہِ۔ وَاَکْثِرْ مِنَ الصَّلٰوۃِ وَالسَّلَامِ عَلَیْہِ۔

اور جب تو اس کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو تو اس کا پورا پورا احترام کرنا اور خدمت گزاروں کی طرح اس کا ادب کرنا۔ اور اس کے پاؤں مبارک کو بوسہ دینا اور اس پر کثرت سے درود و سلام پڑھنا۔ اور یوں عرض کرنا ـــ یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ ـــ یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ۔

بلاتشبیہہ مثال ـــ میں نے ایک گھوڑی والے کو دیکھا جو کسی دولہا کے لیئے لے کر اسے اسٹیشن کی طرف جا رہا تھا۔ گھوڑی بنی سنوری اور سجی ہوئی تھی ـــ

marfat.com

گھٹنوں میں گھنگھرو ــــ پاؤں میں جھانجریں ــــ بدن پر شنیل کی چادر ــــ ماتھے پر سنہری تاروں کی لڑیاں اور گلے میں سُرخ رنگ کا گوٹے دار دو پٹہ ــــ وہ لگام پکڑ کر پیدل جا رہا تھا اور گھوڑی اچھلتی کودتی ــ اٹھکیلیاں کرتی ــ ناچتی اور رقص کرتی چل رہی تھی ــــ میں نے کہا ــ بھائی ایسی بانکی اور خوبصورت گھوڑی ہے ــ بنی اور سنوری ہے ــ اُوپر چڑھ کر جاؤ

کہنے لگا ــ حضور ــ چڑھنا تو دولہا نے ہے ــ میں تو غلام ــ نوکر اور لاگی ہوں ــ

اور فرمایا ــــ

محبوبِ خدا خوابِ راحت میں ہے ــــ حجرۂ محبوب کا دروازہ نہ کھٹکھٹانا ــ باہر سے آواز نہ دینا اور درِ مصطفےٰ کی کنڈی بھی نہ ہلانا ــــ کہیں محبوبِ پاک کے آرام میں خلل نہ پڑے ــ

إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِن وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ـ

اے جانِ کائنات علیہ السّلام جو لوگ تجھے باہر سے آوازیں دیتے ہیں وہ اکثر بے عقل و ناداں ہیں ـ

حضرت رُوح الامین نے عرض کی ــ یا اللہُ العالمین ــــ آواز بھی نہ دُوں ــــ دروازہ بھی نہ کھٹکھٹاؤں اور کنڈی بھی نہ ہلاؤں تو پھر اندر کیسے جاؤں

فرمایا ــــ حجرۂ محبوب کی چھت پھاڑ کر جاؤ!

پُوچھا ــــ کہاں سے سُوراخ کروں ؟

فرمان ہوا ــــ جہاں میرے یار کا رُخِ تاباں ہے!

ایسا اس لئے کیا گیا ــ کہ محبوب رِدائے سر کو ذرہ ہٹا کر نظریں اُٹھائے تو ــ

marfat.com

سامنے خدا ہو۔

جبریل علیہ السلام نے ارشادِ الٰہی کی تعمیل کرتے ہوئے حجرۂ رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت میں چشمِ محبوب جتنا سوراخ کیا۔

ملائکہ۔ کا رسولؑ۔ نوریوں کا پیشوا۔

عقل حیران ہو کر سوال کرتی ہے کہ فرشتوں کا امام۔ کتبِ سماویہ کا حافظ اور تمام انبیاء کا صحابی اور بیت المعمور کا خطیب اور چھ سو پروں کا مالک حضرت جبریلؑ اتنے چھوٹے سے سوراخ میں سے کیسے گزر گیا۔ اگر وہ اپنا ایک پر کھول دے تو ساری کائنات اندر آ جائے۔ مگر آج وہ ایک معمولی اور چھوٹے سے سوراخ میں سے گزر گیا۔ کیوں اور کیسے ؟

عشق مچل کر جواب دیتا ہے۔

اس لئے کہ جبریل علیہ السلام آج اپنی ہستی کو مٹا کر اور اپنے پروں کو سمیٹ کر درِ رسالتؐ پر حاضر ہوا تھا!

سبق ملا ہے یہ معراجِ مصطفٰے سے مجھے

کہ عالمِ بشریت کی زد میں ہے گردوں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

"سرورِ انبیاءؐ کی سواری چلی"

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۵۰-۵۱ و صفحہ نمبر ۵۴۸-۵۴۹ کتاب الصلوٰۃ - باب کیف فرضت الصلوٰۃ - مسلم شریف جلد اوّل صفحہ نمبر ۹۱-۹۲-۹۳-۹۴ باب الاسرا - مشکوات شریف صفحہ نمبر ۵۲۶-۵۲۷ ترمذی شریف - تفسیر سورۃ النجم -

احادیثِ مبارکہ کی ان مستند کتابوں کے علاوہ تواریخ و سیَر اور تفاسیر کی تقریباً ہر کتاب میں شب اسرای اور معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح و بسط کے ساتھ تذکرہ موجود ہے - جن میں اصل واقعۂ معراج پاک کے ساتھ ساتھ اور بہت سی چیزیں و روایات - حکایات و حالات اور حقائق و نکات کا ذکرِ خیر بھی پایا جاتا ہے -

ان میں سے مندرجہ ذیل کُتب قابلِ ذکر ہیں -

تفسیر کبیر - تفسیر ابن کثیر - تفسیر ابن جریر - تفسیر خازن - تفسیر روح البیان المواہب اللدنیہ - زرقانی شرح المواہب - شفا شریف - نزہت المجالس - فتح الباری اور مدارج النبوت وغیرہ -

اور مندرجہ ذیل صحابہ کرام نے مختلف الفاظ کے ساتھ شب اسریٰ اور معراج النبیؐ علیہ السلام کے تمام واقعات و تفصیلات کو بیان فرمایا ہے -

marfat.com

حضرت ابو ذر غفاری رضؓ ۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضؓ ۔ حضرت جابر بن عبد اللہ ۔ حضرت مالک بن صعصعہ ۔ حضرت انس بن مالک اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم !

سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔

بَیْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَیْتِ بَیْنَ النَّائِمِ وَ الْیَقْظَانِ ۔

کہ میں کعبہ شریف کے پاس خواب و بیداری کی درمیانی حالت میں تھا ۔ دوسری جگہ اس طرح ہے ۔ بَیْنَمَا اَنَا فِی الْحَطِیْمِ مُضْطَجِعًا ۔ اس اثناء میں کہ میں خانہ کعبہ کے مقام حطیم میں لیٹا سوا تھا ۔ کہ میرے پاس آنے والا آیا یعنی حضرت جبرئیل علیہ السّلام فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَیْتِیْ ۔ کہ میرے حُجرۂ اقدس کی چھت کھولی گئی ۔

ایک حدیث شریف میں یہ ہے فُرِجَ سَقْفُ بَیْتِیْ ۔ کہ میرے گھر کی چھت کھولی گئی ۔ فَنَزَلَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السّلام فَفَرَجَ صَدْرِیْ ۔ اس نے میرا سینہ پاک کھولا (چاک کیا)

ایک حدیث میں یوں ہے فَشَقَّ صَدْرِیْ اور ایک اور حدیث پاک کے الفاظ یہ ہیں فَشُرِحَ صَدْرِیْ ۔ کسی حدیث شریف میں فی الحجر بھی ہے یعنی میں حجر کے پاس تھا ۔ اصل میں حطیم اور حجر ایک ہی مقام کے دو نام ہیں ۔ یہ وہی تھوڑی سی جگہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے تعمیر کردہ کعبہ میں سے قریش کے بنائے ہوئے خانہ کعبہ کی چار دیواری سے باہر رہ گئی ہے ۔ ثُمَّ غَسَلَہٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَھَبٍ مُمْتَلِیٍٔ حِکْمَۃً وَ اِیْمَانًا ۔ کہیں غسل مجہول صیغہ سے ہے اور کہیں اُتیت ہے اور کسی جگہ مملوء آتا ہے ۔ پھر جبریل علیہ السّلام نے میرا سینہ پاک

marfat.com

دھویا فَاسْتَخْرَجَ قَلْبِی ــ پھر میرے قلبِ اطہر کو باہر نکالا اور پھر سونے کے تھال میں آبِ زمزم سے دھویا۔ اس کے بعد سونے کے طشت میں حکمت و ایمان سے بھر کر لائے۔ ثُمَّ حُشِیَ ثُمَّ اُعِیْدَ ــ پھر اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا سا اور سفید رنگ کی سواری لائی گئی یقالُ لہٗ البُراق جس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ اس کا ہر قدم وہاں پڑتا تھا جہاں نگاہِ انسانی کی آخری حد ہوتی تھی ــ

میں اس پر سوار ہو گیا حَتّٰی اَتَیْتُ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ ــ یہاں تک کہ میں بیت المقدس میں آگیا ــ جبریل نے بُراق کو اس جگہ پر باندھ دیا جس جگہ پر پہلے انبیاءِ کرام علیہم السلام اپنی اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے ــ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ ــ پھر میں مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا اور اس میں دو رکعات نماز پڑھی۔

شرح صدر ــ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیاتِ نبوت میں سے ہے اور یہ مرتبہ و مقام اور حیران کن اعجاز کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوا۔ قرآنِ پاک اس ابدی حقیقت کو بھی الم نشرح لک صدرک " کہہ کر بیان کرتا ہے۔

کہ اے میرے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کیا ہم نے آپ کے سینہ کو نہیں کھول دیا ــ استفہام کے ساتھ۔

یعنی کھول دیا ہے۔

اور شرح صدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چار بار ہوا ــ پہلی بار جب کہ آپ بچپن مبارک میں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تھے۔ دوسری بار

marfat.com

جب کہ آپؐ بیس برس کے تھے ــــ تیسری دفعہ جب کہ آپؐ کے پاس حضرت جبریل علیہ السّلام پہلی بار غارِ حرا میں حاضر ہوئے ــــ اور چوتھی بار جب کہ آپؐ کو معراجِ پاک ہوئی۔

حضرتِ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں فَکُنْتُ اَرٰی اَثَرَالْمَخِیْطِ فِیْ صَدْرِہٖ ــــ کہ میں حضور علیہ السّلام کے سینۂ اقدس میں ٹانکوں کے نشان دیکھا کرتا تھا۔

اَحادیث ــــ میں لفظ علقتہ" آیا ہے یعنی گوشت کا ٹکڑا! اور حَظُّ الشَّیْطَان کا لفظ بھی آیا ہے یعنی شیطان کا حِصّہ!

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ گوشت کے ایسے سیاہ ٹکڑے اور شیطانی حِصّہ کو سیّدالمرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قلبِ منوّر و دلِ اطہر میں کیوں رکھا گیا؟ ــــ

تو اس کا جواب بلا تشبیہ و مثال یہ ہے کہ جس طرح ہر پھلدار درخت کی تکمیل کے لئے اس میں گٹھلی کا ہونا ضروری اور لازمی ہوتا ہے حالانکہ گٹھلی مراد و مقصود نہیں ہوتی بلکہ اس کا پھل مقصود ہوتا ہے۔ اور پھر جب درخت پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تو اس کی گٹھلی کو باہر نکال دیا جاتا ہے۔

اسی طرح محبوبِ خُدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشریت کی تکمیل کے لئے گوشت کے اس سیاہ ٹکڑے کو آپؐ کے دل میں رکھا گیا۔

اور جب آپؐ کی بشریّت پایۂ تکمیل کو پہنچ گئی تو گوشت کے اس ٹکڑے کو بھی باہر نکال دیا گیا۔ اس لئے کہ چونکہ نبیٔ کریم علیہ السّلام صُورتِ بشری اور جامۂ بشریّت میں تشریف لائے تھے۔ اس لئے بشری تقاضا کے مطابق اور پھر بشریّت کی تکمیل کے لیئے گوشت کے اس ٹکڑے کا ہونا ضروری اور لازمی امر تھا ــــ اور جب آپؐ کی بشریّت کی تکمیل ہو گئی تو اس حِصّہ کو نکال دیا گیا

marfat.com

اور آپ کے قلبِ اطہر میں علم وحکمت — نور و ایمان اور خیر و برکت کے سوا اور کچھ بھی نہ رہا۔

اور — شرحِ صدر سے مُراد علم وحکمت اور اطاعت و معرفت کی انتہا ہے۔

اور — پھر لفظِ صَدر سے یہ حقیقت بھی کھُل جاتی ہے کہ شیطانی وسوسوں اور دنیاوی خیالات کے پیدا ہونے کی جگہ صدر — یعنی سینہ ہے جیسا کہ قرآنِ پاک میں ہے يُوَسْوِسُ فِي صُدُورِ النَّاسِ — کہ شیطان انسانوں کے سینوں میں وسوسے پیدا کرتا ہے۔

اور نبیؐ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینۂ اقدس کو کھول کر اور اسے آبِ زمزم سے دھو کر پاک۔ صاف اور مُطہر کر کے شیطانی وسوسوں کے پیدا ہونے کی جگہ ہی کو بدل دیا گیا اور پھر شبِ اسرا اور معراج کی رات کو امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے صدرِ اقدس میں علم وحکمت۔ عرفان و معرفت — ایمان و یقین! — طہارت و نفاست اور نور ہی نور بھر دیا گیا تاکہ حضور علیہ السلام بشری الائشوں سے بالکل پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہو کر اور پیکرِ انوار و تجلّیات بن کر پھر مرکزِ عالم سے اُٹھ کر اور زمان و مکان کی حدوں کو آسانی سے پار کر کے ایوانِ ملکوت اور بارگاہِ قدّوس تک پہنچ سکیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں —

وَاَمَّا شَقُّ الصَّدْرِ وَمَلْوُءَةٌ اِيْمَانًا فَحَقِيْقَتُہٗ غَلَبَتُہٗ اَنْوَارُ الْمَلَكِيَّةِ وَاِنْطِفَاءُ لَهِيْبِ الطَّبِيْعَةِ وَخُضُوْعِهَا لِمَا يَفِيْضُ عَلَيْهَا مِنْ حَظِيْرَةِ الْقُدُسِ — کہ حضور علیہ السلام کا سینہ چاک کرنا اور اس کو ایمان و حکمت اور علم و عرفان سے بھرنا اس کی حقیقت یہ ہے کہ انوارِ ملکیہ کا رُوح پر غالب

marfat.com

ہوجانا اور طبیعتِ بشری کے شعلہ کا بجھ جانا اور بارگاہِ خداوندی سے جو فیضان ہوتا ہے اس کے قبول کرنے کے لیئے مزاج و طبیعت کا آمادہ ہوجانا ہے ۔

رُوح الامین علیہ السّلام یعنی حضرتِ جبریل حُجرۂ رسُولِ معظم میں چھت کھول کر اندر آئے اور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں مبارک کی طرف دست بستہ کھڑے ہوکر سوچ رہے ہیں کہ محبُوب کو جگاؤں کیسے ؟

حضرت جبریل علیہ السّلام نے محبوبِ پاکؐ کو جگایا اور اٹھایا نہیں بلکہ غلام نے خود ہی جھک کر آقا کے پائے اقدس کو بوسہ دیا کافور کی خوشبو مشامِ نبوّت میں گئی ۔ محبُوبِ پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے آنکھیں کھولیں ۔ ردائے مزّمل کو رُخِ زیبا سے ذرا اٹھایا اور پُوچھا

کون ہے میرے حجرہ میں ؟

جبریلؑ نے ۔ دبی زبان سے ۔ بالکل آہستہ اور بڑے ہی مؤدبانہ انداز میں عرض کی ۔ جبریلؑ ہوں !

کیوں ؟ ۔

لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ ۔

ایمان والو ! ۔ اپنی آوازوں کو نبی پاکؐ کی آواز سے بلند نہ کرو ۔ اگر ایسا ہو گیا تو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۔ تمہارے تمام اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تمہیں پتہ تک نہیں چلے گا ۔

صدائے حبیبؐ بھی بلند ہوئی ۔

میرے حُجرہ میں کون ہے ؟

رُوح الامین نے بھی پہلے انداز میں ہی جواب دیا ۔

جبریلؑ ۔

marfat.com

حضرتِ جبریل علیہ السّلام بار بار صرف جبریلؑ ہی کہتے ہیں۔
کہ جبریلؑ ہوں ـــــ آنا جبریلؑ نہیں کہتے کہ میں جبریلؑ ہوں ـــــ کیوں؟
اس لیئے کہ آنَا کا معنی "میں" ہوتا ہے ـــــ اور محبوبؐ کے ہوتے ہوئے
میں کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ـــــ اور غلام کو حق بھی نہیں پہنچتا کہ وہ اپنے آقا کے
مقابلہ میں اپنی آنَا یعنی اپنی "میں" کا اظہار کرے۔
معراجُ النبی صلّی اللہُ علیہ وسلّم کی تمام احادیث میں آنَا جبریلؑ ـــــ کہ میں
جبریل ہوں کہیں بھی نہیں ـــــ
فرمایا ـــــ
کیوں آئے ہو ؟
جبریلؑ نے عرض کی ـــــ (بقول شاعرِ اسلام صائم چشتی)
عرض کیتی جبریل تلیاں نوں چُم کے جلوہ آقا رَبّ دا پیام آگیا اے
سواری لئی میں ہاں بُراق لیا یا تے داگاں پھڑن نوں غلام آگیا اے
محبوب پاکؐ نے پُوچھا کہاں جانا ہے ؟
جواب دیا ـــــ پتہ نہیں !
ارشاد ہوا ـــــ تو پھر لینے کیوں آئے ہو ؟
عرض کی ـــــ آقا جہاں تک کا مجھے پتہ ہے میں لے جاؤں گا ! آگے آپؐ
جانیں اور خُدا ـــــ
فرمایا ـــــ کس پہ جانا ہے ؟
آقا ـــــ بُراق حاضر ہے۔
المواہب صہ ۳۵۱ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا جِبْرِیْلُ فَالْکَرِیْمُ
یَدْعُوْنِیْ اِلَیْہِ فَمَا الَّذِیْ یَفْعَلُ بِیْ ـــــ

marfat.com

نبیٔ اکرم علیہ السّلام نے فرمایا۔

اے جبریلؑ میرے مولا کریم نے مجھے اپنا پاس بلایا ہے تو وہ میرے ساتھ کیا کرنا چاہتا ہے۔ جبریل علیہ السّلام نے عرض کی۔ آقا آپؐ کی معرفت آپ کی اُمّت کے اگلے پچھلے گناہ معاف کرنے کے لیئے۔

فرمایا۔ یا جبریلؑ۔ ھٰذا لِیْ۔ یہ تو میری ذات کے لئے ہے۔ فَمَا لِعِیَالِیْ وَ اَطْفَالِیْ۔ مگر میریؑ امت کے لئے کیا ہو گا۔ [1]

عرض کی وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی۔ کہ اُمّت کے معاملہ میں قیامت کے دن آپؐ کو راضی کرنے کی خوشخبری کے لیئے۔ قَالَ یَا جِبْرِیْلُ اَلْاٰنَ طَابَ قَلْبِیْ۔ ھَا اَنَا ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ۔

فرمایا۔ اے جبریلؑ۔ اب میرا دل مطمئن و مسرور ہو گیا ہے۔ اب میں اپنے دامنِ رحمت میں خوشی و مسّرت کے پھول لئے ہوئے اپنے رب کی طرف جاتا ہوں۔

سیّدِ اولادِ آدم علیہما الصلوٰۃ و السّلام نے پھر وضو کیا۔ جبریلؑ نے محبوب کو بنایا۔ سنوارا۔ سجایا۔ عنبریں زلفوں میں شانہ کیا۔ گیسوئے تابدار پہ مشاطگی کی اور حلۂ بہشتی پہنایا۔ امام الانبیاء علیہ السّلام جامۂ نور زیب تن کر کے بُراق پہ سوار ہونے کے لئے تیار ہوئے۔

صدائے فطرت بلند ہوئی

سُبحان اللہ

اس لئے کہ یہ لفظ کسی خوشی و مُسرّت۔ تعجب خیز، حیران کُن۔ اور قدرت کے کسی حسین منظر کو دیکھنے کے وقت بولا جاتا ہے۔

دنیا والے گلاب کے پھول کی رنگت۔ اس کی مہک۔ اس کی نکہت اور اس

---

[1] شجرۃ الکون صفحہ نمبر ۱۶ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

کی خوبصورتی و خوشبو کو سونگھ کر اور دیکھ کر کہتے ہیں۔ **سبحان اللہ**
جہاں والے چودھویں رات کے چاند کو دیکھ کر کہتے ہیں۔ **سبحان اللہ**
۔ اور شب اسرا کو جب محبوب پاک بن سنور کر اور نوری جامہ اور حلّہ بہشتی
پہن کر سیر ملکوت کے لئے تیار ہوئے تو خدا پکار اٹھا۔

سُبحانَ اللّٰہ الَّذِیۡ اَسۡرَا بِعَبۡدِہٖ

پھر شہنشاہِ گولڑوی حضرت سیّد مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ بول اُٹھے

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک !

کِتّھے مہر علی کِتّھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کِتّھے جالڑیاں

آقائے دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے وضو فرمایا تو

اَمَرَ اللّٰہُ جِبۡرِیۡلَ اَنۡ یَدۡفَعَ مَاءَ الۡوَضُوۡءِ اِلٰی مِیۡکَائِیۡلَ فَدَفَعَہٗ اِلَیۡہِ۔ ثُمَّ اَمَرَ اللّٰہُ مِیۡکَائِیۡلَ اَنۡ یَدۡفَعَہٗ اِلٰی عِزۡرَائِیۡلَ ثُمَّ اِلٰی اِسۡرَافِیۡلَ ثُمَّ اِلٰی رِضۡوَانَ ثُمَّ اِلَی الۡجَنَّۃِ الۡفِرۡدَوۡسِ ثُمَّ اَمَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی الۡحُوۡرَ الۡعِیۡنَ اَنۡ یَّمۡسَحۡنَ وُجُوۡہَہُنَّ فَفَعَلۡنَ فَازۡدَدۡنَ نُوۡرًا وَّ حُسۡنًا

اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو حکم فرمایا کہ میرے محبوب کے وضو کا پانی میکائیل کو دو
۔ انہوں نے دیا۔ پھر میکائیل کو حکم ہوا کہ یہ پانی عزرائیل کو بھی دو۔ اور
پھر حکم ہوا کہ یہ پانی اسرافیل بھی لے اور پھر اسرافیل کی طرف سے رضوانِ جنّت
۔ اور پھر رضوانِ جنّت سے جنّت الفردوس میں جائے اور جنّت کی تمام حوروں
کو حکم ہوا کہ میرے محبوب کے وضو کے پانی یعنی دھوون کو اپنے اپنے چہروں پر
مل لو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور پھر اس طرح جنّت کی حوروں کے حسن و جمال میں اضافہ
ہو گیا۔

marfat.com

بچا جو تلوں کا ان کے دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن
جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نور کے تھے

براق پر سوار ہونے سے پہلے جبرئیل علیہ السلام نے سیاح لامکان صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اقدس پر نور کا عمامہ باندھا جس کے چار بل تھے اور ہر بل پر یہ لکھا تھا الاول محمد رسول اللہ۔ والثانی محمد نبی اللہ۔ والثالث محمد حبیب اللہ۔ والرابع محمد خلیل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وسعت افلاک پر بشریت کی کمند ڈالنے۔ وادی ملکوت میں خیمہ زن ہونے۔ تخت عرش کو اپنے پائے اقدس سے مشرف کرنے اور حدود مکان و لامکان کو زور نبوت سے توڑنے کے لیے آمنہ کے لال براق پر سوار ہونے لگے تو براق ٹھہرتا نہیں ــــ خوشی سے اچھلتا ہے ــــ مسرت سے کودتا ہے اور فرط محبت میں شوخیاں کرتا ہے۔

جبریل نے کہا ــــ
یَا بُرَاقُ اَمَا تَسْتَحِیْ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا عَلَا ظَہْرَکَ اَفْضَلُ مِنْہُ اُسْکُنِیْ

کہ اے براق ــــ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حیا کرتا ہے۔ اور مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ سید المرسلین علیہ السلام سے افضل تیری پشت پر کوئی سوار نہیں ہوا ــــ اے براق ٹھہر جا ــــ

لہ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۲۶

marfat.com

اَمَا تَسْتَحِیْ مِمَّا رَکِبَکَ خَلْقٌ قَطُّ اَکْرَمُ عَلَی اللّٰہِ مِنْہُ[2]

کہ تو اس ذاتِ گرامی سے حیا کرتا ہے کہ خدا کی ساری مخلوق سے جو اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزّز و مکرّم اور ذی شان و محترم ہے وہ تجھ پہ سوار ہو رہا ہے۔

بُراق نے زبانِ حال سے پوچھا — کہ کیا یہ وہی سیّد المرسلین۔ خاتم النبیّین اور شفیع المذنبین ہیں جن کے عشق اور شوقِ دیدار میں میں چالیس ہزار برس تک روتا رہا ہوں۔

فرمایا — ہاں — یہ وہی ہیں! —

بُراق نے ادب سے گردن جھکا دی — اور عرض کی۔

اِرْکَبْ یَا سَیِّدَ الْمُرْسَلِیْنَ وَلٰکِنْ لِیْ اِلَیْکَ حَاجَۃٌ

اے والیٔ دو جہاں آپؐ خوشی سے مجھ پر سوار ہو جائیں۔ لیکن آپؐ سے میری ایک تمنّا ہے۔

فرمایا — کہو — وہ حاجت و تمنّا کیا ہے؟

عرض کی آقا — اَنْ لَا تَنْسَانِیْ مِنْ شَفَاعَتِکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ — کہ قیامت کے دن اپنی شفاعت سے مجھے محروم نہ کرنا — اور مجھے بھول نہ جانا — اور یہ بھی تمنّا ہے کہ میدانِ حشر سے لیکر جنّت میں داخلے تک آپؐ کی سواری بھی میں ہی ہوں[3] —

رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا —

مجھے یہ بھی منظور ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیہ صفحہ نمبر ۳۳۳ [2] شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۹۹
[3] نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۲۷

marfat.com

اُمّت کا غم گسار سوار ہونے سے پہلے رویا۔

رُوح الامین نے پوچھا — آقا — رونے کا سبب کیا ہے؟

فرمایا —

تَذَکَّرْتُ اُمَّتِیْ هَلْ یَرْکَبُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

کہ اپنی گنہگار اُمّت کے لیے روتا ہوں۔ کیا کل قیامت کے دن میری اُمّت بھی سواریوں پہ سوار ہوگی[1]

عرض کی — آقا — ضرور ہوگی۔

پھر رُوحِ کائنات اور جانِ دوجہاں مرکزِ عالم سے مرکبِ آسمانی پر سوار ہوئے۔ جبریل نے لگام پکڑی۔ میکائیل نے رکاب تھامی۔ اسرافیل نے جامۂ نوری کے کنارے سنبھالے اور دائیں بائیں ستّر ہزار فرشتوں کی بارات تھی۔ بُراق نے پرواز کی۔ تو فضائے کون ومکان میں یہ نغمہ گونج اٹھا۔

باغِ عالم میں بادِ بہاری چلی
سرورِ انبیاء کی سواری چلی
یہ سواری سوئے ذاتِ باری چلی
حق کو شوقِ لقا آج کی رات ہے

---

[1] نزہت المجالس جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۱۲۷

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسجدِ اقصیٰ

یعنی بیتُ المقدس — اسے اقصیٰ اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ خطۂ ارضی کے مرکز اور ام القریٰ یعنی مکہ مکرمہ سے دور ہے۔

اور اس کے مقدّس ہونے کا سبب یہ ہے کہ یہ جگہ ہمیشہ بتوں سے پاک وصاف رہی ہے اور یہاں پر آنے والے مسلمانوں کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور وہ طیب و طاہر ہو جاتے ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کی بنیاد رکھنے کا سبب یہ ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم میں طاعون کی وبا پھوٹ پڑی جس کی وجہ سے ہر رات ہزاروں آدمی ہلاک ہونے لگے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دفعِ وبا کے لیئے دعا کی۔ جو قبول ہوئی فَرَفَعَ اللہُ عَنْھُمُ الطَّاعُوْنَ خدا تعالیٰ نے ان پر سے طاعون کی وبا دور کر دی۔

حضرت داؤد علیہ السلام نے پھر اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ کریم نے تم پر رحم وکرم کرتے ہوئے تمہیں طاعون جیسی خطرناک اور مہلک وبا سے نجات دے دی ہے۔ اب اس کا شکرانہ یہ ہے کہ فَابْنُوالَہٗ مَسْجِدًا — کہ اللہ کے لئے ایک مسجد بناؤ۔

اور حضرت داؤد علیہ السلام کی قوم نے اپنے کندھوں پر پتھر اٹھا اٹھا کر مسجدِ اقصیٰ کی تعمیر شروع کی۔

marfat.com

فَاَوحیٰ اللّٰہُ اِلَیہِ اَنَّ ھٰذا بَیْتاً مُقَدَّ سًا ۔ پھر اللہ کریم نے حضرت داؤد علیہ السّلام سے فرمایا کہ آج سے یہ گھر مقدس ہے ۔ مطہر ہے اور پاک وصاف ہے ۔

حضرت مکحول رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں مَنْ دَخَلَ الْمَسْجِدَ الْاَقْصیٰ لِلصَّلوٰۃِ فَصَلّٰی فِیہِ الْخَمْسَ الْمَفْرُوْضَۃَ خَرَجَ مِنْ ذُنُوْبِہٖ کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ ۔

کہ جو شخص بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کے لئے داخل ہو اور وہ اس میں پانچ فرض نمازیں پڑھ لے تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسے کہ اس کی ماں نے اسے آج جنا ہے ۔

وَمَنْ زَارَ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ شَوْقًا اِلَیْہِ زَارَہٗ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ فِی الْجَنَّۃِ ۔

اور جس نے بیت المقدس کی دلی شوق کے ساتھ زیارت کی تو جنّت میں تمام انبیاءِ کرام اس آدمی کی زیارت کرینگے ۔

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ۔

مَنْ مَاتَ بِبَیْتِ الْمُقَدَّسِ جَازَا عَلَی الصِّرَاطِ کَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ ۔

کہ جو بھی بیت المقدس میں فوت ہوا وہ پل صراط سے بجلی کی سی تیزی کی مانند گزر جائے گا ۔

اور ۔۔ اَنَّ اللّٰہَ بَابًا مَفْتُوْحًا مِنْ سَمَاءِ الدُّنْیَا اِلیٰ بَیْتِ الْمُقَدَّسِ یَنْزِلُ مِنْہُ کُلَّ یَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَکٍ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ اَتیٰ بَیْتَ الْمُقَدَّسِ وَصَلّٰی فِیْہِ

marfat.com

کہ اللہ کریم نے آسمانِ دنیا کا ایک دروازہ بیت المقدس کی طرف کھول رکھا ہے جس سے ہر روز ستر ہزار فرشتے بیت المقدس میں آکر نماز پڑھنے والے کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — مَنْ زَارَ بَيْتَ الْمَقْدِسِ مُحْتَسِبًا اَعْطَاهُ اللّٰهُ ثَوَابَ اَلْفِ شَهِيْدٍ —

کہ جو بھی ایمان ویقین کے ساتھ بیت المقدس کی زیارت کرے تو خدا تعالیٰ اسے ایک ہزار شہیدوں کا ثواب عطا کرتا ہے۔

پہلے مسجدِ اقصیٰ میں کیوں لایا گیا ؟

(۱) غرضیکہ — سیدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرِ ملکوت ولامکاں کی پہلی منزل بیت المقدس یعنی مسجدِ اقصیٰ تھی اس لئے کہ کسی آنے والے معزز ومحترم اور مکرم ومحتشم مہمان کو سب سے پہلے اسی مقام پر ہی ٹھہرایا جاتا ہے جو ہر طرح سے مزین۔ ہر لحاظ سے خوبصورت۔ ہر طرف سے پُرکیف اور ہر رنگ میں خوش نما ہو۔

(۲) اور پھر آقائے دوعالم علیہ السلام کو اس لئے بھی پہلے مسجدِ اقصیٰ لے جایا گیا کہ وہاں گزشتہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاءِ کرام کے مقدس مزارات ہیں۔ اور یہ پہلے نبیوں کا قبلہ بھی ہے اور قرآنِ پاک بھی اس کی شان وعظمت اور نفاست وطہارت کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْ بَارَکْنَا حَوْلَهٗ — کہ بیت المقدس یعنی مسجدِ اقصیٰ کے اردگرد چاروں طرف اور ہر سمت برکت ورحمت کی بارش برستی ہے۔ اور بخشش ومغفرت کے دروازے کھلے رہتے ہیں۔

(۳) علمِ الٰہی میں یہ بات موجود تھی کہ میرے محبوب پاک علیہ السلام نے اپنے معراج

marfat.com

پاک کا واقعہ جب قریشِ مکّہ کو سنایا تو وہ سب سے پہلے بیت المقدس یعنی مسجدِ اقصیٰ کے متعلق ہی سوال کریں گے اور میں پہلے ہی ایسے مسجدِ اقصیٰ لے جاؤں تا کہ نبیٔ معظّم قریشِ مکّہ پر حُجّت قائم کر سکے۔

(۴) قریشِ مکّہ پر یہ ثابت کرنے کے لئے کہ آج سے اس سیّد الانبیاء علیہ السلام نبی القبلتین بنا دیا گیا ہے یعنی دونوں قبلوں کا نبی — بیت المقدس کا بھی اور کعبہ کا بھی —

اور اسی لئے معراجِ پاک کے سفرِ ملکوت کے دوران مسجدِ حرام (کعبہ) سے اٹھا کر پہلے مسجدِ اقصیٰ (بیت المقدس) لے جایا گیا اور پھر مسجدِ اقصیٰ میں تمام انبیاء کی امامت کا منصب سونپا گیا تا کہ اس مقدّس گروہ۔ نورانی دربار اور پُر کیف سماں میں اس منصبِ جلیلہ کا اعلان کر دیا جائے کہ دونوں قبلوں کی تولّیت سرکارِ محمّدی کو عطا ہوتی ہے۔ اور آج سے یہ اولادِ حضرتِ آدمؑ کا بے مثل فرزندِ ارجمند نبیٔ قبلتین نامزد ہوتا ہے۔

مسجدِ اقصیٰ میں معراج النبیؐ کا جلسہ

ادھر سیّاحِ لامکاں کی سواری چلی اور اُدھر تمام انبیاء کو حکم ہوا کہ اپنے اپنے مقاماتِ اعلیٰ کو چھوڑ کر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے استقبال کے لئے مسجدِ اقصیٰ میں جمع ہو جاؤ۔

پھر کوئی نبی پہلے آسمان سے اور کوئی دوسرے سے، کوئی رسول تیسرے فلک سے اور کوئی چوتھے سے یہاں تک کہ حضرتِ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام ساتویں آسمان سے بیت المعمور کا تکیہ چھوڑ کر آ گئے۔

marfat.com

غور کرو ــــ کہ حضور علیہ السّلام تو بُراق پہ سوار ہیں اور بُراق بجلی کی سی تیزی سے بھی تیز رفتار ہے اور پھر مکّہ مکرمہ سے بیت المقدس تک کا فاصلہ بھی کم ہے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم السّلام کسی سواری پہ بھی نہیں آئے اور ان کا فاصلہ بھی بہت ہی زیادہ ہے!

مطلب یہ کہ خطّۂ ارضی سے پہلا آسمان پانچ سو سال کے فاصلہ پہ ہے اور پھر پہلا آسمان اتنا موٹا ہے جتنا کہ یہاں سے پہلا آسمان ہے ــ پھر پہلے آسمان سے دوسرا آسمان بھی اتنا ہی دُور ہے ــــ

اب غور کرو کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام ساتویں آسمان سے جو کہ اربوں میل دُور ہے آنِ واحد میں حضور علیہ السلام کے پہنچنے سے پہلے آ گئے۔

اس مسلّمہ حقیقت سے یہ بات پوری طرح سے واضح ہو جاتی ہے کوئی بھی نبی ایک جگہ سے دوسری جگہ پہ جانے کے لیئے کسی سواری ــ مرکب یا بُراق کا محتاج نہیں ہوتا! یہ ٹھیک ہے کہ کتبِ احادیث میں بُراق حضور علیہ السّلام کے لئے آیا ــ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم معراج اور سفرِ ملکوت کے لئے اس کے محتاج تھے۔

یہ تو محض آپ کی تعظیم و تکریم آدابِ شہنشاہی اور رازونیازِ محبّ و محبوب کے طور پہ تھا ورنہ اس ناتواں بُراق میں اتنی طاقت و قوّت ہی کہاں تھی کہ وہ بارِ نبوت و رسالت اور اسرارِ محبت و امانت کو اٹھا لیتا جسے زمین و آسمان اور کوہ و جبل نہ اٹھا سکے تھے۔

اور پھر اس مقام سے آگے صاحبِ لولاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایوانِ قضاو قدر اور مہمان سرائے قدوسی تک کون لے گیا تھا جس مقام پہ نہ جبریل ہی ساتھ رہا تھا اور نہ ہی رفرف ــــ نہ ہی کوئی ملک تھا اور نہ ہی کوئی بُراق ــــ بس

marfat.com

منزلِ عشق پہ تنہا پہنچے کوئی بھی ساتھ نہ تھا
تھک تھک کے اس راہ میں آخر ہر اک ساتھی چھوٹ گیا

اسی لئے شیخ الاسلام حضرت شیخ سعدی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوئی کہتا ہے کہ حضور براق پہ گئے ___ کوئی بولتا ہے کہ نبی کو رفرف لے گیا اور کسی کا خیال ہے کہ کملی والا جبریل کے پروں پہ پرواز کر کے گیا ___ مگر میں کہتا ہوں

بَلَغَ الْعُلیٰ بِکَمَالِہٖ

کہ محبوبِ خدا علیہ السلام اپنے کمالِ نبوت سے گئے !

بہرحال ؎

جاں اقصیٰ جہ پہنچے محمد پیارے نبی سن کھڑے انتظاری جہ سارے
تے آدم نے فرمان نبیاں نوں کیتا صفاں سدھیاں کرلو امام آگیا اے

سفرِ معراج ___ کی پہلی منزل آئی ___ حضور براق سے اترے ___ جبریل نے پر بچھا دیئے۔ میکائیل نے رکاب چھوڑ دی۔ روح الامین نے براق کو باندھا اور اسرافیل نے نعرۂ تکبیر بلند کیا ___

تمام انبیاء تعظیماً کھڑے ہو گئے اور پھر سب سے پہلے حضرت ابراہیم ___ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام نے آگے بڑھ کر استقبال کیا اور درود و سلام کے پھولوں کا حسین گلدستہ پیش کیا۔ مَرْحَبًا اَھْلًا وَّ سَھْلًا ___ کی صدائیں بلند ہوئیں ___ فضاؤں نے عطر بکھیرا ___ ہوائیں مہک اٹھیں حوروں نے درود پڑھا ___ فرشتوں نے سلامی دی ___ رضوانِ جنت نے گل پاشی کی اور فطرت نے حجابِ حسن اٹھا کر دیکھا۔

marfat.com

ندا آئی دریچے کھول دو ایوانِ قدرت کے
نظارے خود کرے گی آج قدرت شانِ قدرت کے

پھر نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوئے اور جس کی مقدس پیشانی کی عظمت کے پیشِ نظر یہ ساری زمین اُمت کے لئے مسجد بنا دی گئی وہ شہنشاہِ کون و مکان سفرِ لامکاں کے لئے مسجدِ حرام سے اُٹھا اور مسجدِ اقصیٰ میں پہنچا۔

جبریل نے آذان دی — انبیاء نے صفیں باندھیں! — میکائیل نے تکبیر کہی — انتظار ہے کہ امامت کس کے سپرد ہوتی ہے۔ رُوح الامین نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستِ مبارک پکڑا اور مُصلّے پر کھڑا کر دیا۔

المواہب اللدنیہ صفحہ نمبر ۳۳۷ - ۳۳۹ - مشکوات شریف صفحہ ۵۲۸ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۹۱ شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۱۰۶ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ رَكْعَتَيْنِ — کہ پھر میں مسجدِ اقصیٰ میں داخل ہوا اور میں نے اس میں دو رکعات نماز پڑھی۔

المواہب کی عبارت یُوں ہے۔ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ فَانْتَظَرْتُ مَنْ يَؤُمُّنَا فَاَخَذَ بِيَدِيْ جِبْرِيْلُ فَقَدَّمَنِيْ فَصَلَّيْتُ بِهِمْ — کہ میں انتظار کر رہا تھا کہ امام کون ہو گا کہ حضرتِ جبریل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر آگے مصلّے پر کھڑا کر دیا — اور میں نے تمام کے ساتھ نماز پڑھی — کون سمجھے اور کون سمجھائے — نہ کسی کے سمجھانے کی بات ہے اور نہ ہی کسی کے سمجھنے کی — یہ رموز و اسرار نازو نیاز یا خدا جانے اور یا مصطفےٰ —

بھلا کیسی آذان اور کہاں کی نماز — نہ تو آذان ہی کا وقت ہے اور نہ ہی کسی نماز کا — حیران کُن بات تو یہ ہے کہ یہ تو قصرِ قدرت اور ایوانِ خداوندی،

marfat.com

سے نمازیں لینے جا رہا ہے اور آذان تو نماز فرض ہونے کے کچھ عرصہ بعد میں مرتب ہوئی۔ جو کہ اصحابہ کرامؓ کو خواب کے ذریعہ سکھلائی گئی تھی۔ لیکن سید المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجدِ اقصیٰ میں آذان کے ساتھ نماز پڑھ کے اور تمام انبیاء کو پڑھا کر جا رہے ہیں۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ نمبر ۱۳۱ میں علّامہ صفوری رحمتہ اللہ علیہ نے امام نووی رحمتہ اللہ علیہ شارح مسلم کے فتویٰ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

عَنْ صَلٰوۃِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ هَلْ هٰذِہِ الصَّلٰوۃُ الْمَعْهُوْدَۃُ اَمِ الدُّعَا ـــــ

کہ نبی کریم علیہ السّلام کی معراج کی رات والی نماز اصل نماز تھی یا محض دُعا تھی ـــــ آگے فرماتے ہیں ـــــ اَنَّهَا صَلٰوۃُ الْمَعْهُوْدَۃ ـــــ کہ وہ نماز صحیح معنوں میں اصل نماز تھی ان حقائق کی روشنی میں صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن تو یہی سمجھا ہے کہ معراج کی رات اللہ تعالیٰ نے جو نماز فرض کرنی تھی محبوبِ خدا اُسے پہلے ہی سے جانتے تھے اور پھر آذان اور نماز کی مکمل ترتیب کا بھی امام الانبیاء علیہ السّلام کو پہلے سے ہی علم تھا۔

اور پھر سمجھ نہیں آتی کہ یہ نماز فجر کی تھی یا عشا کی۔ فجر کی تو ہو نہیں سکتی اس لیٔے کہ فجر سے پہلے تو حضورِ اکرمؐ واپس آ چکے تھے ـــــ معلوم ہوتا ہے کہ وہ نماز عشا کی تھی ـــــ اس لئے کہ صبح کی نماز تو حضور علیہ السّلام نے واپس آ کر پڑھی پھر دو رکعات کیوں پڑھیں؟

اس لیٔے کہ سیرِ ملکوت کے مسافر تھے! اس سے بحث نہیں کہ وہ نماز فرض تھی یا نفل یا دُعا تھی مطلب تو یہ ہے کہ جب تمام محدثین و مفسرین اور جمہور اہلِ علم کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ نبی کریم علیہ السّلام کی اداؤں کا نام ہی نماز ہے

marfat.com

تو پھر یہ حقیقت تسلیم کرنے میں کون سی قباحت ہے کہ شہنشاہِ دو جہاں نے مسجدِ اقصیٰ میں اپنی جن محبوبیت کی ناز بھری اور دلکش اداؤں کا اظہار فرمایا خدا نے انہیں حسین و جمیل اداؤں کو نماز کی صورت میں فرض کر دیا۔

تاجدارِ حرم نے پہلی رکعت میں سورۃ قُلْ یَا اَیُّھَا الْکَافِرُوْن اور دوسری رکعت میں سورۃ اخلاص یعنی قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَد پڑھی۔

ترا جوہر ہے نوری پاک ہے تو
فروغِ دیدۂ افلاک ہے تو
ترے صیدِ زبوں افرشتہ و حور
کہ شاہینِ شہ لولاک ہے تو

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۳۳

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

مُصنّف کا تخیّل

نماز ہو چکی تو رُوح الامین نے دست بستہ کھڑے ہو کر معراج النبی علیہ السّلام کے جلسہ کا اعلان کیا۔

حضراتِ انبیاء کرام و محترم اور مکرم و محتشم آج رات ابھی ابھی مسجدِ اقصیٰ میں امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زیرِ صدارت معراج النبی علیہ السّلام کا جلسہ منعقد ہو رہا ہے جس میں تلاوتِ قرآنِ پاک کے بعد حضرتِ آدم علیہ السّلام۔ حضرتِ نوح علیہ السّلام۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام۔ حضرتِ عیسٰی علیہ السّلام اور حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام خطباتِ عالیہ ارشاد فرمائیں گے۔

جلسہ معراجِ مصطفےٰ کا۔ جلسہ گاہ مسجدِ اقصیٰ

اجتماع ایک لاکھ اور چوبیس ہزار انبیاء کا۔ صدارت امام الانبیاء کی اور سٹیج سیکرٹری حضرتِ جبریل۔

المواہب اللدنیہ علامہ یوسف بن اسمٰعیل النبہانی رحمتہ اللہ علیہ صفحہ ۳۳۸۔ الشفاء شریف القاضی عیاض رح جزء اوّل صفحہ ۱۰۹۔ نزہت المجالس الشیخ عبدالرحمٰن صفوری رح جلد دوئم صفحہ ۱۳۱۔ مدارج النبوت الشیخ عبدالحق محدث دہلوی رح جلد اوّل صفحہ۔

تلاوتِ قرآنِ پاک کے بعد حضرتِ جبریل علیہ السّلام نے سب سے پہلے حضرتِ آدم علیہ السّلام کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی حضور پہلے

marfat.com

آپ تشریف لاکر خطبہ ارشاد فرمائیں حضرت آدم علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ بِیَدِہٖ وَاَسْجَدَ لِیْ مَلَائِکَتَہٗ وَجَعَلَ الْاَنْبِیَاءَ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ"

کہ بارگاہِ رب العزت میں میرا نذرانۂ حمد و ثناء یہ ہے کہ اس نے مجھے اپنے دستِ مبارک سے پیدا فرمایا اور مجھے مسجودِ ملائکہ بنایا اور پھر میری ہی اولاد میں سے انبیائے کرام کو مبعوث فرمایا ـــــ حضرتِ جبریل علیہ السلام مقدس حضرات ـــــ حضرتِ آدم علیہ السلام کا وقت ختم ہو چکا ہے ـــ اب میں حضرتِ نوح علیہ السلام سے التجا کرتا ہوں کہ وہ تشریف لائیں اور اپنا خطبۂ عظیمہ ارشاد فرمائیں۔

حضرتِ نوح علیہ السلام تشریف لائے اور ارشاد فرمائیں۔

"اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَجَابَ دَعْوَتِیْ فَنَجَّانِیْ مِنَ الْغَرَقِ بِالسَّفِیْنَۃِ وَفَضَّلَنِیْ بِالنُّبُوَّۃِ ـــــ"

کہ اس خدا کی حمد و ثناء ہے جس نے میری دعا کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اور مجھے اور میری کشتی کو غرق ہونے سے بچالیا ـــــ اور مجھے نبوت سے فضیلت بخشی

روح الامین نے حضرتِ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اعلان کیا کلیم اللہ علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور بارگاہِ ربوبیت میں اپنا نذرانۂ حمد و ثناء اس طرح بیان فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَلَّمَنِیْ تَکْلِیْمًا وَاصْطَفَانِیْ وَاَنْزَلَ عَلَیَّ التَّوْرَاۃَ وَجَعَلَ ھَلَاکَ فِرْعَوْنَ وَنَجَاۃَ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ عَلٰی یَدَیَّ۔

marfat.com

کہ اس مالک الملک کا ہزار ہزار شکر ہے جس نے بلاواسطہ مجھ سے کلام کی اور مجھے نبوت کے لئے چن لیا اور مجھ پر تورات نازل فرمائی اور فرعون کو ہلاک کیا اور میری طفیل بنی اسرائیل کو نجات عطا کی۔

حضرت جبریل نے حضرت عیسٰی کی خدمتِ اقدس میں درخواست کی ــــ

حضرت عیسٰی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اپنا خطبہ ارشاد فرمایا ــــ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَلَّمَنِیْ التَّوْرَاتَ وَالْاِنْجِیْلَ وَجَعَلَنِیْ اُبْرِیُٔ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِیَ الْمَوْتٰی بِاِذْنِہٖ وَجَعَلَنِیْ مِثْلَ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ وَعَلَّمَنِیَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ ــــ

کہ اس احکم الحاکمین کی حمد و ثناء ہے جس نے مجھے تورات اور انجیل کا علم عطا کیا اور مجھے مادر زاد اندھوں اور کوڑھ کے مریضوں کے لئے شافی بنایا اور اس کے حکم سے میں نے مُردے زندہ کئے اور مجھے حضرت آدم علیہ السلام کی مثل بنایا ــــ پھر فرمایا ــــ ہوجا پس وہ ہو گیا ــــ اور مجھے حکمت عطا فرمائی ــــ

اس کے بعد حضرت جبریل نے جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے التجا کی کہ اے اللہ کے خلیل اب آپ تشریف لائیں اور اپنی زبان پاک سے خطبۂ عالیہ ارشاد فرمائیں۔

اللہ کے خلیل کھڑے ہوئے اور فرمایا ــــ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اتَّخَذَنِیْ خَلِیْلًا وَاَعْطَانِیْ مُلْکًا عَظِیْمًا وَاصْطَفَانِیْ بِالرِّسَالَۃِ وَاَنْقَذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَجَعَلَہَا عَلَیَّ بَرْدًا وَّسَلَامًا ــــ

marfat.com

کہ اس ربِ دو جہاں کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا اور مجھے ملکِ عظیم عطا کیا اور مجھے رسالت کے لیئے منتخب کیا۔ اور مجھے آگ سے نجات دی۔ اور مجھ پہ آگ کو سلامتی والی ٹھنڈی کر دی۔

بارگاہِ ربّ العزت میں تمام انبیاءِ کرام جب اپنا اپنا حمد و ثناء اور شکر و سپاس کا نذرانہ پیش کر چکے تو جناب رُوح الامین علیہ السلام نے۔ سیّد المرسلین — خاتم النبیین — شفیع المذنبین اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ عالیہ میں دست بستہ کھڑے ہو کر نہائیت ہی ادب و احترام سے درخواست کی اے والیٔ دو جہاں — زینتِ بزمِ کائنات۔ شہنشاہِ کون و مکان اور محبوبِ ربِ العالمین اب آپ منبرِ پاک پہ جلوہ افروز ہو کر اپنا خطبۂ صدارت ارشاد فرماویں۔

سیّاحِ لامکاں۔ سیرِ ملکوت کے مسافر۔ کرسی و عرش کے مسند نشین اور افلاک و سدرہ کے راہ نورد اپنی کرسیٔ صدارت سے اٹھے اور حضراتِ انبیاءِ عظام کو مخاطب ہو کر فرمایا۔

کلکم اثنیٰ علیٰ ربہ و انا اثنی علیٰ ربی

کہ آپ سب نے اپنے ربّ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی ہے اور اب میں بھی اپنے ربِ کریم کی بارگاہِ عزت میں اس کی بڑائی و کبریائی اور اس کی حمد و ثناء بیان کرتا ہوں۔

ارشاد فرمایا —

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی اَرْسَلَنِیْ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ ! وَکَافَّۃً لِّلنَّاسِ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ اَنْزَلَ عَلَیَّ الْفُرْقَانَ فِیْہِ تِبْیَانُ کُلِّ شَیْءٍ وَّجَعَلَ اُمَّتِیْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَجَعَلَ

marfat.com

أُمَّتِي أُمَّةً وَسَطًا وَجَعَلَ أُمَّتِي هُمُ الْاَوَّلُوْنَ وَهُمُ الْآخِرُوْنَ۔ وَشَرَحَ لِيْ صَدْرِيْ وَوَضَعَ عَنِّيْ وِزْرِيْ وَرَفَعَ لِيْ ذِكْرِيْ وَجَعَلَنِيْ فَاتِحًا وَّخَاتِمًا۔

کہ اس خدائے بزرگ و برتر کی حمد و ثناء ہے کہ جس نے مجھے دونوں جہانوں کی رحمت بنا کر اور پوری نسلِ انسانی کے لئے نبی بنا کر اور بشیر و نذیر بنا کر بھیجا — اور مجھ پر ایسی کلام فرقانِ حمید نازل فرمائی جس میں ہر چیز کا بیان ہے — اور میری امت کو تمام امتوں سے بہتر بنایا — اور اسے تمام بنی نوع انسانی کی ہدائیت کے لئے پیدا کیا۔ اور جس خدا نے میری امت کو اُمتِ وسطا فرمایا — اور میرے سینۂ پاک کو کھول دیا اور جس اللہ کریم نے مجھ پر سے میری امت کے غم کے بوجھ کو آتار دیا۔ اور میرے ذکر کو بلند فرمایا اور مجھے خاتم وخاتم المرسلین بنا کر مبعوث فرمایا —

آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج النبیؐ کے جلسہ میں اپنا صدارتی خطبہ ختم کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فوراً کھڑے ہو کر اعلان کیا بِھٰذَا فَضَّلَکُمْ مُحَمَّدٌ — کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب سے افضل ہیں۔

مسجد اقصیٰ — میں جلسہ ختم ہونے کے ساتھ ہی سیاحِ لامکاں کے سفرِ ملکوت کی پہلی منزل ختم ہوئی جسے قرآنِ پاک نے مِنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى — سے تعبیر کیا ہے۔

marfat.com

غرضیکہ۔ معراجِ پاک کا پہلا حصّہ یعنی سیر ختم ہوئی اور یہاں سے معراجِ آسمانی شروع ہوئی — جیسا کہ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا ہے۔

●

جبینِ شوق کے سجدے لٹائے جاتے ہیں
ترانے نعتِ محمدؐ کے گائے جاتے ہیں
خدا کی شان ہے روتے تھے کل جو غاروں میں
وہ آج عرش پہ مہماں بلائے جاتے ہیں

marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

المعراج

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۵۰ و صفحہ ۵۴۸ مسلم شریف جلد اوّل صفحہ ۹۲-۹۳ مشکوات شریف صفحہ ۵۲۸ المواہب اللدنیہ صہ ۳۳۳ و صفحہ ۳۳۹ الشفا شریف جزو اوّل صفحہ ۱۰۸

عُرِجَ بِہٖ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِلَی السَّمَآءِ الدُّنْیَا ۔ ثُمَّ عُرِجَ بِنَا اِلَی السَّمَآءِ ۔ فَعَرَجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ ۔ فَانْطَلَقَ بِیْ جِبْرِیْلُ حَتّٰی اَتَی السَّمَاءَ الدُّنْیَا ۔ معروف و مجہول دونوں طرح سے ذکر کیا گیا ہے۔

آقائے دو عالم صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔ اب کیا کرنا چاہیئے؟ عرض کی ۔ حضور ۔ یہاں تک تو سیر تھی معراج تو اب شروع ہو گی ۔ اے اللّٰہ کے محبوب بُراق پر سوار ہو جاؤ۔

امام الانبیاء علیہ السّلام بُراق پر سوار ہونے لگے تو بُراق پہلے سے اونچا تھا ۔

جبریلؑ نے درخواست کی حضور ۔ اس پتھر پہ پاؤں مبارک رکھ کر سوار ہو جاؤ ۔

آمنہ کا لال سوار ہوا ۔۔۔ بُراق نے پرواز کی ۔۔۔ دیکھا تو پتھر بھی ساتھ ہی پرواز کر رہا ہے ۔۔۔ کہ مجھ پر قدم پاک رکھ کر جانے والے مجھے بھی ساتھ ہی لے چلو ۔۔۔ فرمایا ۔۔۔ صخرۃ کا ۔۔۔ ٹھہر جا ۔۔۔ پتھر جہاں تک اُوپر گیا تھا وہیں ٹھہر گیا اور وہ آج بھی ہوا میں معلّق ہے۔

روح الامین علیہ السّلام نے نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمتِ اقدس میں دو پیالے پیش کئے ۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا ۔

حضُور علیہ السّلام نے فرمایا فَاخْتَرْتُ اللَّبَنَ ۔۔۔ کہ میں نے دُودھ کو قبول کر لیا ۔۔۔ حضرتِ جبریلؑ نے عرض کی اِخْتَرْتَ الْفِطْرَۃَ ۔۔۔ کہ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپؐ نے فطرت کو پسند کیا ۔۔۔ دین کو منظور اور اسلام کو اختیار فرمایا ہے ۔

دونوں راہی پیاری پیاری گفتگو اور قدُرت کے حسین وجمیل اور دلکش مناظر کا نظّارہ کرتے ہوئے پہلے آسمان تک جا پہنچے ۔

فَاسْتَفْتَحَ جِبْرِیْلُ ۔ قِیْلَ مَنْ هٰذَا ۔ قَالَ جِبْرِیْلُ ۔۔۔ قِیْلَ مَنْ مَّعَکَ ۔ قَالَ مُحَمَّدٌ ۔ قِیْلَ وَقَدْ بُعِثَ وَاُرْسِلَ اِلَیْهِ ۔ قَالَ نَعَمْ ۔ قِیْلَ مَرْحَبًا بِهٖ فَنِعْمَ الْمَجِیُّ جَاءَ ۔۔۔ فَفَتَحَ ۔

پس جبریل علیہ السّلام نے پہلے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا ۔ دربان نے کہا ۔۔۔ کون ہے ؟

جواب دیا ۔۔۔ جبریلؑ ہوں !

پُوچھا گیا ۔۔۔ تمہارے ساتھ کون ہے ؟

کہا ۔۔۔ محمّد ہیں (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

marfat.com

سوال کیا گیا — کیا تجھے اس کی طرف بھیجا گیا تھا اور کیا تم اسے لینے گئے تھے؟ —

جواب دیا — ہاں!

دربان نے دروازہ کھول دیا اور نہایت ہی خوشی و مسرت اور محبت و عقیدت سے پکار اٹھا۔

مرحبا اھلاً وسھلاً مرحبا۔

زہے قسمت — خوش آمدید — بسم اللہ — جی آیاں نوں

مخالف لوگ کہتے ہیں کہ احمدؐ کیوں کر افلاک پہ پہنچے
فلک کے کون سے دَر تھے جو عرشِ پاک پہ پہنچے
مخالف کی عجب بے ڈھنگی سی گفتار ہوتی ہے
وہ کیا جانیں کہ نورِ حق کی کیا رفتار ہوتی ہے
انہیں کہہ دو کہ نور کو حائل نہیں دیوار ہوتی ہے
نظر شیشے پہ جب پڑتی ہے فوراً پار ہوتی ہے

تعجب ہے — حیران ہوں اور سمجھ نہیں آتی کہ معراج کی شبِ اقدس کو تمام ساکنانِ جنت۔ حاملانِ عرش اور اہالیانِ افلاک کو جب یہ علم تھا کہ آج رات سیاحِ لامکاں سیرِ ملکوت کے لئے اور حریمِ قدس میں ربِ دو جہاں سے راز و نیاز کی باتیں کرنے کے لیے تشریف لا رہے ہیں اور انہیں جب یہ بھی خبر دی جا چکی تھی کہ حضرتِ جبریل محبوبِ خدا کو لینے کے لئے جا چکے ہیں تو پھر جبریلؑ کے دروازہ کھٹکھٹاتے اور اجازت طلب کرنے پر دربان کا یہ پوچھنا کہ تو کون ہے؟ اور تیرے ساتھ کون ہے؟ — اور اس کے لینے کے لیے تمہیں بھیجا گیا تھا؟ — اور وہ آگئے ہیں؟ — اس پوچھنے میں کیا راز تھا۔

marfat.com

میرے خیال میں تو یہی ہو سکتا ہے کہ شاید ایوانِ ربّ العزت سے ہر آسمان کے دربان کو یہ حکم ملا ہو کہ جبریلؑ سے میرے محبوب پاک کے آنے کے متعلق پُوچھ لینا۔۔۔ اگر وہ ساتھ ہو تو دروازہ کھول دینا نہیں تو اس کے بغیر آج جبریلؑ کو بھی اُوپر آنے کی اجازت نہیں ہے۔

آسمان کا دروازہ کُھل گیا اور نبی کریم علیہ السلام پہلے آسمان کے اندر داخل ہو گئے۔۔۔

آقائے دو جہاں نے ایک نورانی چہرہ والے آدمی کو دیکھا۔۔۔

جبریل سے پُوچھا۔۔۔ یہ کون ہے؟

جواب دیا هٰذَا اَبُوکَ آدَم ۔۔۔ فَسَلِّمْ عَلَیہِ ۔۔۔ یہ آپؐ کے باپ حضرتِ آدم علیہ السلام ہیں۔۔۔ انہیں سلام کہو۔

حضرتِ آدم علیہ السلام کے عظیم فرزند نے انہیں سلام کیا۔۔۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔۔۔ مَرحَبًا یا اِبنَ الصَّالِح وَالنَّبِیِّ الصَّالِح ۔۔۔ کہ اے میرے صالح بیٹے اور صالح نبی تیرا آنا مبارک۔۔۔ تیری تشریف آوری باعثِ رحمت اور تیرا ورودِ مسعود باعثِ برکت و سعادت۔۔۔ خوش آمدید۔۔۔

حضرتِ آدم علیہ السلام نے امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نبی صالح اور ابنِ صالح فرمایا۔۔۔ اس لئے کہ حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت اور حُسنِ اخلاق نیکی و شرافت اور اتقا و تقدّس کی انتہا کا نام صالحیت ہے اور دوسری تمام اوصاف حمیدہ سے کسی کا صالح ہونا افضل و اعلیٰ ۔۔۔ اور عظیم و ارفع ہے چنانچہ قرآن پاک میں خدا تعالیٰ نے بھی انبیاء کرام کو وصفِ صالح سے سرفراز فرمایا ہے مثلاً۔۔۔ وَکُلٌّ مِّنَ الصَّالِحِینَ وَ کُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِینَ ۔

marfat.com

اور حضرت غوث اعظم رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی انسان کے صالح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ہستی کو مٹا کر فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ جائے اور جب وہ فنافی اللہ کے مقام پر کامل ہو جائے گا۔ تو پھر لقا باللہ بھی کامل ہو جائے گا۔ اور یہ مقام و مرتبہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ اولیٰ۔ اتم اور اکمل حاصل ہے؟

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت آدم علیہ السلام کو پہلے سلام کہنا بطور تواضع و انکساری کی تعلیم پر موقوف ہے اور دوسروں پر لطف و کرم اور رحمت و شفقت پر مبنی ہے ـــــ اور چونکہ نبی کریم علیہ السلام کو معراج پاک کا ایک ایسا ارفع و اعلیٰ اور عظیم و بالا مرتبہ عطا کیا گیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ حضور اپنے اس عظیم مرتبہ اور اعلیٰ مقام پانے کے باوجود بھی تواضع و انکساری کا اظہار فرماتے ـــــ

جیسا کہ شہنشاہ کون و مکان نے فرمایا ہے۔

مشکوٰت شریف صفحہ ۵۱۳ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۱

اَنَا سَیِّدُ وُلْدِ آدَمَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَ بِیَدِیْ لِوَاءُ الْحَمْدِ وَلَا فَخْرَ ـــ وَ اَنَا حَبِیْبُ اللّٰہِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَوَّلُ شَافِعٍ وَ اَوَّلُ مُشَفَّعٍ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ وَلَا فَخْرَ وَ اَنَا اَکْرَمُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْاٰخِرِیْنَ وَ لَا فَخْرَ۔

کہ قیامت کے دن میں ساری اولادِ آدم ؑ کا سردار ہوں گا۔ اور میں فخر نہیں کرتا ـــــ اور قیامت کے دن میرے ہاتھ میں حمد و ثناء اور شفاعت کا جھنڈا ہوگا اور میں فخر نہیں کرتا ـــــ اور میں اللہ کا حبیب ہوں مگر میں فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور میری ہی شفاعت

marfat.com

قبول ہو گی اور میں فخر نہیں کرتا اور میں اگلوں اور پچھلوں کا مکرّم و محترم ہوں گا مگر میں فخر نہیں کرتا۔

اور آج بھی یوں سمجھئے کہ آقائے دو عالم علیہ السّلام کو معراج ہوئی مگر آپؐ نے فخر نہ کیا۔

اور پھر حضرتِ آدم علیہ السّلام کو اس لئے بھی پہلے سلام کہی کہ نبی پاک علیہ السّلام نے خود سلام کی تعلیم یوں ارشاد فرمائی ہے۔

اَلْبَادِیُ بِالسَّلَامِ بَرِیٌّ مِنَ الْکِبْرِ ــــ اور

یُسَلِّمُ الرَّاکِبُ عَلَی الْمَاشِیْ وَالْمَاشِیْ عَلَی الْقَاعِدِ ــــ کہ سلام میں ابتدا کرنے والا تکبر و غرور سے پاک ہوتا ہے اور سوار پیدل چلنے والے کو سلام کہے اور پیدل چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کہے۔

سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم بُراق پر سوار بھی تھے اور پھر پیدل بھی چلے اور حضرتِ آدم علیہ السلام بیٹھے ہوئے تھے۔

نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا ــــ عَنْ یَمِیْنِہٖ اَسْوِدَۃٌ وَعَنْ یَسَارِہٖ اَسْوِدَۃٌ ــــ کہ حضرتِ آدم علیہ السّلام کے دائیں طرف بھی اولادِ آدم کے ارواح ہیں اور بائیں جانب بھی ــ اور وہ اپنی دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔

رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پُوچھا ــــ جبریلؑ حضرتِ آدم علیہ السّلام کی دائیں اور بائیں طرف کیا ہے اور یہ اپنی دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں ــ ؟

عرض کی ــــ یا رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم ان کی دائیں جانب جنّتیوں کی ارواح ہیں اور بائیں طرف جہنمیوں کی ــــ

marfat.com

جنتیوں کی طرف دیکھتے ہیں تو خوشی و مسرت سے ہنستے ہیں اور جب دوزخیوں کی جانب نظر کرتے ہیں تو رنج وغم میں روتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام چونکہ ابوالبشر یعنی نسلِ انسانی کے باپ ہیں اس لئے ان کا حق یہی ہے کہ اپنی اولاد کے نیک اعمال۔ حُسنِ اخلاق۔ اچھے حالات اور ان کے ثواب کو دیکھ کر خوش ہوں اور پدری شفقت و محبت کا تقاضا یہی ہے کہ ایک باپ اپنی اولاد کی بداعمالیوں کو دیکھ کر روئے۔ بدکرداریوں پر نظر کرکے غم کرے۔ ان کی سیہ کاریوں پر دھیان کرکے افسوس کرے اور انہیں مصائب و آلام میں مبتلا دیکھ کر تڑپے اور پھر ان کی سزائے جہنم دیکھ کر آنسو بہائے۔

علماء حق فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام کا اپنی اولاد کے بُرے اعمال اور پھر ان کے دوزخی ہوجانے پر رونا صرف اس لئے تھا کہ آج یہ رحمۃ للعالمین سیّد المرسلین! اور شفیع المذنبین بارگاہِ ربّ العزت میں جارہا ہے۔ میرے رونے کے باعث اسے رحم آجائے اور میری اولاد کے گنہگاروں کی بخشش و نجات کا بھی کوئی سبب بن جائے ــــ اور یہ حقیقت بھی یہی تھی کہ آج کی رات گنہگاروں کی قسمت و تقدیر کا فیصلہ ہوتا تھا۔

حدیثِ پاک میں لفظِ اَسْوِدَۃٌ آیا ہے ــــ اس کی جمع سَوَاد ہے یعنی بہت سے اشخاص۔ جیسے سَوَادِ اعظم۔ یعنی اشخاص کی بڑی جماعت۔ حدیثِ معراج میں نَسَمُ بنیہ کے الفاظ بھی آئے ہیں نَسَم کی جمع نَسَمَۃ ہے جس کے معنی نفسِ انسان ہے اور مراد ارواح ہے۔

یہاں یہ خیال بھی رہے کہ اس سفرِ ملکوت میں نبی کریم علیہ السلام کا حضرت جبریل سے بار بار پوچھنا کہ یہ کیا ہے؟ ــــ یہ کون ہے؟ ــــ اب کیا کرنا ہے اور

marfat.com

یہ کیوں روتا ہے۔ رسُولِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے علم غیب کی نفی کی دلیل نہیں ہے جیسے کہ بعض گستاخانِ رسالت سمجھتے ہیں۔

آ اسلئے۔ کہ کسی چیز کے جاننے اور اس کا علم رکھنے کے باوجود بھی پوچھا جاتا ہے کہ یہ تمہارے پاس کیا ہے؟ ــــ کیا کر رہے ہو؟ ــــ کہاں سے آئے ہو؟ ــــ اور کہاں جانا ہے؟ ــــ مثلاً خدا تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا ــــ وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسٰى۔ یا جب فرشتے آسمان پہ جاتے ہیں تو خدا ان سے پوچھتا ہے ــــ مِنْ اَيْنَ جِئْتُمْ ــــ کہ تم کہاں سے آئے ہو۔ تو جس طرح اللہ کریم سب کچھ جاننے اور ہر چیز کا علم رکھنے کے باوجود بھی پُوچھتا ہے اسی طرح حُضور علیہ السلام بھی خداوندِ جہاں کا عطا کردہ علم رکھنے کے باوجود بھی حضرتِ جبریل علیہ السلام سے پوچھتے جاتے ہیں۔

اور پھر یہ سب کچھ تعلیمِ اُمّت کے لئے تھا۔ ہمیں تبانے کے لئے تھا اور منکرینِ معراج کو سمجھانے کے لئے تھا۔ کہ میں نے کیا کیا دیکھا۔ کس کس چیز کا مشاہدہ کیا اور معراج کی رات کیا کچھ ہُوا ــــ اور پھر اگر نبی کریم جبریلؑ سے نہ پُوچھتے جاتے اور جبریل نہ تباتے جاتے تو ہم معراج کو کیا سمجھتے اور یہ پیارا واقعہ کیسے اور کیوں کر بیان کرتے اور میں "المعراج" کتاب کیسے لکھتا۔

چوتھے آسمان پر حضرتِ ادریس علیہ السّلام سے ملاقات ہوئی ــــ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ میں نے انہیں بھی سلام کہی اور پھر ان سے مصافحہ بھی کیا اور حضرتِ ادریس علیہ السّلام کے متعلق ارشادِ خداوندی ہے ــــ وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔

سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرتِ ادریس علیہ السّلام سے فرمایا ــــ يَا اَخِي اللّٰهُ رَفَعَكَ مَكَانًا عَلِيًّا ــــ کہ میرے نبوّت و رسالت کے بھائی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بلند مکان پر اٹھایا ہے ــــ وَدَخَلْتَ الْجَنَّةَ قَبْلِي وَرَاَيْتَ

marfat.com

نَعِیْمَهَا ــــ اور آپ مجھ سے پہلے جنّت میں داخل ہو گئے ہیں اور آپ نے جنّت کی نعمتوں کو دیکھ لیا ہے۔

فَقَالَ یَا حَبِیْبَ اللهِ مَا دَخَلْتُ الْجَنَّةَ وَلَا رَأَیْتُ نَعِیْمَهَا وَاِنَّمَا دَخَلْتُ بُسْتَانًا خَارِجَ الْجَنَّةِ وَ رَأَیْتُ عَلٰی بَابِهَا مَكْتُوْبًا هٰذَا بَابٌ لَا یَدْخُلُهٗ اَحَدٌ قَبْلَ مُحَمَّدٍ وَّ اُمَّتِهٖ۔

حضرتِ ادریس علیہ السّلام نے جواب دیا کہ اے اللہ کے حبیب نہ تو میں جنّت میں داخل ہوا ہوں اور نہ ہی میں نے اس کی نعمتوں کو دیکھا ہے۔ میں اس باغ میں رہتا ہوں جو جنّت سے باہر ہے۔ اور میں جنّت کے دروازہ پر یہ لکھا ہوا دیکھتا ہوں کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم اور اس کی اُمّت سے پہلے اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکتا۔

اور ــــ پھر اسی شان و عظمت کے ساتھ تاجدارِ کون و مکان علیہ السّلام حضرتِ جبریل علیہ السّلام کے ہمراہ ہر آسمان کی سیر کرتے! قدرت کے حسین و دلکش مناظر دیکھتے ــــ انبیاء کرام سے ملاقات اور ان سے گفتگو فرماتے اور انہیں اپنا دیدار کراتے اور آیاتِ الٰہی کا مشاہدہ کرتے ہوئے چھٹے آسمان پر جا پہنچے اور وہاں حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام سے ملاقات کی۔

یہ یاد رہے کہ ہر نبی نے حضور علیہ السّلام کو سب سے افضل و اعلیٰ اور عظیم و ارفع وصفِ صالح سے متصّف کیا ــــ یَا النَّبِیُّ الصَّالِحُ وَیَا الْاَخُ الصَّالِحُ

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حسبِ دستور انہیں سلام کہی۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور دعائے خیر فرمائی۔

نبی کریم علیہ السّلام آگے بڑھے بکٰی قِیْلَ لَهٗ مَا یُبْکِیْکَ ۔ قَالَ اَبْکِیْ لِاَنَّ

marfat.com

غُلَاماً بُعِثَ بَعْدِی یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِہٖ اَکْثَرُ مِمَّنْ یَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِی۔

تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام رو پڑے۔ ان سے رونے کا سبب پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس لئے رو یا ہوں کہ اس لڑکے یعنی محمد مصطفےٰ علیہ السّلام کو میرے بعد مبعوث کیا گیا ہے اور اس کی امت میری امت کے مقابلہ میں بہت کثیر تعداد میں جنت میں داخل ہو گی۔

یاد رھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا رونا امام الانبیاء اور آپ کی امتِ مرحومہ کی افضلیت و عظمت کو دیکھ کر حسد کے طور پر نہیں تھا۔ اس لئے کہ حسد تو ایک عام مسلمان کے لیے بھی حرام — قبیح — مذموم — اور قابلِ مذمت فعل ہے پھر اللہ کے کسی برگزیدہ نبی — اولو العزم رسول اور صاحبِ ذیشان پیغمبر کے لیئے اور ایسے ہی نبی کے لئے جسے خدا نے ہم کلامی سے سرفراز فرمایا ہو ایسا مذموم اور قبیح فعل کیسے ممکن ہو سکتا ہے — بلکہ ان کا رونا اس لئے تھا کہ میں نے اپنی امت کی خاطر بہت کچھ کیا ان کے لئے پتھر سے پانی کے چشمے پیدا کئے — آسمان سے من و سلویٰ نازل کروایا — فرعون کے ظلم و ستم سے نجات دلوائی — بے سایہ میدان میں بادلوں کا سایہ کروایا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ انہیں کلامِ الٰہی سنائی مگر یہ لوگ پھر بھی مجھ پر ایمان نہ لائے اور میری ایک بات بھی نہ مانی اور ہر موقعہ پر یہ لوگ میری مخالفت ہی کرتے رہے اور یہی اسباب ان کے اجر و ثواب کی کمی کا باعث بن گئے تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا گریہ اظہارِ افسوس و حسرت کے طور پر تھا۔

اور پھر یہ حقیقت بھی واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کے دل میں اپنی اُمّت کے لیئے رحمت و شفقت کا وصف بھی رکھا ہوا ہے اور اسی لئے امام الانبیاء صلی اللہ و

marfat.com

علیہ وسلم بھی اسی وصف کے اظہار کے لیئے اپنی امت کے غم میں کئی بار روئے اور اس کی بخشش کے لیئے دعائیں فرماتے رہے۔

حضور علیہ السلام کی امت تمام انبیاء کرام سے زیادہ ہے آپ کی اتباع کرنے والے زیادہ ہیں اور اپنے نیک اعمال کے سبب انکا اجر و ثواب بھی زیادہ ہوگا اور اس لحاظ سے حضور علیہ السلام کی امت دوسرے انبیاء کی امتوں کے مقابلہ میں زیادہ جنت میں جائے گی۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت چونکہ تھوڑی تھی اور ان کی اتباع کرنے والے بھی قلیل تھے اس لیئے ان کے اعمالِ صالحہ بھی قلیل اور تھوڑے تھے اور اس وجہ سے ان کی تھوڑی امت جنت میں جائے گی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رونا اس وجہ سے تھا اس مقام پر حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہی خوب اور ایمان افروز نکتہ بیان کیا ہے۔

اشعت اللمعات جلد ۴ صفحہ ۲۹۰ — پس گریہ کرد موسیٰ علیہ السلام بر بسبب رحمت بر امت خود دریں ساعت کہ وقتِ افضال و جود و کرم است شاید کہ حق تعالیٰ رحم کند بر ایشاں ببرکتِ ایں ساعت۔

کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام رونا اپنی امت پر رحمت کے سبب تھا اور وہ جانتے تھے کہ آج کی رات خدا اور رسول۔ طالب و مطلوب اور محب و محبوب کے درمیان کیف و سرور۔ خوشی و مسرت اور راز و نیاز کی رات ہونے کے ساتھ ساتھ رحمت و شفقت۔ لطف و کرم اور بخشش و شفاعت کی گھڑی ہے شاید خداوندِ غفور و رحیم اس بابرکت و باسعادت ساعت کے باعث میری امت پر بھی رحم فرماتے ہوئے اسے معاف کر دے۔

رہی یہ بات کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں

marfat.com

لفظِ غلام کیوں استعمال کیا ہے ؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں غلام نعوذ باللہ نوکر۔ خادم یا بازاروں میں بکنے والے غلام کے معنیٰ میں نہیں ہے بلکہ انہوں نے حضور علیہ السّلام کی صغرسنی۔ آپ کے بچپن اور آپؐ کی جوانی کے پیشِ نظر غلام کا لفظ استعمال کیا جس کا معنہ قرآنِ پاک کے مطابق لڑکا۔ بچہ اور کودکِ خوردسالہ ہے۔ مثلاً حضرتِ جبریل علیہ السّلام نے حضرتِ مریم علیہا السّلام سے کہا لِاَھَبَ لَکِ غُلَاماً ذَکِیّاً ــــــ کہ تجھے ایک نیک سیرت۔ پاک باز اور خوش اخلاق لڑکا دینے آیا ہوں ـــــ یا اللہ تعالیٰ نے حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کی دُعائے فرزند قبول کرتے ہوئے فرمایا۔ نُبَشِّرُکَ بِغُلَامٍ حَلِیْمٍ ــــ کہ ہم تجھے ایک سلیم الفطرت اور حلیم الطبع لڑکے کی خوشخبری و بشارت دیتے ہیں۔

اور پھر چونکہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عُمر شریف دوسرے انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی عمروں سے کم تھی۔ اس لئے اس لحاظ سے آپ کے حق میں لفظِ غلام بولا گیا۔ غرضیکہ یہاں غلام جوان اور صحت مند کے معنہ میں ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام نے حضور علیہ السّلام کے حق میں لفظِ غلام بول کر آپ کی شان وعظمت اور آپ کے درجات و کمالات کی طرف ابدی و لازوال اشارہ فرما دیا کہ یہ نبی حضرتِ محمدؐ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ جوان۔ توانا اور صحت مند ہی رہیں گے اور کبھی بوڑھے نہیں ہوں گے ـــ اور یہ ہے بھی حقیقت اس لئے کہ نبیؐ پاک علیہ السّلام پر بڑھاپا آیا ہی نہیں صرف دو چار بال شریف سفید تھے اور وہ بھی آپؐ کی بزرگی وعظمت کے اظہار کے لیے۔

لامکاں کے راہی علیہ السّلام نے ساتویں آسمان پر حضرتِ ابراہیم علیہ السّلام کو دیکھا جو بیت المعمور کی دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے ـــ اللہ کے حبیب نے اللہ

marfat.com

کے خلیل کو سلام کہی — خلیل اللہ نے مرحبا۔ خوش آمدید اور جی آیاں نوں کہا۔

• بیت المعمور — هُوَ يَدْخُلُهٗ كُلَّ يَوْمٍ سَبْعُوْنَ اَلْفَ مَلَكٍ ثُمَّ لَا يَعُوْدُوْنَ — کہ ہر روز ستّر ہزار فرشتے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں۔ اور جو ایک دفعہ آجاتے ہیں پھر قیامت تک ان کی باری نہیں آئے گی — گویا کہ بیت المعمور یعنی یہ آباد گھر فرشتوں کا کعبہ ہے — اور زمین کے کعبہ کے اُوپر بالکل مقابل ہے — نزہت المجالس صفحہ ۱۳۸۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا —

اِقْرَئْ اُمَّتَكَ مِنِّى السَّلَامَ وَاَخْبِرْهُمْ اَنَّ الْجَنَّةَ طَيِّبَةُ التُّرْبَةِ عَذْبَةُ الْمَاءِ وَاِنَّهَا قِيْعَانٌ وَاَنَّ غِرَاسَهَا سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ —

کہ اے اللہ کے حبیب اپنی امّت کو میری طرف سے سلام کہنا اور اسے خبر دینا کہ جنّت ایک میدان ہے اور اچھے۔ میٹھے اور شیریں پانی کی ہے اور اس میں درخت بونے کی صورت یہ ہے کہ کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اور اس کی حمد و ثناء کی جائے۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱ مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۹۳ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا — پھر مجھے ایک ایسے مشرف و مکرّم جگہ پر لے جایا گیا — اَسْمَعُ فِيْهِ صَرِيْفَ الْاَقْلَامِ — کہ میں نے وہاں قلمِ قدرت کے چلنے کی آواز سُنی۔

یہ وہی آواز تھی جسے فرشتے اصل سے نقل کرتے اور حیات و ممات۔ خوشی و غم — حساب و کتاب۔ جزا و سزا۔ رزق و انعام اور قضا و قدر لکھ کر مخلوقات کی قسمت و تقدیر کے طور پر محفوظ رکھتے ہیں۔ جیسا کہ شب برات اور شب قدر میں لکھا جاتا ہے۔

لیکن اس کتابت و تحریر میں محو و اثبات کی گنجائش رکھّی گئی ہے جیسا کہ قرآن پاک میں ہے۔

marfat.com

یمحو اللہ بما شاء و یثبت ___ کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کو چاہے مٹا دے اور جس شے کو چاہے قائم و ثابت رکھے۔

خصائص کبریٰ جلد ۱ صفحہ ۵۳ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۰۸ ___ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَقَدْ کُنْتُ اَسْمَعُ صَرِیْرَ الْقَلَمِ عَلَی اللَّوْحِ الْمَحْفُوْظِ وَاَنَا فِیْ ظُلُمَاتِ الْاَحْشَاءِ۔

کہ اے چچا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے البتہ۔ تحقیق جب میں شکمِ مادر میں تھا تو میں لوحِ محفوظ پر چلنے والی قلمِ قدرت کی آواز سنا کرتا تھا۔

تو وہ محبوبِ خدا جو لوحِ محفوظ پر چلنے والی قلمِ قدرت کی آواز شکمِ مادر میں سنتا رہا ہو آج معراج کی رات اس کے لئے یہ آواز سننا غیر ممکن و محال نہیں تھا جب کہ خدا نے انہیں بلایا بھی اسی لئے تھا کہ وہ ہر چیز کو دیکھے اور ہر شے کی آواز سنیں۔

خودی کو نہ دے سیم و زر کے عوض
نہیں شعلہ دیتے شرر کے عوض

marfat.com

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ہ

سِدرۃُ المنتہیٰ

پارہ ۲۷ سورۃ النجم ۔ وَلَقَدۡ رَاٰہُ نَزۡلَۃً اُخۡرٰیۙ عِنۡدَ سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی ۝ عِنۡدَہَا جَنَّۃُ الۡمَاۡوٰی ۝ اِذۡ یَغۡشَی السِّدۡرَۃَ مَا یَغۡشٰی ۝

مسلم شریف جلد ۱ صفحہ ۹۱ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ نمبر ۵۴۹ مشکوٰت شریف صفحہ ۵۲۷ ۔ ثُمَّ رُفِعۡتُ اِلٰی سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی ثُمَّ ذَہَبَ بِیۡ اِلٰی سِدۡرَۃِ الۡمُنۡتَہٰی ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ کی طرف اٹھایا گیا ۔ یا ۔ پھر جبریلؑ میرے ساتھ سدرۃ المنتہیٰ کی طرف چلا ۔

سدرہ ۔ بیری کے درخت کو کہتے ہیں اور انتہیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس مقام پر مخلوق کے تمام اعمال و علوم ختم ہو جاتے ہیں اور امر الٰہی نزول فرماتا ہے اور احکام خداوندی حاصل کئے جاتے ہیں اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور میں طاقت نہیں ہے کہ اس جگہ سے آگے جا سکے ۔

اور ہر وہ چیز جو عالم سفلی سے عالم بالا کی جانب جاتی ہے اور عالم علوی سے اوامر و احکام الٰہی نیچے کی طرف نازل ہوتے ہیں یہاں تک آ کر رک جاتے ہیں ۔

امام نووی شارح مسلم شریف صفحہ ۹۲ ۔ شفا شریف صفحہ ۱۱۰ المواہب اللدنیہ

marfat.com

صفحہ ۳۴۳ مدارج النبوت صفحہ ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دوسرے مفسرین و محدثین رحمہم اللہ اجمعین فرماتے ہیں کہ اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ اس لئے رکھا گیا ہے کہ ۔ لِاَنَّ عِلْمَ الْمَلَائِکَۃِ یَنْتَھِیْ اِلَیْھَا وَلَمْ یُجَاوِزْھَا اَحَدٌ اِلَّا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا نام سدرۃ المنتہیٰ اس لئے رکھا گیا ہے ۔ بِکَوْنِھِیْ یَنْتَھِیْ اِلَیْھَا مَا یَھْبِطُ مِنْ فَوْقِھَا وَمَا یَصْعَدُ مِنْ تَحْتِھَا مِنْ اَمْرِ اللّٰہِ تَعَالیٰ ۔ کہ سدرۃ المنتہیٰ کو اس لئے منتہیٰ کہا گیا ہے کہ یہاں پر فرشتوں اور دوسری مخلوق کا علم ختم ہو جاتا ہے اور اس جگہ سے آگے سوائے حضور علیہ السلام کے کوئی نہیں جا سکا اور نہ ہی کوئی قیامت تک جا سکے گا ۔ نہ کوئی رسول اور نہ ہی کوئی فرشتہ ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے نزدیک اس کا نام انتہا کے لئے رکھا گیا ہے کہ آوامر الہٰی اور احکام خداوندی جو اُوپر سے نیچے اور اعمالِ انسانی جو نیچے سے اُوپر جاتے ہیں یہاں آکر رُک جاتے ہیں ۔

تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ کہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے رسولِ اکرم علیہ السلام کے سوا کوئی بھی آگے نہیں جا سکتا ۔

لِاَنَّ جِبْرِیْلَ رَسُوْلُ الْمَلَائِکَۃِ اِذْ لَمْ یَتَجَاوَزْھَا

اس لئے کہ جب جبریل علیہ السلام فرشتوں کا رسول ہونے کے باوجود بھی اس جگہ سے آگے نہ جا سکا تو پھر کسی اور کی کیا مجال ہے کہ وہاں سے آگے جائے ۔

بیری کے اس درخت کے پتوں ، شاخوں اور اس کے طول و عرض اور اس کے سایہ کی مسافت ہزاروں میلوں تک پھیلی ہوئی ہے ۔ اور اس کا ہر پتہ ہاتھی کے کانوں کی مانند بڑا ہے ۔ اور اسی سے چار نہریں نکلتی ہیں ۔ دو ظاہر کی

marfat.com

اور دو باطن کی ۔ باطن کی نہریں جنت میں جاتی ہیں اور ظاہر کی وہ نہریں ہیں جو نیل و فرات کہلاتی ہیں ۔ اور اس جگہ کو خدا تعالیٰ کے انوار و تجلیات نے ڈھانپ رکھا ہے اور اس کے ہر پتہ اور اس کی ہر شاخ پہ ایک فرشتہ بیٹھا رہتا ہے جو اللہ کی حمد و ثناء میں ہر وقت نغمہ سرا رہتا ہے ۔

الشفاء شریف صفحہ ۱۱۲ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۳۹ تفسیر کبیر جلد ۷ صفحہ ۷۱ ۔ غَشِيَهَا نُوْرُ اللّٰهِ تَجَلّٰى لَهَا كَمَا تَجَلّٰى لِلْجَبَلِ لٰكِنَّهَا كَانَتْ اَقْوٰى مِنَ الْجَبَلِ وَمُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَقْوٰى مِنْ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَام ۔ لِاَنَّهُ لَمْ يَصْعَقْ وَالسِّدْرَةُ لَمْ تَضْطَرِبْ ۔

کہ سدرۃ المنتہیٰ کو انوارِ الٰہی نے ڈھانپ رکھا ہے اور یہ وہی مقام ہے جس پر خدائے قدوس نے اپنے محبوب پاک علیہ السّلام کے استقبال کے طور پہ پہلی تجلّی اسی انداز میں ڈالی جس انداز میں حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کے لئے کوہِ طور پہ ڈالی تھی ۔

پھر امام رازی رحمتہ اللہ علیہ اس سوال کا جواب دیتے ہیں ۔ کہ کیا وجہ ہے کہ اللہ کے حسن و جمال کی تجلّی جب جبلِ طور پہ پڑی تو وہ جل گیا اور حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام بے ہوش ہو گئے مگر جب وہی تجلّی سدرۃ المنتہیٰ پر پڑتی ہے تو نہ سدرہ ہی جلتی ہے اور نہ ہی رسولِ پاک ﷺ ہی بے ہوش ہوتے ہیں ؟

جواب میں فرماتے ہیں کہ ایسا نہ ہونا اس لئے تھا کہ سدرہ کوہِ طور سے قوی و طاقتور ہے اور نبیٔ کریم علیہ السلام حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام سے افضل و برتر اور مضبوط و توانا ہیں ۔

یہاں یہ حیران کن بات یہ بھی ہے کہ بیری کے درخت کو اتنی بلندی اور عالم بالا پہ لگانے کی کیا حکمت و تدبیر ہے ۔

اس کی اصل حقیقت و حکمت تو خدا ہی جانے البتہ جو کچھ اور جتنا کچھ میں سمجھا ہوں وہ

marfat.com

یہ ہے کہ شریعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ مسلمان کی میت کو بیری کے پتوں کو پانی میں اُبال کر غسل دیا جائے شاید اس لئے کہ مسلمان کی میت کے غسل کے پانی کی نسبت اس بیری کے پتوں سے ہو جائے تاکہ نبی پاک علیہ السلام کے ایک گنہگار امتی کے اس کے سبب گناہ معاف ہو جائیں

فَاَذَّنَ جِبْرِیْلُ فَلَمَّا قَالَ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ قَالَ تَعَالٰی صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ۔ فَلَمَّا قَالَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی صَدَقَ عَبْدِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا ۔ فَلَمَّا قَالَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ صَدَقَ عَبْدِیْ ۔ مُحَمَّدٌ عَبْدِیْ وَرَسُوْلِیْ مَرْحَبًا بِہٖ ۔

پھر حضرتِ جبریل علیہ السلام نے آذان کہی — اور جب اس نے اللہ اکبر اللہ اکبر کہا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا — میرے بندے نے سچ کہا ہے میں ہر چیز سے بڑا ہوں ۔

جب جبریل علیہ السلام نے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہا — اللہ کریم نے فرمایا کہ میرے بندے نے سچ کہا میرے سوا کوئی اللہ و خدا نہیں ہے ۔

اور جب جبریلؑ نے اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہا خدا نے فرمایا کہ میرے بندے نے سچ فرمایا —

بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا بندہ و رسول ہے اور اس کا آنا مبارک ہے ۔ **خوش آمدید**

آذان پوری ہوئی تو — وَاصْطَفَّتِ الْمَلٰٓئِکَۃُ صُفُوْفًا کُلُّ صَفٍّ کَمَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ صَلَّیْتُ بِھِمْ رَکْعَتَیْنِ ۔

marfat.com

تمام فرشتوں نے صفیں باندھ لیں اور ہر صف اتنی لمبی تھی جتنا کہ مشرق و مغرب کا فاصلہ ـــــ

پھر میں نے فرشتوں کو دو رکعات نماز پڑھائی نماز ہو چکی تو ـــــ اَقْبَلَتِ الْمَلَائِکَۃُ زُمَرًا زُمَرًا یُصَلُّوْنَ عَلَیَّ ـــــ تمام فرشتے گروہ در گروہ میرے قریب آ کر مجھ پہ درود سلام پڑھنے لگے ۔

اور پھر اسی مقام پہ حضرت جبریل علیہ السّلام اپنی اصلی و حقیقی صورت اور ملکی و کمالی شکل میں نبیؐ کریم علیہ السّلام کے سامنے آئے ۔

حاصل کلام ـــــ یہ ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کی حقیقت و شان کو خدا ہی جانتا ہے ـــــ کیوں کہ ـــــ فَمَا اَحَدٌ مِّنْ خَلْقِ اللّٰہِ یَسْتَطِیْعُ اَنْ یَّنْعَتَہَا مِنْ حُسْنِہَا ـــــ کہ اللہ کریم کی مخلوقات میں سے کسی میں یہ طاقت نہیں ہے کہ اس کی حقیقت و عظمت اور حسن و جمال کی تعریف کر سکے ۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ ۔ المواہب صفحہ ۳۴۶ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ ـــــ والئی دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلم نے جبریل سے فرمایا ـــــ کیا یہ میری آخری منزل ہے ؟

عرض کی آقا ـــــ نہیں ـــــ ابھی تو آپؐ کی منزلِ مقصود کا کچھ حصّہ ہی طے ہوا ہے ۔

فرمایا ـــــ تو پھر چلو ـــــ آگے چلو ۔

رُوح الامین نے دست بستہ عرض کی اے خلاصۂ کائنات میں یہاں سے آگے نہیں جا سکتا ۔

سیّد المرسلین علیہ السّلام نے فرمایا ـــــ یَا جِبْرِیْلُ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا الْمَقَامِ یَتْرُکُ الْخَلِیْلُ خَلِیْلَہٗ ـــــ کہ یہ ایسا مقام تو نہیں ہے کہ جہاں دوست

marfat.com

اپنے دوست کو چھوڑ دے۔

جبریلؑ نے اپنے عجز کا اظہار کرتے ہوئے عرض کی — لَوْ دَنَوْتُ اَنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ۔ اَنْ تَجَاوَزْتُہٗ احْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ —

کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھا اور ذرّہ برابر بھی تجاوز کیا تو اللہ کے نور سے میں جل جاؤں گا — اے محبوبِ خدا یہاں سے آگے آپ کے سوا اور کوئی نہیں جا سکتا۔

نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا —

اَتَانِیْ مِیْکَائِیْل۔ فَقُلْتُ اَھٰذَا مَقَامُکَ۔ قَالَ نَعَمْ — وَلَوْ تَجَاوَزْتُہٗ لَاحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ وَلٰکِنْ جُزْ اَنْتَ فَھٰذَا اِسْرَافِیْلُ اَمَامَکَ فَسِرْتُ مَا شَاءَ اللّٰہُ —

کہ میرے سامنے حضرتِ میکائیل علیہ السّلام آیا — میں نے پوچھا — تیرا مقام بھی یہی ہے ؟

اس نے عرض کی — ہاں !

اور اگر میں یہاں سے ذرّہ بھی آگے گیا تو نورِ الٰہی سے جل جاؤں گا۔ یہ آپ کے سامنے حضرتِ اسرافیل علیہ السّلام ہے۔ منشاءِ خداوندی کے مطابق آپ آگے تشریف لے جائیں۔

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پھر اسرافیل سے وہی سوال کیا اور اس نے پھر وہی جواب دیا۔ جو حضرتِ جبریلؑ و میکائیلؑ نے دیا تھا۔

مولانا ظفر علی خاں مرحوم

جلتے ہیں جبریلؑ کے پَر جس مقام پر

اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

marfat.com

؎ اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم (سعدیؒ)

کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی آگے بڑھا اور ذرّہ بھر بھی تجاوز کیا تو خدا کے نُور سے میرے پَر جل جائیں گے۔

س۔ سدرہ تے نبی نوں وحی کیہا جائیے صاحبا آپ ضرور اگے
اتھوں تیک غلام دی حد آہی جانا اساں دا انیّں مقدور اگے
نبی آکھیا راہ وچہ چھڈ جانائیں سی دوستاں وچہ دستور اگے
وحی آکھیا او شعلہ ساڑ دا اے جس نُور نے ساڑیا طور اگے
واپس ہوئے براق تے وحی دونویں رفرف نبی دے آیا حضور اگے
آخر رفرف بھی تھک کے رہ گیا سی لامکان تھیں لنگ گئے دُور اگے

(رحیم بخش مرحوم)

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ـــــ جبریل کوئی تمنّا اور خواہش ہو تو بتاؤ۔
عرض کی ـــــ آقا بس ایک ہی تمنّا ہے کہ آپؐ کی اُمّت جب پل صراط سے گزرے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنے پَر بچھانے کی اجازت دیدے۔
فرمایا ـــــ انشاءاللہ ایسا ہی ہو گا۔
سیّد الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے دیکھا تو حضرت میکائیل سامنے کھڑے ہیں۔
حضورؐ نے پُوچھا ـــــ اٰھٰذَا مَقَامُکَ ـــــ کیا تیرا مقام بھی یہی ہے ـــــ
قَالَ نَعَمْ۔
عرض کی ـــــ ہاں ـــــ وَلَوْتَجَاوَزْتُ لَاحْتَرَقْتُ بِالنُّوْرِ وَلٰکِنْ جُزْ اَنْتَ۔ فَھٰذَا اِسْرَافِیْلُ اَمَامَکَ فَسِرْتَ ـــــ مَاشَاءَاللہ
اگر میں بھی ذرا آگے گیا تو نورِ خداوندی سے جل جاؤں گا۔

marfat.com

یہ آپؐ کے سامنے حضرتِ اسرافیل کھڑا ہے۔
نشاءِ الٰہی کے مطابق آپؐ آگے تشریف لے جائیں! نبی پاکؐ علیہ السلام نے حضرتِ اسرافیل سے بھی وہی سوال کیا اور اس نے بھی وہی جواب دیا کہ اگر میں ذرّہ بھر بھی آگے جاؤں تو جل جاؤں گا۔

اور وہ جلتے بھی کیوں نہ ——— اس لئے کہ ہیں تو وہ بھی نور ——— مگر وہ خدا کے نور سے نہیں ہیں اور محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم خُدا کے نُور سے ہیں اور خُدا کی طرف سے۔ خدا کے پاس اور خدا کے قریب تو وہی جائے جو کہ اس کے نُور سے ہو۔
امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم ——— پھر حضرتِ جبریلؑ سے مخاطب ہوئے ——— اور فرمایا۔ ؎

چوں در دوستی مخلصم یافتی
عنانِ ز صحبت چرا تافتی

کہ اے جبریل ——— جب تو نے مجھے دوستی میں مخلص پایا ہے۔ تو پھر آج میری رفاقت کیوں چھوڑ رہے ہو۔
اور جب میں تیرے کہنے پر اپنے جانثار ساتھیوں کو اطلاع دیئے بغیر۔ اپنی لختِ جگر بیٹی فاطمہ کو بتائے بغیر اور گنہگار امّت کو بے سہارا چھوڑ کر تیرے ساتھ چلا آیا ہوں تو پھر کیوں میرے ساتھ آگے نہیں جلتے؟ ——— مجھے کیوں تنہا چھوڑ رہے ہو؟ اور میری صحبت و رفاقت سے کیوں منہ موڑ رہے ہو۔ اور اپنے زورِ ملکی سے پرواز کر کے حضرتِ یوسف علیہ السّلام کو اندھیرے کنوئیں میں گرنے سے پہلے پہلے اپنے پروں پہ اٹھا لینے والے اور حضرتِ خلیل علیہ السّلام کو آتشِ نمرود کے دہکتے ہوئے انگاروں میں جلنے سے پہلے آنِ واحد میں ان کے پاس آنے والے اور حضرتِ اسمٰعیلؑ کی گردن پہ چھُری چلنے سے پہلے پہلے وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ کا پیغام لانے والے

marfat.com

اَج کتھے گئے فی زور پروازیاں دے

رُوح الامین نے پھر دست بستہ عرض کی ــــ آقا یہ تو سب ٹھیک ہے ــــ لیکن

ہے آگے دریا تجلیاں، دا ٹھاٹھاں مار دا پیا لگا تار دِسدا
اہدوں اگہاندا جیرے کول ٹکٹ ای نئیں لگا لن ترانی اشتہار دسدا

حضرتِ جبریل علیہ السلام کا یہ عرض کرنا ــــ کہ

اگر یک سر مُوئے برتر پرم
فروغِ تجلّی بسوزد پرم!

کہ اگر میں ایک بال کے برابر بھی آگے گیا تو تجلیاتِ الٰہیہ سے میرے پَر جل جائیں گے۔ اپنے مقام سدرۃ المنتہٰی پر نہیں بلکہ ــــ

معارج النبوّت رکن ۳ صفحہ ۱۲۲ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ــــ دستِ جبریل بگرفت و یک قدم با خویش پیش برد برابر کنجشکے با آمد از ہیبتِ الٰہی باضطراب ولرزہ در آمد و آب از دیدۂ او میریخت و زاری میکرد یا رسُول اللہ مرا بمقامِ من باز فرست پانصد سالہ راہ بیک قدم طے کردہ بُود ــــ

کہ رسُولِ معظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے حضرتِ جبریل علیہ السّلام کا ہاتھ پکڑا اور ایک قدم اپنے ساتھ آگے لے گئے تو حضرتِ جبریل ہیبتِ الٰہی سے مضطرب ہو کر کانپنے لگے اور اُن کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور چھ سو پروں کا مالک اور بے پناہ قوّت و عظمت رکھنے والا آج چڑی کی مانند ہو گیا۔

نبی پاک علیہ السّلام نے ایک قدم اٹھایا تو پانچ سو سال کا راستہ طے کیا۔ اسی مقام سے آمنہؓ کے لال علیہ السّلام نے فرمایا ــــ آگے چلو ــــ تو ــــ عرض کی ــــ

marfat.com

؎ اگر یک سر موئے برتر پرم
فروغ تجلّی بسوزد پرم

آواز آئی — یا محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم قیامت کا غم اور فکر نہ کرو — جس طرح تم نے پانچ سو سال کا راستہ ایک قدم اور ایک اشارہ سے طے کر لیا اسی طرح حشر کا پچاس ہزار سال کا دن بھی تمہارے ایک اشارہ پر آنِ واحد میں طے ہو جائے گا —

اُدھر — سدرہ پر نبی و جبریل کی گفتگو ہو رہی تھی نبی اُسے اپنے ساتھ لے جانے کے لئے اصرار فرما رہے تھے اور جبریلؑ ہر بار انکار کر رہا تھا — اور اِدھر — عارفِ رومیؒ پکار رہا تھا۔

؎ جبرائیلا تو شریفی و عزیز
تو نہی پروانۂ آں شمع نیز

کہ اے حضرتِ جبریل علیہ بے شک تو شریف و عزیز بھی ہے! مکرّم و محترم بھی ہے — کتبِ سماویہ کا محافظ و امین بھی ہے — تمام انبیاء کا ساتھی و اصحابی بھی ہے۔ فرشتوں کا امام و رسُول بھی ہے اور بیت المعمور کا خطیب بھی ہے لیکن تو شمعِ محمدی کا پروانہ نہیں ہے — ! کیوں کہ — اگر تو سراجاً منیرا کا پروانہ ہوتا تو جل جانے کے خطرہ کے پیشِ نظر نبی کریم علیہ السّلام کے ساتھ جانے سے انکار نہ کرتا۔

جب پروانے کا کام ہی جلنا ہے تو پھر خوف و غم کیسا ؟ — غرضیکہ — جبریل علیہ السّلام تمام فرشتے — براق — رفرف اور ہر ساتھی پیچھے رہ گیا اور لامکاں کے راہی نے اب تنہا پرواز کی۔

marfat.com

منزلِ عشق پہ تنہا پہنچے کوئی بھی ساتھی ساتھ نہ تھا
تھک تھک کے اس راہ میں آخر ہر اک ساتھی چھوٹ گیا

ان روشن حقائق کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سفرِ معراج میں نہ کسی فرشتہ کے محتاج تھے اور نہ ہی کسی براق و رفرف کے دستِ نگر۔

حضرتِ شیخ سعدیؒ نے سچ فرمایا ہے۔

بلغ العلیٰ بکمالہٖ

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ — فَرُفِعَ لِیْ سَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّسَبْعُوْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ ضِيَاءٍ فَلَمَّا قَطَعْتُهَا اِذَا اَنَا بِالرُّوْحِ الَّذِيْ ذَكَرَ اللّٰهُ فِي الْقُرْاٰنِ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا۔

شاھدِ غیب نے اپنے کمالِ نبوت اور زورِ رسالت سے پرواز کی اور وادیٔ لاہوت کو طے کرتے ہوئے — منزلِ جبروت سے گزرتے — معمورۂ ملکوت کو عبور کرتے اور ستر ہزار حجاباتِ نور و ضیا کو چاک کرتے ہوئے اس روحِ پاک سے جا ملے جس کا قرآنِ مجید میں ذکر ہے۔

تیرے معراجِ پاک کو کیا سمجھے فلسفی
تو حدِ لامکاں سے بھی آگے گزر گیا

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴۴ — روحِ کائنات نے روح سے بھی پوچھا ھٰذَا مَقَامُكَ — کہ کیا تیرا مقام بھی یہی ہے۔

جواب ملا — نَعَمْ۔ ہاں! — اور اگر یہاں سے میں ذرہ بھر بھی آگے گیا تو نورِ الٰہی سے جل جاؤں گا!

marfat.com

پھر ایک آواز آئی ــ محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آگے آنے دو۔ پھر اس سیّاح لامکاں نے ستّر ہزار پردوں کو عبور کیا ــ اور ایک سونے کے فرش پر پہنچا ــ

آمنہؓ کے لال صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ــ فَتَقَدَّمَ بِیَ الْمَلَکُ الْمُوَکَّلُ ــ کہ میرے سامنے ایک ملک مؤکل آیا اور وہ مجھے لعل و جواہرات کے حجاب تک لے گیا ــ

پھر پردہ کے پیچھے سے آواز آئی۔

مَنْ هٰذَا ــ یہ کون ہے؟

جواب ملا ــ میں سونے کے فرش کا مؤکل ہوں۔

پھر پُوچھا گیا ــ تمہارے ساتھ کون ہے؟

جواب دیا ــ هٰذَا مُحَمَّدٌ مَعِیَ رَسُوْلُ رَبِّ الْعِزَّةِ ــ کہ میرے ساتھ ربّ العزّت کے پیارے رسُولِ مقبول حضرت محمد مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہیں ــ

آواز دینے اور پُوچھنے والے نے اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کی۔

ــ نبی کریم علیہ السّلام نے فرمایا کہ اس حجاب سے ایک ہاتھ نکلا اور اس نے مجھے اٹھایا ــ حَتّٰی وَصَلْتُ الْعَرْشَ ــ یہاں تک کہ میں عرشِ الٰہی تک پہنچ گیا۔

جواہر البحار جلد ۳ صفحہ ۴۲ شرح شیخ زادہ علی حاشیہ خرپوتی صفحہ ۱۷۰

اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَرَادَ اَنْ يَّخْلَعَ نَعْلَهٗ فَسَمِعَ مِنْ اَنِيْنِ الْعَرْشِ اَنْ لَا تَخْلَعْ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ مِنَ الشَّرَفِ بِغُبَارِ نَعْلَيْكَ فَاِنَّ جَمِيْعَ ذَالِكَ مِنْ اٰثَارِ اللّٰهِ

marfat.com

کہ عرشِ پاک پر قدمِ مبارک رکھنے سے پہلے نبیٔ کریم علیہ السّلام نے نعلینِ پاک اتارنے کا ارادہ فرمایا تو عرش کانپنے، تھرتھرانے اور رونے لگا ___ اور اس نے عرض کی ___ اے اللہ کے حبیب اپنے نعلینِ مقدس نہ اتارو اور مجھے غبارِ پاک کی نعمت سے محروم نہ کرو۔

اسلئے ___ کہ یہ سب کچھ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے ___ وَاَنْتَ فِی اَحَدٍ ذَاتِہٖ ___ فَاَنْتَ مِنَ اللّٰہِ وَاِلَی اللّٰہِ وَلِلّٰہِ وَبِاللّٰہِ ___ اور آج آپ احدیت میں گم ہیں۔ پس آپ اللہ کی طرف سے ہیں اور اللہ کی طرف جا رہے ہیں ___ اور اللہ کے لئے ہیں۔ اور اللہ کے ساتھ ہیں۔

پھر ندائے غیب آئی ___ میرے محبوب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم نعلینِ مبارک اُتارنے کی ضرورت نہیں بمع نعلین عرش پر آجاؤ۔

عرض کی ___ اے ربِّ دو جہاں ___ تُو نے حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو وادیٔ طورِ سینا میں داخل ہونے سے پہلے اسے جُوتیاں اتارنے کا حُکم فرمایا تھا ___ مگر یہ تو تیرا عرشِ پاک ہے ___ پھر مجھے ایسا حکم کیوں نہیں۔

پھر ندا آئی ذرا اس بات پہ بھی غور ہو
موسیٰ کہاں اور تم کہاں وہ اور تھے تم اور ہو
وہ فقط طالب تھے تم طالب بھی ہو مطلوب بھی
وہ کلیم اللہ تھے اور تم میرے محبوب بھی!

جواہر البحار صفحہ نمبر ۱۲۱۴ میں حضرتِ علامہ نبہانی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ نے نعلینِ مبارک نہ اُتارنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ جب اللہ تعالےٰ اپنے محبوبِ پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم سے براہِ راست مخاطب ہوا ___

عَرَقَ لِعَظِیْمِ الْھَیْبَۃِ حَتّٰی تَنَازَلَ الْجُزْءُ الْبَشَرِیُّ مِنْ جَسَدِہٖ

marfat.com

الشَّرِیْفِ حَتّٰی صَارَ کَالنَّعْلَیْنِ فِیْ رِجْلِهٖ فَهَمَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَنْ یَّخْلَعَهُمَا فَنَادَاهُ اللّٰهُ لَاتَخْلَعْ۔

تو اللہ تعالیٰ کی ہیبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آگیا — یہاں تک کہ آپ کی بشریت کی جز آپ کے جسم اقدس سے اترنا شروع ہو گئی — اور وہ اترتے اترتے آپ کے نعلین مبارک تک آ پہنچی — پھر رسولِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نعلینِ مبارک مقدس پاؤں سے اتارنے کا ارادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آواز دی — کہ اے میرے محبوب پاک نعلینِ مبارک نہ اتارو۔

لِاَنَّهٗ لَوْخَلَعَهُمَا صَارَ نُوْرًا رُوْحَانِیًّا لَایَنْزِلُ اِلَی الْاَرْضِ

اس لئے کہ اگر تونے اپنے نعلینِ مبارک اتار دیئے تو پھر تو روحانیت اور نور ہی نور رہ جائے گا اور پھر تو زمین پر بھی واپس نہ جا سکے گا۔

اللہ اللہ — اس حقیقت کو کون سمجھے — اس شانِ دلبری کو کون جانے — اس رازونیاز تک کون پہنچے اور اس مقام سے آگے کوئی کیا لکھے۔

بس —

حقیقت محمدؐ دی پا کوئی نہیں سکدا
بشر عرش توں پار جا کوئی نہیں سکدا

المواہب اللدنیہ صفحہ ۳۵۲ نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ مدارج النبوت جلد ۱ صفحہ ۳۰۸ اردو — کہ امام الانبیاء اور عرش کے والی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب عرش پاک پر پہنچے تو عرشِ الٰہی نے آپ کے دامنِ اجلال کو پکڑ کر زبانِ حال سے عرض کی —

یَامُحَمَّدُ یَا اَنْتَ فِیْ صَفَاءِ وَقْتِكَ ۔ اٰمِنٌ مِّنْ مَّقْتِكَ اَشْهَدُكَ جَمَالَ اَحْدِیَّتِهٖ وَاُطْلِعَكَ عَلٰی جَلَالِ صَمَدِیَّتِهٖ

marfat.com

کہ یا محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم آپ ہی ہیں کہ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنے جمالِ احدیت کا مشاہدہ کرایا ہے۔ اور اپنے جلالِ صمدیت سے مطلع فرمایا ہے۔ میں حیران و سرگرداں ہوں کہ کس طرح اور کس راستہ سے داخل ہو کر اپنے کام کی گرہ کھولوں جَعَلَنِیْ اَعْظَمَ خَلْقِہٖ۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ساری مخلوق سے مجھے اعظم بنایا فَکُنْتُ اَعْظَمَھُمْ مِنْہُ ھَیْبَۃً وَاَکْثَرُھُمْ فِیْہِ حَیْرَۃً وَاَشَدَّھُمْ مِنْہُ خَوْفاً۔ اور سب سے زیادہ ہیبت۔ حیرانی اور خوف میں بھی میں ہی ہوں۔ یَا مُحَمَّدُ خَلَقَنِیْ فَکُنْتُ اَرْعَدُ لِھَیْبَۃِ جَلَالِہٖ فَکَتَبَ عَلٰی قَائِمَتِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَازْدَدْتُ لِھَیْبَۃِ اِسْمِہٖ۔ اور یا محمد۔ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب پروردگار عالم نے مجھے پیدا فرمایا تو میں اس کے جاہ وجلال سے کانپنے لگا۔ پھر مجھ پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لکھا گیا تو میں اس کے نام کی ہیبت سے اور بھی تھرتھرانے لگا۔

فَکَتَبَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَ لِذَالِکَ قَلَقِیْ وَھَدَأَ رَوْعِیْ پھر مجھ کو محمد رسول اللہ لکھا گیا تو آپ کے نام کی برکت سے میرا قلق ٹھہر گیا اور میرا اضطراب کم ہو گیا۔ فَکَانَ اِسْمُکَ لَقَاحاً لِقَلْبِیْ وَطَمَانِیْنَۃً لِسِرِّیْ فَھٰذِہٖ بَرَکَۃُ اِسْمِکَ عَلَیَّ۔ پس اے محبوبِ خدا آپؐ کا اسم گرامی میرے دل کا چین اور میرے سر کے اطمینان کا باعث ہوا۔ اور مجھ پر آپؐ کے نام پاک کی یہ برکت ہوئی۔ ؏۱

فَکَیْفَ اِذَا وَقَعَ جَمِیْلُ نَظَرِکَ اِلَیَّ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ الْمُرْسَلُ رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ۔ پھر اور بھی برکتیں حاصل ہونگیں جب کہ آپ کی نظر کرم مجھ پر پڑ گئی۔ اس لئے کہ آپ تو دونوں جہانوں کے لئے رسولِ رحمت ہیں۔ اور اس رحمت میں میرا بھی کچھ حصّہ ضرور ہو گا۔

؏۱ شجرۃ الکون صفحہ نمبر ۱۷ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

وَنَصِیْبِیْ مِمَّا جِئْتِیْ اَنْ تَشْهَدَ لِیْ بِالْبَرَاءَةِ مِمَّا نَسَبَهٗ اَهْلُ الزُّوْرِ اِلَیَّ ـــ اور میرا حصہ یہی ہے کہ آپ میری برأت کی گواہی دے دیں یعنی میں اس بات سے بری الذمہ ہوں جو جھوٹے اور مکر و فریب والے لوگ میری طرف منسوب کرتے ہیں ۔

زَعَمُوْا اَنِّیْ اَسَعُ مَنْ لَا مِثْلَ لَهٗ ـــ کہ اہلِ غرور لوگ مجھ پر بہتان لگاتے ہیں کہ میں اتنی وسعت رکھتا ہوں کہ اس ذات کو سما سکوں جس کی کوئی مثال نہیں ہے ۔ اور میں اس کا احاطہ کر سکوں ـــ مَنْ لَا حَدَّ لِذَاتِهٖ وَلَا عَدَّ لِصِفَاتِهٖ کہ جس کی کوئی حد و کیف نہیں اور جس کی صفات بے عدد ہوں ـــ وہ ذات میری محتاج کیسے ہو سکتی ہے ۔

اِلٰی قَوْلِهٖ ـــ فَاَجَابَ لِسَانُ حَالِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَیُّهَا الْعَرْشُ اِلَیْكَ عَنِّیْ اَنَا مَشْغُوْلٌ عَنْكَ فَلَا تُكَدِّرْ عَلَیَّ صَفْوَتِیْ وَلَا تُشَوِّشْ عَلَیَّ خَلْوَتِیْ ۔

پھر عرش پاک کے مقدس دولہا نے زبانِ حال سے عرش کو جواب دیا ـــ کہ ـــ اے عرش ـــ مجھ سے ایک طرف ہو جا ـــ میں تجھ سے بے نیاز ہوں ـــ میرے اس صفائے وقت کو مکدر نہ بنا اور میری خلوت و تنہائی کو پراگندہ نہ کر ـــ میرے راز و نیاز اور رموز و اسرار تو آج کی رات اللہ کے ساتھ ہیں اور تو نے مجھے اپنی داستان سنانی شروع کر دی ہے ۔ میرے اور اللہ کے درمیان حائل نہ ہو ۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ رَاَیْتُ عَجَائِبَ عَظِیْمَةً فَظَنَنْتُ اَنَّ كُلَّ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ قَدْ مَاتُوْا لِاَنِّیْ لَمْ اَسْمَعْ هُنَاكَ یعنی عِنْدَ الْعَرْشِ شَیْئًا مِّنْ اَصْوَاتِ الْمَلَائِكَةِ وَانْقَطَعَ عَنِّیْ حِسُّ كُلِّ شَیْءٍ ـــ کہ میں نے عرش پر عجیب و غریب نظارا دیکھا

marfat.com

— اور میں نے گمان کیا کہ زمین و آسمانوں کی ہر شے فنا ہو چکی ہے — کیوں کہ وہاں مجھے کسی فرشتہ کی آواز سنائی نہیں دیتی تھی — اور مجھ سے ہر وہ شے منقطع ہو چکی تھی جو محسوس کی جا سکتی ہے۔

دیوانِ قضا و قدر کے حکمران — عرش و کرسی کے مسند نشین اور جہانِ ملکوت کے مسافر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات کو افلاک کی وسعتوں کو چیرتے — آسمانوں کے دروازوں کو کھولتے — بیت المعمور کی وادی سے گزرتے سدرۃ المنتہیٰ کا نظارا کرتے۔ عالمِ لاہوت کی منزلوں کو طے کرتے اور حجابِ اکبر کو چاک کرتے ہوئے آخر قصرِ دنیٰ تک جا پہنچے۔

ذرہ قدم رُکے تو اُدنُ مِنّی کی محبت بھری آوازیں آنے لگیں — اُدنُ یَا خَیرَ البَرِیّۃِ — اُدنُ یَا مُحَمَّدُ — اُدنُ یَا اَحمَدُ — اے سردارِ دو جہاں میرے قریب آؤ — اور قریب آؤ — یا محمد و احمد — رُک کیوں گئے ہو؟ — چلے آؤ — قریب — قریب — اور قریب —

ایک ہزار بار یہ ندا آئی — اور محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر آواز پر ایک قدم اٹھاتے گئے اور ہر قدم پر ستر ہزار سال کا راستہ طے کرتے گئے۔

اور پھر — ثم دنیٰ کا فاصلہ بھی سمٹ گیا فتدلّٰی کے پردے بھی کھُل گئے اور لامکاں کی حدیں بھی ٹوٹ گئیں تو نورِ ازلی کا حسین شاہکار قاب قوسین کے خلوت خانۂ قدرت میں جا داخل ہوا — اور پھر فاوحیٰ الیٰ عبدہٖ ما اوحیٰ کے اسرار و رموز کا آشنا اور فطرتِ الٰہی کا محرم راز بن گیا —

قرآنِ پاک کے ان الفاظ کی تفصیل و تشریح کرنے کے لئے نہ تو کسی لغت میں ایسے الفاظ ہیں کہ ان کی حقیقت کو واضح کر سکیں اور نہ ہی کسی انسان کے فہم و ادراک اور علم و فراست میں اتنی وسعت ہے کہ اس حریم قدس کے حجابِ اکبر کو چھُو سکے

marfat.com

اور — قریشِ مکہ کے معراج النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کے انکار کی دراصل وجہ یہ تھی کہ ان کا دل و دماغ اور فہم و ادراک معراج پاک کی منزلوں اور عروج و بلندیوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اور آمنہ رضؓ کے لالؐ کی چشمِ مازاغ البصر نے جن حسنِ ازل کے جلوؤں کا مشاہدہ کیا تھا دینِ فطرت کے باغیوں کی آنکھوں میں ان جلوؤں کو دیکھنے کی طاقت نہ تھی —

اور محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم کے کان مبارک جس صوتِ سرمدی کے دل کش و روح پرور نغمات سُن کر آئے تھے مشرکینِ مکہ کے کانوں میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ان کی ایک آواز بھی سن سکیں۔

اور ابوجہل و ابولہب۔ عتبہ و امیّہ کے سینوں میں وہ دل نہیں تھے جو ملکوتی رموز و اسرار کو سمجھ سکیں۔

سورۂ النجم میں ان اسرار و رموز کے چہرہ سے اگرچہ کچھ پردہ اٹھایا گیا ہے لیکن پھر بھی اجمال ہی اجمالی اور ابہام ہی ابہام ہے۔

دو دو الفاظ کے فقرے ہیں جن کی ضمیریں محذوف ہیں — فاعل کا ذکر ہے تو مفعول کا پتہ نہیں مفعول مذکور ہے تو فاعل کا نشان نہیں۔

ضمیروں کا مرجع کون ہے؟ کوئی نہیں جانتا —

کون جھکا؟ — پتہ نہیں —

کون قریب آیا؟ — خبر نہیں —

کون دو کمانوں کے فاصلہ تک آکر رک گیا؟ کسی کو علم نہیں!

کون آسمانوں کے کناروں پر نظر آیا؟ کون بتائے!

کس نے باتیں کیں؟ معلوم نہیں۔

اور کیا کیا باتیں کیں؟ — بتائیں نہیں — کہ

marfat.com

— اور ان الفاظ کے مطالب کو سمجھنا بہت ہی مشکل ہے — اس لئے —
کہ دنیٰ بُعد اور دُوری کے بعد آتا ہے اور وہاں بُعد اور دُوری نہ تھی تدلّٰی
— مکان کو چاہتا ہے اور وہاں مکان بھی نہ تھا۔ کَانَ — ماضی ہے — اور
وہاں زمانہ ماضی نہ تھا — بلکہ خود زمانہ ہی نہ تھا —

قَابَ — مقدار اور اندازہ کے لئے ہوتا ہے اور وہاں نہ کوئی مقدار تھی
اور نہ ہی کوئی اندازہ تھا۔

قَوْسَیْن — مثال کے لیئے آتا ہے اور وہاں مثال بھی نہ تھی۔

اَو — شک کے لئے آتا ہے۔ اور وہاں شک وشبہ نہیں تھا۔

ہاں البتہ — ہمارے اہلِ دل مفسّرین، اہلِ نظر صوفیاء کرام اور صاحبِ
بصیرت علماء عظام نے اس وسیع وعریض میدان میں اپنے عجز و انکساری کا اقرار
اور اپنے علم و فہم کی کمزوری و نارسائی کا اعتراف کرتے ہوئے ان الفاظ کی تشریح
و تفصیل بیان کرنے کی کوشش ضرور کی ہے۔
جو کچھ اس طرح ہے۔

الشفاء شریف جزء ۱ صفحہ ۱۲۶ ۔ تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۶
ثُمَّ دَنٰی الْجَبَّارُ رَبُّ الْعِزَّتِ — فَتَدَلّٰی — اَیْ زَادَ فِی الْقُرْبِ حَتّٰی
کَانَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی — کہ
پھر اللہ الجبار ربُّ العزت قریب ہوا اور اتنا زیادہ قریب ہوا کہ نبیٔ کریم علیہ
السلام سے دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔ ع۱

ثُمَّ دَنٰی — اَیْ اِلَی الْحَقِّ مِنَ الْخَلْقِ فَتَدَلّٰی — اِلَی الْخَلْقِ مِنَ الْحَقِّ
پھر وہ قریب ہوئے۔ یعنی مخلوق سے حق کی طرف۔ فَتَدَلّٰی — حق تعالیٰ سے
مخلوق کی طرف —

ع۱ شجرۃ الکون صفحہ نمبر ۱۸ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں لَیْسَ مِیدنوِّ حَدٌّ — کہ قرب کی کوئی حد نہیں ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۵۰ — فَإِنْ قِیْلَ کَیْفَ قَالَ دَنَا وَلَمْ یَقُلْ قَرُبَ — اگر کہا جائے کہ یہاں دَنَا کا حرف کہا گیا ہے اور قرب کا لفظ نہیں بولا گیا حالانکہ دونوں کا مفہوم و معنی ایک ہی ہے؟

تو اس کا جواب اور سبب یہ ہے۔

لِاَنَّ الْقُرْبَ یَکُوْنُ مِنَ الْعَبْدِ وَالدُّنُوُّ مِنَ الْقَرِیْبِ وَالْحَقُّ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی قَرِیْبٌ غَیْرُ لَعَبِیْدٍ — کہ قریب ہونا دوری کو چاہتا ہے اور دِنُوّ — قریب سے ہے۔ مطلب یہ کہ کسی دور والی چیز کو قریب لانا ہو تو قرب بولا جاتا ہے اور اگر کسی قریب والی چیز کو اور قریب لانا ہوتا ہے تو دنو کا لفظ بولا جاتا ہے — اور حق تعالیٰ جل شانہٗ قریب ہے بعید نہیں ہے — یعنی وہ قریب سے قریب تر ہوا۔

خدا اور رسول کے اس قرب و وصال کی حقیقت کو کون سمجھائے اور کون سمجھے — ہاں اگر کوئی اس حقیقت کا پردہ چاک کرنے کے لئے لب کشائی کی جرأت کرے بھی تو اس قدر کہہ سکتا ہے — دَنٰی عَبْدًا — فَتَدَلّٰی فَرْدًا — دَنٰی مَلَکِیًّا — فَتَدَلّٰی مَلَکِیًا — دَنٰی فَرْشِیًّا — فَتَدَلّٰی عَرْشِیًا — دَنٰی مُجَاهِدًا — فَتَدَلّٰی مُشَاهِدًا۔ دَنٰی طَالِبًا — فَتَدَلّٰی مَطْلُوْبًا دَنٰی مَادِحِیًا — فَتَدَلّٰی مَمْدُوْحًا —

کہ — قریب ہوئے تو عبد تھے — اور قریب ہوئے تو فرد تھے — قریب ہوئے تو ملکی تھے — زیادہ قریب ہوئے تو ملکی تھے — قریب ہوئے تو فرشی تھے — بہت قریب ہوئے تو عرشی تھے — قریب ہوئے تو مجاہدہ کرنے والے تھے —

marfat.com

زیادہ قریب ہوئے تو مشاہدہ کرنے والے تھے ــ قریب ہوئے تو تعریف کرنے والے تھے ــ زیادہ قریب ہوئے تو تعریف ہکتے ہوئے تھے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ ــ دَنَا مُحَمَّدٌ مِّنْ رَبِّہٖ بِالسُّؤَالِ ــ فَتَدَلّٰی اِلَیْہِ رَبُّہٗ بِالْعَطَاءِ وَالنَّوَالِ ــ

کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے قریب ہوئے سوال کے ساتھ ــ اور رب تعالیٰ اپنے محبوب پاک کے قریب ہوا لطف و عطا کے ساتھ ــ

ایک مردِ قلندر کہتا ہے کہ میں تیس (۳۰) سال تک علماء کرام اور عارفین عظام سے ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کے معانی سمجھنے کی کوشش کرتا رہا ــ آخر اس کی صحیح تاویل یہ سمجھ میں آئی ــ

وَھُوَ اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ــ نَظَرَ عَنْ یَمِیْنِہٖ فَرَاٰی رَبَّہٖ وَنَظَرَ عَنْ یَسَارِہٖ فَرَاٰی رَبَّہٖ ــ وَ نَظَرَ اَمَامَہٗ فَرَاٰی رَبَّہٖ وَنَظَرَ فَوْقَہٗ فَرَاٰی رَبَّہٖ ــ وَنَظَرَ خَلْفِہٖ فَرَاٰی رَبَّہٖ۔

کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دائیں جانب دیکھا تو اپنے رب کو دیکھا ــ اپنی بائیں طرف دیکھا تو اپنے رب کو دیکھا ــ اپنے آگے نظر کی تو اپنے رب کو دیکھا ــ اپنے پیچھے نظر پھیری تو اپنے رب کو دیکھا۔

غرضیکہ ــ چاروں طرف ہی تجلیاتِ الٰہیہ کا ہجوم تھا اور درمیان میں ساری کائنات کا مخدوم تھا ــ

marfat.com

فَكَرِهَ الْاِنْصِرَافَ مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ الشَّرِيْفِ۔

کہ رسولِ مقبول علیہ السلام کے معراجِ پاک کو اس مقام سے کم تسلیم کرنا مکروہ ہے اور کم بیان کرنا مکروہ ہے ۔

وچ عرشِ عظیم اذان اس نے داخل جدوں اوہ وچہ مکان ہویا

مل ذات نال ذات ہم ذات ہو کے راز کل مخفی تاں عیاں ہویا

(میاں محمد بوٹا مرحوم)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قابَ قوسَین

معراج کی رات محب و محبوب آپس میں ایسے مل گئے جیسے دو کمانوں کے کنارے آپس میں ملتے ہیں۔

قرآنِ پاک چونکہ لغتِ عربی میں نازل ہوا ہے اس لئے "قاب قوسین" کو بھی عربی محاورہ کے مطابق بیان کیا گیا ہے۔ اہلِ عرب کا یہ دستور تھا کہ جب دو انسان اپنی دوستی و محبت کے رشتہ کو قائم و دائم رکھنے اور اسے مضبوط و مستحکم بنانے کا ارادہ کرتے تو دونوں اپنی اپنی کمانوں کے کنارے آپس میں ملا کر تیر چلاتے تھے ــــ جس کا مفہوم یہ ہوتا تھا ــــ کہ موافقتِ کلّی میانِ ما محقق پذیرفت ــــ کہ آج سے ہمارے درمیان کلی طور پر موافقت ثابت ہو چکی ہے۔ و بعد از اں رضا و سخط یکے عین رضا و سخط آں دیگر است ــــ اور اس کے بعد ایک کی رضا و ناراضگی دوسرے کی رضا و ناراضگی ہو گی۔

محبت و قربت حضرتِ پیغمبر با حق سبحانہٗ تعالیٰ بمثابہ تاکید یافتہ کہ مقبولِ رسول مقبولِ خداوند است و مردودِ مصطفٰے مردودِ درگاہِ خدا است۔

کہ قاب و قوسین کی تفصیل و تشریح اور اس کا مطلب و مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت و قربت یہاں تک یکتی و مضبوط ہو چکی ہے کہ مقبولِ رسول مقبولِ الٰہی ہو گا۔ اور مردودِ مصطفٰے مردودِ خدا ہو گا۔ کمانیں دو ہونگیں اور تیر ایک کا چلے گا۔ ایک کا چلانا دوسرے کا چلانا ہو گا

marfat.com

مَن یطع الرَّسُولَ فَقَدۡ اَطَاعَ اللّٰہ ۔ وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔ کہ

رسُولِ اکرمؐ کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے اور میرے محبوب پاک میدانِ بدر میں لشکرِ کفّار کو جو کنکر تُو نے مارے تھے وہ تُو نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔

تمام اہلِ ایمان ہی نہیں بلکہ سارے یہُود وہنود بھی جانتے ہیں کہ جنگِ بدر میں لشکرِ کفّار کی طرف نبی کریم علیہ السّلام نے کنکر پھینکے تھے ۔ لیکن اللہ کریم فرماتا ہے کہ میں نے پھینکے تھے ۔

کیوں ؟ ـــــ اس لئے کہ کہیں کفّار و مشرکین یہ طعنہ نہ دیں کہ محمّد صلّی اللہ علیہ وسلّم دعویٰ تو کرتا ہے کہ میں ساری کائنات کے لئے رحمت ہوں اور مارتا ہے پتھر ـــ اے سرورِ انبیاء ـــ وہ الزام جو تجھ پر آتا ہے وہ میں اپنی ذات پہ لیتا ہوں لیکن تیری رحمت کی چادر کو داغ نہیں لگنے دوں گا۔

"اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہ "

اور جن مسلمانوں نے تیرے ہاتھ پہ بیعت کی ـــ انہوں نے اللہ کے دستِ قُدرت پہ بیعت کی ـــ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡھِمۡ ـــ اور ان مسلمانوں پر اللہ کا دستِ رحمت ہے ۔

اور پھر ان مسلمانوں کو اللہ نے اپنی رضاء و خوشنُودی کا پروانہ بھی دے دیا۔

پارہ ۲۶ سورۃ الفتح ـــ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُوۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ ـــ

کہ البتہ ضرور اللہ تعالیٰ ان ایمان والوں پہ راضی ہے جنہوں نے درخت کے

marfat.com

نیچے تیرے ہاتھ پہ بیعت کی یہ سب کچھ کیوں ہے ؟

اور ـــ اللہ کریم بیعت کرنے والوں پہ کیوں راضی ہے ؟

اور اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے دستِ مبارک کو اپنا دستِ رحمت کیوں کہہ رہا ہے ؟

صرف اس لئے ـــ کہ **قاب قوسین** کے رموز و اسرار اب کھُل چکے ہیں ـــ نہ کوئی پردہ ہے اور نہ ہی حجاب ـــ دو کمانیں ہیں جن کے کنارے آپس میں ملے ہوتے ہیں ـــ

تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۱۴۶ علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نبی کریم علیہ السلام کی ایک حدیثِ پاک نقل کرتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ

لَمَّا اُسْرِیَ بِیْ اِلَی السَّمَاءِ قَرَّبَنِیْ رَبِّیْ حَتّٰی کَانَ بَیْنِیْ وَبَیْنَہٗ کَقَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ـــ

کہ جب مجھے آسمانوں کی سیر کرائی گئی تو رب تعالیٰ میرے اتنا قریب ہوا کہ میرے اور رب کے درمیان صرف دو کمانوں کے کناروں کے ملنے کی تصویر بن گئی ـــ اور ـــ یا اس سے بھی قریب ـــ

مَا عَرَفْنَا نے چھپا رکھی ہے عظمت تیری
قاب قوسین سے کھلتی ہے حقیقت تیری

ونزدِ محققاں دَنَا اشارتِ نفسِ اوست و تَدَلّٰی بمنزلہٗ دلِ مطہر او ـــ فکان قاب قوسین مقام روح مطیّب ـــ او ادنٰی بمرتبۂ سِرِ منورِ او ـــ محققین کے نزدیک دنٰی سے حضور علیہ السلام کے نفسِ پاک کی طرف اشارہ ہے ۔ اور تدلّٰی سے دلِ مطہر کی طرف ـــ اور قاب قوسین سے روحِ طیّب کی طرف ۔

marfat.com

اور — او ادنیٰ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سِرِ پاک کی طرف اشارہ ہے ۔
و نفسِ اُو در مکانِ خدمت بُوَد — و دلِ اُو در منزلِ صحبت — و رُوحِ اُو
در مقامِ قربت — و سِرِ او در مرتبۂ مشاہدت —
اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا نفسِ اقدس تو خدمت کے مقام میں تھا —
اور دلِ مُطہر محبت کے مقام میں — رُوحِ مبارک تو قربت کے مقام میں تھی — اور
سِرِ اقدس مشاہدہ کے مقام میں —
وَ اَوحیٰ اِلیٰ عَبدِہٖ مَا اَوحیٰ — اور پھر وحی کی اپنے بندہ پہ جو بھی کی — یا
اپنے بندہ کی طرف ۔
یعنی — پھر اللہ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے ساتھ محبت و پیار کی باتیں
کیں — مَا کا حرف ابہام پہ دلالت کرتا ہے ۔ یعنی وہ ایسی وحی اور ایسی کلام تھی
کہ جو تفصیل و وضاحت سے باہر تھی — اور وہ ایسی باتیں تھیں — کہ جن کا تصور
کرنا بھی محال ہے ۔ اور جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں ۔
تفسیر رُوح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۴۷ — بِلَا وَاسِطَۃٍ فِیمَا بَینَہٗ
وَ بَینَہٗ سِرًّا اِلیٰ قَلبِہٖ
کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب کی طرف بلا واسطہ وحی فرمائی جو کہ پوشیدہ طور پہ نبی
اکرم علیہ السلام کے قلبِ اطہر پہ واقع ہوئی ۔
لِئَلَّا یَطَّلِعَ عَلَیہِ غَیرُہٗ — فَاِنَّ ذَالِکَ لَا یَتَعَلَّقُ لِغَیرِہٖ
— اور ایسا کیوں کیا گیا ؟
اس لئے — کہ تا کہ کسی غیر کو اس کی اطلاع و خبر نہ ہو ۔
کیوں کہ محب و محبوب کے سوا اور کسی کا اس کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہ تھا ۔
اور — مِن خَوَاصِ مُحَبَّتِہٖ وَ عَلُوِّ دَرَجَاتِہٖ مَالَا

marfat.com

— يُطَّلَعُ عَلَيْهِ — محبت و دراجات کا خاصہ یہی ہے کہ محب و محبوب کے درمیان جو راز و نیاز کی باتیں ہوں وہ اور کسی غیر پہ ظاہر نہ کی جائیں۔

صفحہ ۱۴۸ — لاَنَّ بَيْنَ الْمُحِبِّ وَ الْمَحْبُوْبِ سِرًّا لَا يُطَّلَعُ عَلَيْهِ غَيْرُهُ —

محب و محبوب کے درمیان ایک راز تھا جس کی کسی کو خبر نہ ہوئی۔

وَ اَظُنُّ اَنَّهٗ لَوْ بَيَّنَ كَلِمَةً مِنْ تِلْكَ الْاَسْرَارِ لِجَمِيْعِ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ لَمَاتُوْا جَمِيْعًا مِنْ ثِقَلِ ذَالِكَ۔

اور میرا گمان ہے کہ اگر ان تمام اوّلین و آخرین کے رموز و اسرار میں سے ایک حرف بھی ظاہر ہو جائے تو وہ تمام کے تمام اس کلمہ کے بوجھ تلے مر جائیں۔

ذَالِكَ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُوَّةِ رَبَّانِيَّتِهٖ مَلَكُوْتِيَّتِهٖ — لَاهُوْتِيَّتِهٖ اَلَّتِیْ اَللّٰهُ اٰيَاهُ

اور نبیٔ پاک علیہ السّلام جو ان کلمات کا بوجھ اٹھانے کے قابل و متحمّل ہوئے ہیں تو ربّانی — ملکوتی اور لاہوتی قوّت و طاعت کے سبب جو اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک کے لئے خاص طور پہ پیدا کی تھی۔

marfat.com

اور اگر اس وحی الہٰی کا ایک حرف بھی ظاہر ہو جائے تو احکام معطل ہو جائیں۔

لَفُنِيَتِ الْاَرْوَاحُ وَالْاَجْسَامُ ـــــ اور جسم و روح اور عقل و فہم اور تمام علوم و فنون فنا و نیست و نابود ہو جائیں۔

ایہہ معراج رسول برحق سمجھو جامہ نور دا پہن، پوشاک کیتا
جتھے وہم گمان دی تھاں نائیں سیر اوتھوں تک نبی پاک کیتا

(وارث شاہ)

marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

دستِ قدرت

سیّاحِ لامکاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیۓ شبِ اسریٰ کی آخری منزل اور لیلۃ المعراج کی آخری قیام گاہ قریب آتی گئی ۔

حجابات اٹھتے گۓ ۔ پردے کھلتے گۓ ۔ راستے سمٹتے گۓ ۔ اور اُدنُ مِنّی کی محبت بھری صداؤں اور روح پرور آوازوں کے دل کش نغمات میں محو اور انوار و تجلیّات کے جھرمٹ میں فخرِ انبیاء آگے بڑھتے گۓ اور پھر حدِ امکان سے بھی آگے نکل گئے ۔

وادیٔ بارگاہِ قدس کے مقدّس راہی جلوہ گاہِ حُسنِ ازلی کی طرف بڑھتے گۓ ۔ دیدارِ الٰہی کے شوق میں محو ۔ جمالِ خداوندی کے مشاہدہ میں گم اور عشقِ سرمدی میں سرشار تھے کہ جلالِ کبریائی اور ہیبتِ ایزدی آپ کے جامۂ بشری پر غالب آئی ۔

اضطراب پیدا ہوا ۔ گھبراہٹ سی محسوس کی اور حزن و ملال کی سی کیفیت پیدا ہوئی کہ اچانک حضرتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیار بھری آواز آئی ۔

قِفْ یَا مُحَمَّدُ فَاِنَّ رَبَّکَ یُصَلِّیْ ۔ اے محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم ذرا توقف فرماؤ اور ٹھہر جاؤ کہ آپ کا رب آپ پر درود پڑھ رہا ہے ۔

یہ جانی پہچانی اور دل کو تسکین دینے والی آواز سُن کر سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کے قدم رک گۓ اور آپ ٹھہر گۓ

marfat.com

لیکن — حیران تھے کہ میرا وفادار ساتھی اور جانثار دوست ابوبکر یہاں کہاں — کیوں اور کیسے ؟

اور اللہ اور نماز ! یہ کس طرح اور کس لیئے ؟

میرا رب تو نماز پڑھنے سے مبرا ہے — پھر نماز کیسی ؟ اِنَّ رَبِّی لَغَنِیٌّ عَنِ الصَّلٰوۃِ — کہ میرا رب تو نماز پڑھنے سے پاک ہے !

آخر بارگاہِ خداوندی میں عرض کر ہی دی — یَا اللّٰہُ — ھَلْ سَبَقَنِیْ اَبُوْبَکْرٍ — کہ کیا ابوبکر مجھ سے آگے نکل گیا ہے ؟

اور کیا تو بھی نماز پڑھتا ہے ؟

جواب آیا — نہیں

نہ میں نماز پڑھتا ہوں اور نہ ہی ابوبکرؓ آپؐ سے آگے نکل گیا ہے۔

ہاں — البتہ میری ایک ازلی صدا ہے۔

سُبْحَانِیْ سُبْحَانِیْ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ ۔ کہ میری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔

اے فخرِ آدم و بنی آدم — اقرأ — قرآنِ پاک کی یہ آیت تلاوت کرو ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ — کہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمتیں نازل کرتے رہتے ہیں اور اس کے تمام فرشتے درود شریف پڑھتے رہتے ہیں۔ تاکہ لوگوں کو کفر و باطل کے اندھیروں سے نکال کر حق و ایمان کے نور کی طرف لے آئیں فَصَلٰوتِیْ رَحْمَتَہٗ لَکَ وَلِاُمَّتِکَ

اور میری نماز یہی ہے کہ تجھ پر اور تیری امت پر میری رحمت ہی رحمت ہو۔ اور جو تمہارے سفر و حضر کے ساتھی حضرت ابوبکرؓ کی آواز کی بات ہے —— تو وہ یہ ہے کہ ہم جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے عصا سے بہت پیار تھا اس لئے

marfat.com

جب ہم نے اپنے پیارے کلیم سے گفتگو کرنی چاہی تو پہلے اس کے عصا کا ذکر کیا۔ تاکہ موسیٰ علیہ السلام کے دلِ اقدس سے ہر قسم کی گھبراہٹ و وحشت دور ہو جائے اور پھر پوری توجہ۔ یکسوئی اور دل جمعی سے ہمارے ساتھ محوِ گفتگو ہو سکے اسی طرح سے ہمیں معلوم ہے کہ **حضرت ابوبکر رضؓ** کی آواز آپ کے لیئے باعثِ تسکینِ قلب اور وجہ اطمینان دل ہوتی ہے اور ہم جانتے ہیں کہ آپؐ کو اپنے وفادار دوست سے والہانہ پیار اور بے انتہا انس ہے اس لیئے ہم نے ابوبکر رضؓ کی آواز میں ایک فرشتہ پیدا کر دیا ہے تاکہ آپؐ اپنے مونس و غم خوار دوست اور جاں نثار ساتھی کی آواز سُن کر ہر طرح کی گھبراہٹ ۔۔ ہر قسم کی وحشت اور ہر نوع کے اضطراب سے بے نیاز و بے پرواہ اور پوری طرح محوِ نظارا ہو کر اپنے ربّ تعالیٰ کے ساتھ راز و نیاز کی گفتگو اور رموز و اسرار سے بھرپور اور محبّت و پیار سے لبریز باتیں کر کے لُطف اندوز ہو سکیں

مشکوٰت شریف ص ۶۹ ۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عایش رضی اللہ تعالیٰ عنہ، فرماتے ہیں کہ رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔

رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ ۔۔ کہ میں نے معراج کی رات اپنے ربّ کو اچھی صُورۃ میں دیکھا پھر اللہ کریم نے مجھ سے پُوچھا هَلْ تَدْرِیْ فِیْمَ یَخْتَصِمُ مَلَاُ الْاَعْلیٰ ۔۔ کہ اے میرے محبُوب پاک کیا تو جانتا ہے کہ آسمان کے فرشتے آپس میں کیوں جھگڑتے ہیں؟

قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ ۔۔۔ میں نے عرض کی ۔ میرے خُدا ۔ تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے ۔ فَوَضَعَ کَفَّهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ !

اور پھر اللہ تعالےٰ نے اپنا **دستِ قدرت** میری پشت پہ رکھا۔ کہ میں نے اس کی ٹھنڈک اپنے سینہ میں محسوس کی ۔

marfat.com

بس پھر کیا تھا ــــ زمین و آسمانوں کے تمام ظاہری و باطنی اور کلی و جزوی علوم مجھے حاصل ہو گئے ۔

اور پھر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس دعویٰ علام الغیوب کی دلیل میں قرآنِ پاک کی یہ آیتِ کریمہ تلاوت فرمائی ــــ وَكَذَٰلِكَ نُرِي اِبْرَاهِيْمَ ــــــــ کہ اسی طرح ہم نے حضرتِ ابراہیم علیہ کو زمین و آسمانوں کی ہر شے کا مشاہدہ کروایا ــــ

پھر آواز آئی ــــ يَا مُحَمَّدُ هَلْ تَدْرِي فِيْمَ يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى ــــ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تو جانتا ہے کہ فرشتے کیوں جھگڑ رہے ہیں ــــ ؟

قُلْتُ نَعَمْ ــــ عرض کی ــــ ہاں ــــ جانتا ہوں ــــ

ثابت ہوا کہ اللہ کریم نے شبِ معراج کو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو عرش پر بلا کر ــــ اپنی وحدانیت کے رُخِ زیبا سے نقاب اٹھا کر اور شبِ اسرا کے دولہا کے شانوں پر اپنا دستِ قدرت رکھ کر تمام کلی و جزوی علوم عطا کر دیئے تھے ــــ منکرین میں اگر ہمت ہے تو اللہ تعالیٰ کا علمِ غیب عطا کر کے واپس لے لینا ثابت کریں ۔

اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۱۷۲ شیخ عبد الحق محقق و محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیثِ پاک کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

پس دانستم ہر چہ در آسمانہا و ہر چہ در زمین بود ــــ عبارت است از حصول تمامہ علوم جزوی و کلی و احاطہ آں !

کہ ــــ پس میں نے جو کچھ آسمانوں میں تھا اور جو کچھ زمینوں میں تھا میں نے جان لیا !
اور اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تمام کلی و جزوی اور ان سے بھی آگے کے علوم

marfat.com

مجھے حاصل ہو گئے ۔

المواہب ص۲۴۸ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ ص۱۴۵ مدارج النبوت جلد ۲ ص۳۰۶

اردو ۔ وَنَزَلَتْ قَطْرَةٌ مِنَ الْعَرْشِ فَوَضَعَتْ عَلٰی لِسَانِیْ اَبْرَدُ مِنَ الثَّلْجِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ فَمَا ذَاقَ الذَّائِقُوْنَ شَیْئًا قَطُّ اَحْلٰی مِنْهَا فَاَنْبَأَنِی اللّٰهُ بِهَا عِلْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ؏۱

کہ پھر عرش سے ایک قطرہ ٹپکا جو میری زبان پر گرا ۔ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا ۔ اس سے زیادہ ذائقہ والی شے میں نے کبھی نہیں چکھی ۔ پس اللہ کریم نے تمام اولین و آخرین کے علوم مجھے عطا کر دیئے ۔

المواہب کے الفاظ یہ ہیں ۔

ثُمَّ دُلِّیَ لِیْ مِنَ الْعَرْشِ فَوَقَعَتْ عَلٰی لِسَانِیْ ۔ کہ پھر عرش سے ایک قطرہ میری زبان پر گرا اور اللہ تعالیٰ نے تمام اولین و آخرین کے علوم کی مجھے خبر دے دی ۔

وَنَوَّرَ قَلْبِیْ ۔ وَغَشٰی نُوْرُ عَرْشِهٖ بَصَرِیْ فَلَمْ اَرٰی شَیْئًا فَجَعَلْتُ اَرٰی بِقَلْبِیْ وَلَا اَرٰی بِعَیْنِیْ وَرَاَیْتُ مِنْ خَلْفِیْ وَمِنْ بَیْنِ کَتِفَیَّ کَمَا رَاَیْتُ اَمَامِیْ ۔ اور میرا دل روشن ہو گیا ۔ اور عرش کے نور نے میری آنکھوں کو ڈھانپ لیا ۔

اور اس وقت میں نے تمام اشیاء کو اپنے دل سے دیکھا اور میں اپنے پیچھے بھی اسی طرح سے دیکھنے لگا جس طرح کہ اپنے آگے دیکھتا تھا ۔

وہ قطرہ کیا تھا ۔ علوم غیب کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا ایک سمندر جو قطرہ کی صورت میں عرش اعظم سے ٹپکا اور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر گرا ۔ پھر اسی زبان اقدس نے بتایا کہ قیامت کب آئے گی ؟ ماں کے بطن میں کیا ہے ؟

؏۱ شجرۃ الکون صفحہ نمبر ۶ از شیخ اکبر محی الدین ابن عربی

marfat.com

بارش کب برسے گی؟ کل کیا ہو گا؟ اور کوئی کہاں مرے گا؟

پھر اسی زبانِ حق ترجمان نے خبر دی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے دوبارہ اتریں گے پینتالیس سال تک حکومت کریں گے ۔ ثُمَّ یَتَزَوَّجُ وَیُولَدُ لَہٗ ۔ پھر وہ نکاح کریں گے اور ان کی اولاد بھی ہو گی ۔ پھر وہ فوت ہوں گے ۔ فَیُدْفَنُ مَعِیَ فِیْ قَبْرِیْ ۔ پھر وہ میری قبر شریف میں میرے ساتھ دفن ہوں گے پھر میں اور حضرت عیسیٰ حضرتِ ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان ایک ہی قبر پاک سے اٹھیں گے ۔

اور پھر اسی زبانِ پاک نے اطلاعِ غیب دی کہ میری ہی اہل بیت سے اور میرے ہی نام کا مِنْ اَوْلَادِ فَاطِمَۃَ اور فاطمہؓ کی اولاد سے حضرتِ امام مہدی علیہ السلام تشریف لائیں گے ۔ ستر سال تک حکومت کریں گے ۔ زمین پر عدل و انصاف قائم کریں گے ۔

اگر کوئی بدعقیدہ اور بدمذہب انسان حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے آنے اور حضرت مہدی علیہ السلام کی آمد کا منکر ہے تو قرآن و حدیث سے ثابت کرے اور ان پر یقین اور ایمان رکھتا ہے تو پھر سید المرسلین کو عالم الغیب کلی و جزوی تسلیم کرلے ۔

مشکوٰۃ شریف ص ۴۷۹ ۔ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۴۶-۴۸ ابن ماجہ شریف ص ۳۰۶ مسلم شریف جلد ۱ ص ۴۰۵ مشکوٰۃ شریف ص ۴۷ ترمذی شریف جلد ۲ ص ۴۶ ابنِ ماجہ ص ۳۰۹-۳۱۰

قَابَ قَوْسَیْنِ اور ثُمَّ دَنٰی فَتَدَلّٰی کی تفسیر کیا ہے؟

پہلے بیان ہو چکا ہے ۔ لیکن کچھ یہاں بھی تبرکاً ۔

دو کمانوں کا ملاپ ۔ حسین و جمیل دائرہ ۔ محبت کی علامت ۔ اُلفت کی

marfat.com

نشانی اور پیار کی روشن دلیل۔

دو بھوؤں اور آنکھ کی سفیدی و سیاہی کے درمیان فاصلہ سے بھی قریب ـــــ اور پھر اس سے بھی زیادہ قریب۔

یہاں تک کہ قصرِ دنیٰ کے پردے بھی اُٹھ گئے! کمانوں کا ملاپ بھی قائم ہے ـــــ کنارے بھی ملے ہوئے ہیں اور گول دائرہ بھی نہیں ٹوٹا۔

اور محب و محبوب کی ملاقات بھی ہو گئی! اور یہ کیسی ہوئی۔ اس کی کیفیت اعلیٰ حضرت امام اہلِ سنت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیئے۔

اُٹھے جو قصرِ دنیٰ کے پردے کوئی خبر دے تو کیا خبر دے
وہاں تو جا ہی نہ تھی دُوئی کی نہ کہہ وہ نہ تھے ارے تھے
محیط و مرکز میں فرق مشکل رہے نہ فاصل خطوط واصل
کمانیں حیرت میں سر جھکائے عجیب چکر میں دائرے تھے
وہی ہے اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن
اسی کے جلوے اسی سے ملنے اسی سے اس کی طرف گئے تھے
حجاب اٹھنے میں لاکھوں پردے ہر ایک پردے میں لاکھوں جلوے
عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے ـــــ ہاں بالکل ٹھیک اور امام اہلِ سنت نے سچ فرمایا ـــــ

ذرا ملاقات کے اس ایمان افروز اور روح پرور منظر کا تصور کیا جائے تو جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے کا مفہوم و مطلب پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اللہ کریم کا دستِ قدرت شبِ اسریٰ کے دُولہا کے شانوں پر

"جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے"

marfat.com

آپس میں سلام وجواب کے تین طریقے ہیں اور آئیت میں بھی تین الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

ثُمَّ دَنَا ۔ فَتَدَلّٰی ۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ ایک تو عام سلام ہوتا ہے کہ راہ چلتے کوئی دوست مل گیا تو صرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ۔ جواب میں سرسری طور پر وَعَلَیْکُمُ السَّلَام ۔ دوسرا خاص سلام ہوتا ہے ۔ کبھی خاص دوست اور ہمراز ساتھی سے ملتا ہے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کے ساتھ ساتھ مصافحہ بھی ہوتا ہے ۔

سلام کا تیسرا طریقہ و انداز خاص الخاص ہوتا ہے جو کسی خاص الخاص محبوب و دوست کے لئے کیا جاتا ہے یعنی سلام و مصافحہ کرنے کے بعد آپس میں گلے بھی ملا جاتا ہے۔

بلا تشبیہ و مثال ۔

ثُمَّ دَنَا ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ

فَتَدَلّٰی ۔ مصافحہ

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی ۔ جنم کے بچھڑے گلے ملے تھے

یا پھر محب و محبوب کی اس پرکیف ملاقات کا نظارا میاں محمد بوٹا مرحوم کی زبانی سنیئے ؎

دِتّی عرش عظیم آذان اس نے داخل جدوں وچہ مکان ہویا

ملی ذات نال ذات ہم ذات ہوئے کُل راز مخفی تاں عیان ہویا

اور یا پھر طالب و مطلوب کی اس انوکھی۔ ترالی اور روح پرور ملاقات کا سماں میاں محمد مرحوم کی کلام میں ملاحظہ کریں۔

marfat.com

ے جانی نال ملے جد جانی وِتھ نہ رہئی اے ذرّہ
خلعت ہور تحائف لے کے عاشق ملے مُقرّرہ

شب اسریٰ کا مُسافر۔ بارگاہِ قدس کا راہی اور دیوانِ قضاو قدر کا کُرسی نشین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ المعراج میں کہاں تک گئے ؟

کسی کو علم نہیں ! کدھر سے آئے ؟

کسی کو خبر نہیں !

کدھر کو گئے ؟

کوئی نہیں جانتا !

نہ کوئی جہت اور نہ کوئی سمت ۔

نہ کوئی مکان اور نہ کوئی مقام ۔

نہ مشرق اور نہ مغرب ۔ نہ شمال اور نہ جنوب

نہ اِدھر۔ نہ اُدھر۔

ے خرد سے کہدو کہ سر جھکالے گماں سے گزرے گزرنے والے
پڑے ہیں یاں خود جہت کو لالے کسے بتائے کدھر گئے تھے
سراغ اَینْ وَمتیٰ کہاں تھا نشانِ کیف و الیٰ کہاں تھا
نہ کوئی راہی نہ کوئی ساتھی نہ سنگِ منزل نہ مرحلے تھے
کمانِ امکاں کے جھوٹے نقطو تم اوّل و آخر کے پھیر میں ہو
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے کدھر گئے تھے

اور

مسیح بر فلکِ چہارم قرار گرفت
کلیم بر جبلِ طور اعتبار گرفت

marfat.com

غلامِ ہمتِ آنم کہ فوقِ کون و مکاں

براقِ عزم دوانید کہ دستِ یار گرفت

ترجمہ :-

بہت اُونچے گئے موسیٰ تو کوہِ طور تک پہنچے

اُٹھے جو حضرتِ عیسیٰ تو چوتھے فلک کے پُورے تک پہنچے

نظر والو ذرا دیکھو محمّدؐ کی بلندی کو

چلے بیت الحرم سے اور خُدا کے نُور تک پہنچے

کوئی کیا سمجھے — اور کوئی کیا جانے کہ — حقیقت کیا تھی — البتہ آشنا ضرور ہے کہ

حقیقت محمدؐ دی پا کوئی نئیں سکدا

بشر عرش توں پار جا کوئی نئیں سکدا

کیونکہ

سیمُرغِ رُوحِ ہیچ کس از انبیا نہ رفت

آنجا کہ تو ببالِ کرامت پریدہ ای

ہر کس بقدرِ خویش بجائے رسیدہ است

آنجا کہ جائے نیست تو آنجا رسیدہ ای

معنف — وارث شاہ مرحوم

ایہہ معراج رسُول برحق سمجھو جامہ نور دا جِہن پوشاک کیتا

جتھے وہم گمان دی جا ناہیں سیر اوتھوں تک نبی پاک کیتا

فرشِ زمین پر خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا

لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ

marfat.com

کہ میرے لئے اللہ کے ساتھ ایک ایسا وقت بھی ہے کہ اس وقت نہ کوئی فرشتہ وہاں ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی مُرسل!

مطلب یہ ہے کہ میری اور اللہ کریم کی ملاقات کے لئے ایک ایسا وقت بھی آتا ہے کہ وہاں تک نہ تو کسی مُقرّب فرشتہ کی رسائی ہو سکتی ہے اور نہ ہی کوئی نبی وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

مَلَکٌ مُقَرَّبٌ کہ عبارت از جبریل است و نبی مرسل کہ اشارت بخلیل است علیہ السّلام۔

مُقرّب فرشتہ سے مُراد حضرت جبریل علیہ السّلام ہیں اور نبی مُرسل سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی طرف اشارہ ہے۔

زبانِ نبوّت سے نکلی ہوئی اس حقیقت افروز بات کی تصدیق و تعبیر دکھائی جا رہی ہے کہ اللہ کا خلیل تو ساتویں آسمانوں پہ رہ گیا اور جبریل سدرہ پہ رُک گیا۔ اور امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم بارگاہِ قدس تک جا پہنچے۔

معارج النبوّت حصّہ ۳ صفحہ ۱۲۸ مُلّا معین الدّین کاشفی رحمتہ اللہ علیہ۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ ثُمَّ دَنٰی اَیْ تَرَکَ نَفْسَہٗ فِی السَّمَآءِ فَتَدَلّٰی تَرَکَ قَلْبَہٗ فِیْ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی وَتَرَکَ رُوْحَہٗ بِقَابَ قَوْسَیْنِ فَبَقِیَ سِرُّہٗ وَرَبُّہٗ۔

کہ دنٰی کا مطلب یہ ہے کہ نبیٔ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے نفسِ اقدس کو آسمانوں میں چھوڑ دیا اور فتدلّٰی کا مفہوم یہ ہے کہ سیّد المرسلین علیہ السّلام نے اپنے دلِ مُطہّر کو سدرۃ المنتہٰی پر چھوڑ دیا۔

اور قاب قوسین سے مراد یہ ہے کہ امام الانبیاء علیہ السّلام نے اپنی رُوحِ پاک کو قاب قوسین میں ترک کر دیا۔ اور باقی ایک آپ کا راز اور ربّ کریم رہ گئے۔

marfat.com

قَالَتِ النَّفْسُ اَیْنَ الْقَلْبُ وَ قَالَ الْقَلْبُ اَیْنَ الرُّوحُ

وَقَالَ الرُّوحُ اَیْنَ السِّرُّ قَالَ السِّرُّ اَیْنَ الْحَبِیْبُ

نفسِ رسولؐ نے کہا دل کہاں ہے ؟

اور دلِ مصطفٰے نے کہا روح کہاں ہے؟

اور روحِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا راز کہاں ہے ؟

اور راز نے کہا حبیبؐ کہاں ہے ؟

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی یَا نَفْسُ فَلَکَ النِّعْمَۃُ وَالْمَغْفِرَۃُ وَ یَا قَلْبُ لَکَ الْعِشْقُ وَالْمَحَبَّۃُ وَ یَا رُوحُ لَکَ اَلْکَرَامَۃُ وَ الْقُرْبَۃُ وَیَا سِرُّ اَنَا لَکَ وَ اَنْتَ لِی۔

پھر اللہ کریم نے فرمایا ـــ اے نفسِ اقدس تیرے لئے نعمت و بخشش ہے اور اے دلِ محبوب تیرے لئے عشق و محبت ہے اور اے روحِ مصطفٰے تیرے لئے کرامت عزت اور قرابت ہے۔

اور اے رازِ نبوت میں تیرے لئے ہوں اور تو میرے لئے ہے۔

ابو وارثی مرحوم نے سچ کہا ہے کہ

ایہہ معراج سی راز محبتاں دا انیش سی کسے دی سمجھ وچہ آؤن والا

بھلا ـــ کون سمجھے ـــ کون جانے اور کوئی کیا تبائے

آج بھی عالمِ انسانیت اور دُنیائے آدمیت میں بکمالِ حسن و خوبی ایک دوسرے سے محبت و الفت کے رشتہ کے اظہار کے لئے اور باہمی دلچسپی اور دوستی و پیار کی گرہ کو مضبوط بنانے کی خاطر یہ عام رواج ہے کہ دوست جب دوست سے ملتا ہے اور محبوب جب اپنے محب کے گھر جاتا ہے تو دونوں گفتگو کی ابتداء السلام وجواب

marfat.com

سے کرتے ہیں ۔

محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم بھی معراج پاک کی رات میں انوار و تجلیات کے جھرمٹ میں جب حریم قدس اور اپنے محب حقیقی کے گھر گئے تو محبوب نے سب سے پہلے اپنے خالق و مالک کی حمد و ثناء ان الفاظ میں کی ۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوتُ وَالطَّیِّبَات ۔

کہ ہر قسم کی پاکیزگی ۔ ہر طرح کی طہارت اور ہر نوع کی حمد و ثناء میرے اللہ ہی کے لئے ہے ۔

اللہ کریم نے جواب میں فرمایا ۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ

چوں ملائکہ ملکوت ایں مرتبہ در بارۂ حضرت مشاہدہ نمودند بیکبار ہمہ آواز بر کشیدہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ؏۱

کہ جب فرشتوں نے خدا اور رسول کے درمیان محبت و الفت کے ایسے حسین و دل کش رشتہ کو دیکھا تو کلمۂ شہادت پکار اٹھے ۔

نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ ربّ العزت میں تین تحفے پیش کئے ۔ تحیات صلوٰۃ اور طیّبات ۔

اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو چار انعام و اکرام سے نوازا ۔

سلامت ۔ نبوّت ۔ رحمت اور برکت

سلامت ۔ نبوّت اور رحمت تو منفرد اور واحد کے صیغہ سے بیان فرمایا ہے لیکن برکات کا ذکر جمع و کثرت کے صیغہ کے ساتھ کیا ہے ۔

کیوں ؟ ۔ اس لئے ۔ کہ

؏۱ شجرۃ الکون صفحہ نمبر ۱۸ الشیخ اکبر محی الدین ابن عربی

تو دانی کرتا ابد الا بدال در ترقی و تزائید است ۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ سب کچھ تا قیام قیامت جاری رہے گا۔

پھر رحمتِ دو جہاں علیہ السلام نے اپنی رحمت و شفقت کی چادر کو وسعت بخشتے ہوئے فرمایا۔

السَّلَامُ علینا و علیٰ عباد اللّٰہِ الصَّالِحِیْن ۔

کہ ہم سب پہ اور اللہ کے نیک اور صالح بندوں پہ سلام ہو۔

یہ کیوں ؟ ۔ اس لئے کہ اللہ کی طرف سے انعام و اکرام اور سلام و پیام کی بارش ہوتی دیکھ کر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رحمت و شفقت کا اظہار کرتے ہوئے اپنی گنہگار اُمت اور اللہ کے نیک بندوں کو بھی اپنے دامنِ رحمت و سلام میں لے لیا ۔ تاکہ اس سلام و پیام کی بارش سے امت کے گناہ دُھل جائیں۔

بارگاہِ قدس سے ندا آئی ۔ اینجا کسے نیست ۔ علینا چیست ۔ کہ اے میرے محبوب پاک ۔ تیرے سوا کوئی اور تو یہاں نہیں ہے پھر علینا کہنے کا سبب کیا ہے ؟

عرض کی ۔ اگرچہ شخصے با من نیستند بجانِ من اند پیوستہ ۔ نظر عنایتم ہمراہ ایشاں است ۔ خواہ غائب و خواہ حاضر کہ اگرچہ اس پُر لطف و پُر کیف وقت میں میرے پاس اور میرے ساتھ اور شخص نہیں ہے لیکن میں ہر وقت ہر ایک کے ساتھ ہوں اور میں نے اسی لئے تمام کو اپنی رحمت کی نظر میں سمو لیا اور شفقت کی چادر میں چھپا لیا ہے ۔

اور اگرچہ مجھ سے کوئی دور یا نزدیک ۔ کوئی غائب ہو یا حاضر ہر ایک ہر وقت میری نظر میں ہے۔

سوال :۔ کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام میں تو اپنی اُمت کو تمام

marfat.com

کر لیا کہ ۔۔۔

السَّلَامُ عَلَیْنَا ۔۔۔ لیکن رحمت اور برکت میں شریک کیوں نہیں کیا ؟

جواب : زیرا کہ رحمت و برکت تابع سلامت نیست ۔۔۔ اس لئے کہ رحمت و برکت سلام کے تابع ہیں ۔

جو اسوار براقے اُتّے اوہ سلطان عرب دا
چائی واگ محبّت والی ٹریا راہ طلب دا

(میاں محمد مرحوم)

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرفِ ہمکلامی

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دوسری خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہوتی ہے کہ انہیں ذاتِ خداوندی سے ہمکلامی کا شرف بھی حاصل ہوتا ہے۔ راز و نیاز کی باتیں ہوتی ہیں ـــــ سلام و پیام کے موتی بکھرتے ہیں ـــــ الفت و پیار کے پھول مہکتے ہیں اور پھر کئی راز ہائے نہانی سے پردہ اٹھا کر خدا و رسول کے باہمی رشتہ و تعلق کو اس وقت کے نبی کی قوم کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تاکہ صراطِ مستقیم سے بھٹکے ہوئے اور گناہ و معصیت کے دریا میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو رشد و ہدائیت کی راہ مل جائے اور ان کی کشتیٔ حیات کو حق و صداقت کا ساحل نصیب ہو جائے۔ اور اس شرفِ ہمکلامی سے دنیا کو یہ سمجھانا بھی مقصود ہوتا ہے کہ یہ انسان ہمارا برگزیدہ اور ہماری بارگاہ میں مقبول بندہ و ہمارا اولی العزم پیغمبر و رسول ہونے کے ساتھ ساتھ دوسرے انسانوں سے ممتاز و بے مثل بھی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے فہم و ادراک اور ان کی قوتِ بصر و سماعت کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ جو اشیاء عام انسانوں کو نظر نہیں آتیں یہ انہیں بے حجاب دیکھ لیتا ہے اور ایک عام بشر جن آوازوں کو سن نہیں سکتا نبی ان آوازوں کو بے خوف و خطر اور بغیر کسی آلۂ سماعت کے سن لیتا ہے۔ لیکن اس تکلم و تخاطب کے صرف تین طریقے ہی قرآنِ پاک میں بیان کئے گئے ہیں۔

الشوریٰ ـــــ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ

marfat.com

انہٗ علیٌ حکیمٌ ۔

کہ کسی بشر میں یہ تاب نہیں کہ وہ اللہ سے ہمکلام ہو سکے ۔ لیکن یا تو وحی کے ذریعہ ۔ یا پردہ کے پیچھے سے اور یا کسی قاصد یعنی جبریل کے واسطہ سے ۔ جو اس کے حکم سے جو وہ چاہتا ہے پہنچاتا ہے ۔

مثلاً ۔۔۔ (النساء) ۔۔۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا ۔ اور اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کی ۔۔۔ یا ۔۔۔ مِنْہُمْ مَنْ کَلَّمَ اللّٰہُ ۔۔۔ کہ ان انبیاء علیہم السلام میں ایسے بھی ہیں جن سے اللہ کریم نے کلام فرمائی ۔

چونکہ اس آیت پاک میں یہ تصریح نہیں ہے کہ کس کس پیغمبر و رسول کو خدا تعالیٰ نے اس مخصوص طریقۂ کلام سے سرفراز فرمایا ہے اس لئے اس شرفِ خاص میں مِنْہُمْ کے تحت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ دوسرے انبیاء بھی شریک ہو سکتے ہیں ۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے ساتھ خداوند کریم نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو بھی قرآن مجید میں مذکورہ تینوں طریقوں یعنی پردہ کے پیچھے سے یا جبریل علیہ السلام کے واسطہ سے اور یا پھر وحی کی معرفت گاہ بگاہ شرفِ ہمکلامی بخشا ہے ۔۔۔ لیکن چونکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ السلام تِلْکَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَہُمْ عَلٰی بَعْضٍ کے پیشِ نظر امام الانبیاء ۔ افضل الانبیاء ۔ سید المرسلین اور محبوب رب العالمین ہیں اس لئے اس ذاتِ اقدس کے لئے مذکورہ بالا شرفِ ہم کلامی کے تینوں طریقوں کے علاوہ ایک ایسا طریقہ بھی نبانا پڑا جو ان طریقوں سے بڑھ کر پُرلطف و پُرکیف ہے ۔

غرضیکہ ۔۔۔ شبِ اسریٰ میں سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم کے ساتھ شرفِ ہمکلامی کا وہ مرتبہ بھی حاصل ہو گیا جو کسی اور نبی کو نہ مل سکا ۔ کہ اس

marfat.com

مقدس رات میں محب و محبوب کے درمیان نہ کوئی حجاب تھا اور نہ ہی کوئی پردہ ـــ نہ کوئی قاصد تھا اور نہ ہی جبریل ـــ نہ ہی کوہِ سینا تھا اور نہ ہی برقِ طور تھی اور نہ ہی شاخِ طوبیٰ تھی اور نہ ہی وادیٔ ایمن ـــ

اسلئے ـــ کہ یہاں خلیل و کلیم نہیں تھے محب و محبوب تھے! بس ادھر جلوہ تھا اور اِدھر نگاہ تھی ۔ وہ بے حجاب تھا اور یہ محوِ نظارا ـــ اُدھر صوتِ سرمدی تھی ادھر گوشِ نبوت ـــ اور وہ اپنی حقیقت میں بے نقاب تھا اور یہ اپنی حقیقت میں ـــ مَا زَاغَ الْبَصَرُ ـــ

رازو نیاز

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۲۵ ـــ اللہ کریم کی طرف سے آواز آئی ـــ یَا مُحَمَّدُ اَنْتَ اللَّيْلَةَ ضَيْفُنَا فَمَا ذَا تُرِيْدُ ـــ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ـــ آج کی رات آپ ہمارے مہمان ہیں ـ

کیا چاہتے ہو؟

عرض کی ـــ كُلُّ مَا جُدْتَ بِهٖ عَلَى الْاَنْبِيَاءِ مِنْ قَبْلِىْ ـــ کہ اپنے خزانۂ سخاوت میں سے جو کچھ پہلے انبیاء کو عطا کر چکا ہے ـ

صدائے سرمدی بلند ہوئی ـــ

یا محمدؐ ـــ اَتَعْرِفُنِیْ

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پہچانتے ہو؟

لبِ مصطفےٰ کھلے ـــ

marfat.com

سُبحانَكَ مَا عَرَفنَاكَ حَقَّ مَعرِفَتِكَ ۔

کہ اے میرے اللہ ۔ ہم تیری الوہیت ۔ ربوبیت اور وحدانیت کو اس طرح سے نہیں پہچان سکے جس طرح پہچاننے کا حق تھا۔

پھر ندا آئی ۔۔

يَا مُحَمَّدُ اَتَدرِی اَینَ اَنتَ ؟

کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ اس وقت آپ کہاں ہیں ؟

نبئ اکرم علیہ السلام نے جواب دیا ۔

اَنتَ اَعلَمُ ۔۔۔

یا اللہ ۔ تو ہی جانتا ہے ۔

پھر رب العالمین نے بتایا ۔۔ کہ

مَا وَرَاءَ مُقَامِكَ لِمَخلُوقٍ مَقَامٌ وَ نَقَلتُكَ مِن عَالَمٍ اِلٰی عَالَمٍ

کہ مخلوق کے مقام کے آگے تیرا مقام ہے ۔۔ اور میں تجھے ایک عالم سے دوسرے عالم پہ لے آیا ہوں ۔

یعنی زمین سے آسمان پہ ۔ فرش سے عرش پہ اور مکان سے لا مکان پہ ۔

حسنِ ازلی پھر بول اٹھا ۔۔ يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَ اَنتَ وَمَا سِوٰی ذٰلِكَ خَلَقتُهٗ لِاَجلِكَ

اے میرے پیارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک میں ہوں اور ایک تو ہے اس کے

لے تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۴۷

marfat.com

سوا جو کچھ بھی کائنات میں ہے سب تیرے لئے پیدا کیا ہے۔

عشق دوام نے لب کشائی کی۔

"اُمَّتَ دَ اَنَا وَمَا سِوٰی ذَالِكَ تَرَكْتُہٗ لِاَجلِكَ"

کہ ــــ ایک تو ہے اور ایک میں ہوں۔ باقی اس کے سوا جو کچھ بھی ہے وہ

میں نے تیرے لئے چھوڑ دیا ہے۔

اللہ کریم نے فرمایا۔ اُمّتِ تو طاعتِ من عصیانِ من ورزند۔ طاعتِ ایشاں

برضائے من است ومعصیتِ ایشاں لقضائے من است۔

کہ ــ آپ کی اُمّت میری اطاعت بھی کرتی ہے اور نافرمانی بھی ــــ اور ان کی

اطاعت میری رضا سے ہے اور ان کی نافرمانی میری تقدیر سے ہے ــ

پس آنچہ برضائے من از ایشاں ثابت شود اگرچہ اندک و باقصور بود قبول کنم

زیرا کہ کریم ــــ اور جو اطاعت میری رضا سے ہو اگرچہ وہ تھوڑی ہو کیوں نہ ہو

میں اسے قبول کروں گا ــ اس لئے کہ میں کریم ہوں۔

و آنچہ لقضائے من از ایشاں در وجود آید اگرچہ بزرگ و بسیار باشد عفو

کنم زیرا کہ رحیمم ــــ

اور جو گناہ میری اُمّت سے ہوں گے اگرچہ وہ بہت زیادہ ہی کیوں نہ ہوں گے

میں انہیں معاف کر دوں گا۔

اس لئے ــــ کہ میں رحیم ہوں۔

حاصل ــ اطاعت میں رضا ہے اور معصیت میں قضا ہے۔

خداوندِ جہاں نے فرمایا۔

معارج النبوّت۔ شفا شریف جلد ۱ صفحہ ۱۱۰۔ نزہت المجالس جلد ۲

صفحہ نمبر ۱۵۷ ــــ سَلْ مَا تُرِيْدُ ــــ فَمِنْكَ السُّوَالُ وَمِنَّا الْعَطَا

marfat.com

کہ اے محبوب پاک۔ جو آپ چاہتے ہو سوال کرو۔ آپ کی طرف سے سوال ہوگا اور ہماری طرف سے عطا کرنا ہوگا۔

زبانِ مصطفےٰ نے عرض کی۔

فَقَالَ مَا الَّذِی اَسْأَلُكَ وَقَدْ اَسْجَدْتَ الْمَلَائِكَةَ لِاٰدَمَ وَاصْطَفَيْتَهٗ وَزَوَّجْتَهٗ حَوَّا وَفِی الْجَنَّةِ اَسْكَنْتَهٗ وَاَكْرَمْتَهٗ وَعَظَّمْتَهٗ۔

کہ یا اللہ۔ میں تجھ سے کیا سوال کروں اور تُو نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا۔ اور پھر حضرت حوّا علیہا السّلام کو اس کی زوجہ بنایا۔ اور پھر اسے جنّت میں بسایا۔ اور اس کی عزّت و توقیر بڑھائی۔

ربُّ العالمین نے جواب میں فرمایا

یَا مُحَمَّدُ لَوْلَا اَنَّہٗ اَشْرَقَ نُوْرُ سِرِّكَ مَا قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ۔

کہ اے میرے حبیب علیہ السّلام اگر تمہارا نور حضرتِ آدم علیہ السّلام کی پیشانی میں نہ چمکتا تو ہم فرشتوں کو کبھی حکم نہ دیتے کہ آدم کو سجدہ کرو۔

حکم ہوا۔ محبوب کچھ اور طلب کرو۔

عرض کی۔ یا الٰہی۔

مَا الَّذِی اَطْلُبُ وَقَدْ جَعَلْتَ اِدْرِيْسَ نَبِيًّا وَّرَفَعْتَهٗ مَكَانًا عَلِيًّا۔

کہ میں تجھ سے کیا طلب کروں۔ کہ تُو نے حضرت ادریس علیہ السّلام کو نبوّت عطا کی اور پھر اسے بلند مقام پہ پہنچایا۔ یعنی چوتھے آسمان پہ۔

جواب ملا۔

marfat.com

إِنَّمَا رُفِعَ إِدْرِيْسُ إِلَى السَّمَاءِ لِيَنْظُرَ إِلَيْكَ وَيَسِيْرَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ بَيْنَ يَدَيْكَ۔

کہ بے شک میں نے حضرت ادریس علیہ السلام کو نبوت عطا کی اور پھر اسے چوتھے آسمان کی رفعت و بلندی عطا کی۔ لیکن یہ صرف اس لیئے کہ تاکہ معراج کی رات تمہارے استقبال کے لئے راہ میں کھڑا ہو۔

فرمان ہوا۔ آمنہ کے لال ؐ کچھ اور مانگو۔

عبداللہ کے لختِ جگر صلی اللہ علیہ وسلم نے لب کشائی کی!

یا اللہ! ۔ تو نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعا قبول کر لی۔ وَنَجَّيْتَهٗ فِي السَّفِيْنَةِ مِنْ طُوْفَانٍ ۔ اور پھر تو نے اسے خطرناک طوفان سے نجات دی

جواب آیا۔ لَوْلَا اَقْسَمَ عَلَيْنَا بِجَمَالِكَ مَا نَجَّاهُ۔ کہ اگر نوح علیہ السلام تیرے حسن و جمال کی قسم کھا کر نجات کے لئے دعا نہ کرتا تو ہم کبھی نجات نہ دیتے ۔

حریم قدس سے آواز آئی۔ سَلْ تُعْطَ ۔ کہ اے سیاحِ لامکاں علیہ السلام کوئی اور سوال کرو ۔ عطا ہوگا۔ دعائے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تبسم فرمایا اور بارگاہِ قدس میں عرض کی ۔

یا الٰہی ۔ کیا سوال کروں ۔ قَدِ اصْطَفَيْتَ إِبْرَاهِيْمَ خَلِيْلًا وَجَعَلْتَ النَّارَ عَلَيْهِ بَرْدًا وَّسَلَامًا وَفَدَيْتَ ابْنَهٗ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۔

کہ تو نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ۔ اور اسی پر آتش نمرود کو ٹھنڈا کر دیا ۔ اور پھر اس کے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی بجائے ذبحِ عظیم کیا ۔

فَجَاءَ النِّدَاءُ ۔ حسن ازل کی طرف سے ندا آئی ۔ لَوْلَا إِنَّهٗ أَشْرَقَ عَلَيْهِ نُوْرُ وَجْهِكَ الْكَرِيْمِ مَا نَجَا مِنْ نَارِ النَّمْرُوْدِ ۔ کہ تیرے رخِ انور کا نورِ پاک

marfat.com

حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی جبینِ اقدس پر جلوہ افروز نہ ہوتا تو ہم نہ اس پہ آتشِ نمرود ٹھنڈی کرتے اور نہ ہی بذبحٍ عظیم کا مژدہ سناتے۔

محبِ حقیقی نے پھر فرمایا — اُدْعُ تُجَبْ — کوئی دعا کرو قبول ہوگی۔

محبوب بے مثال نے عرض کی — کیا دعا کروں — وَقَدْ جَعَلْتَ مُوسٰی کَلِیْمًا وَ کَلَّمْتَہٗ تَکْلِیْمًا — کہ تو نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو کلیم اللہ کا لقب عطا کیا اور اس سے تو نے بلا واسطہ کلام کی۔

محبِ لاشریک کی طرف سے جواب ملا — یَا صَاحِبَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی اے وادیٔ قابَ قوسین کے راہی اور اے اَوْ اَدْنٰی کے پُرکیف نظارے سے لطف اندوز ہونے والے محبوب حضرت موسیٰ علیہ السلام تو ہادیٔ و راہنما کی تلاش میں رات کے اندھیرے میں آگ کی طرف گئے اور تم تو آج شبِ اسرا میں فَخُوطِبْتَ عَلٰی بِسَاطِ الْاَنْوَارِ فِیْ حَضْرَۃِ الْمَلِکِ الْغَفَّارِ — مرکزِ انوار و تجلیات میں ملک الغفار کے دامنِ رحمت و بخشش میں بیٹھ کر تکلم و تخاطب کی نعمتِ عظمیٰ سے سرفراز ہو رہے ہو۔

اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے میرے دیدار کی تمنا کی تھی تو میں نے پردے کے پیچھے سے فرما دیا۔

لن ترانی — کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ — وَاَنْتَ خُوطِبْتَ بِالْمُشَاهَدَۃِ دُوْنَ الْوَرٰی — اور آپ میرے روبرو بیٹھ کر میری ذاتِ حقیقی کا مشاہدہ کر رہے ہو۔

پھر ایوانِ قضا و قدر سے آواز آئی — قُلْ تُسْمَعْ — کہ اے میرے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کچھ اور کہو — سنا جائے گا — رسولِ اکرم علیہ السلام نے زبانِ مبارک کھولی اور کہا — یا الٰہی — کیا کہوں۔

marfat.com

وَقَدْ اَعْطَیْتَ سُلَیْمَانَ مُلْکًا لَا یَنْبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ

کہ البتہ تو نے حضرت سلیمان علیہ السّلام کو اتنی بڑی مملکت وسلطنت عطا کر دی کہ اس کے بعد اور کوئی حاصل نہ کر سکا۔

اور تو نے حضرتِ داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا ــــ

حظیرہ قدس سے ندا آئی ــــ کہ بے شک ہم نے حضرتِ داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہے کو نرم کر دیا اور پہاڑ اس کے ماتحت کر دیا لیکن ــــ یَا اَعْلیٰ مَوْجُوْدٌ ــــ سَاُسَیِّرُ مَعَکَ جِبَالَ النَّصْرِ وَالرُّعْبِ فِی الْوُجُوْدِ وَاُلِیْنَ لَکَ قُلُوْبًا کَالْجُلْمُوْدِ وَاَخُصَّکَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ بِالْمَقَامِ الْمَحْمُوْدِ ــــ

اے میری ساری موجودات سے اعلیٰ وارفع ذات تمہارے ساتھ فتح ونصرت اور رعب ودبدبہ کے پہاڑ تمہارے وجودِ پاک کے ساتھ چلیں گے ــــ اور قیامت کے دن تمہیں مقامِ محمود پہ بٹھا دیا جائے گا۔ اور اگرچہ ہم نے حضرت داؤد علیہ السّلام کے لئے لوہے کو نرم بنا دیا تھا ــــ

لیکن ــــ آپ کے لیئے ہم نے بڑے بڑے سرکشوں، باغیوں، نافرمانوں اور پتھر دل دشمنوں کے دل نرم کر دیئے ہیں۔

پھر صدائے ربّ العالمین بلند ہوئی ــــ

اے نوید مسیحا ــــ کچھ اور مانگو ــــ

بشارتِ عیسیٰ صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم نے لبِ مبارک کھولے ــــ اور کہا ــــ

یا الٰہی ــــ اور کیا مانگوں ــــ

وَقَدْ اَیَّدْتَ عِیْسٰی بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَاَظْهَرْتَ لَہٗ الْمُعْجِزَاتِ یُبْرِئُ الْاَکْمَہَ وَالْاَبْرَصَ وَیُحْیِ الْمَوْتیٰ بِاِذْنِکَ

کہ تو نے حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کو روحِ قدس سے تقویت بخشی اور اسے بہت

سے معجزات عطا کئے۔

مادر زاد اندھوں کو بینائی دینا۔ کوڑھوں کو شفا دینی اور تیرے حکم سے مُردوں کو زندہ کرنا۔

جواب ملا۔ یا حبیبُ۔ اَنْتَ طَبِیْبُ مِنْ اَمْرَاضِ الذُّنُوْبِ وَ تحْیَابِكَ اَمْوَاتَ الْقُلُوْبِ۔

کہ اے میرے حبیب پاک۔ بے شک ہم نے حضرتِ عیسٰی علیہ السلام کو معجزات عطا کئے۔ لیکن وہ تو جسمانی بیماریوں کا علاج کیا کرتے تھے اور تم تو گناہوں کی امراض کے طبیب ہو۔

اور وہ تو ہمارے حکم سے مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ اور تم تو مُردہ دلوں کو زندہ کرتے ہو۔

پھر شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پورے محبوبانہ انداز میں بارگاہِ ربُ العزت میں عرض کی۔ یارب اقبل شفاعتی فی عصاۃ اُمتی۔ کہ اے رب میری امت کے گناہوں کی معافی کے لیئے میری شفاعت قبول کرلے۔

ربّ کریم کی طرف سے پوری شانِ کریمی و رحیمی کے انداز میں جواب ملا۔

وَعِزَّتِی وَجَلَالِی اِنْ عَصَوْنِی سَتَرْتُھُمْ وَاِنْ اسْتَغْفِرُوْنِی غَفَرْتُ لَھُمْ۔ کہ مجھے عزت و جلال کی قسم ہے اگر تیری اُمت کے گنہگار میری نافرمانی کریں گے تو میں پردہ پوشی کروں گا۔ اور اگر مجھ سے گناہوں کی معافی طلب کریں گے تو میں بخش دوں گا۔

پھر سیاحِ لامکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے حریم ناز کے پردے اٹھا کر عرض کی۔ یَا رَبِّ اَعْطَیْتَ اٰدَمَ الْجَنَّۃَ۔ کہ اے ربّ تعالیٰ تو نے آدم علیہ السلام کو جنت عطا کی۔

marfat.com

فرمایا — اَعْطَیْتُہٗ ثُمَّ عَزَلْتُہٗ عَنْہَا —
کہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام کو جنت عطا کی لیکن پھر میں نے اسے وہاں سے نکال بھی دیا —
وَ اَعْطَیْتُکَ وَ اُمَّتَکَ الْجَنَّۃَ وَلَا اَعْزِلُکُمْ عَنْہَا — اور جب میں تجھے اور تیری امت کو جنت عطا کروں گا تو پھر نکالوں گا نہیں۔
نبیؐ — اَعْطَیْتَ نُوحاً السَّفِیْنَۃَ — کہ اے الٰہ العالمین — تو نے حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی عطا کی۔
خُدا — جَعَلْتُ لَکَ وَلِاُمَّتِکَ الْاَرْضَ مَسْجِدًا وَّ طَہُوْرًا — کہ آپ کے لیئے اور آپ کی اُمت کے لیئے میں نے ساری زمین کو مسجد اور پاک بنا دیا ہے۔
رسولؐ — کَلَّمْتَ مُوْسٰی عَلٰی جَبَلِ الطُّوْرِ — کہ اے مالکِ دوجہاں تُو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوہِ طُور پر کلام کی۔
اللہ — کَلَّمْتُکَ عَلٰی بِسَاطِ النُّوْرِ — کہ اے آمنہؓ کے لال میں نے تجھے مرکزِ انوار و تجلیات میں شرفِ ہمکلامی بخشا ہے۔
نبیؐ — نَجَّیْتَ یُوْنُسَ مِنْ ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ — کہ اے باری تعالےٰ تُو نے حضرت یونس علیہ السلام کو تین اندھیروں سے نجات دی۔
خُدا — کَذٰلِکَ اُنَجِّیْ اُمَّتَکَ مِنْ ظُلْمَۃِ الْقَبْرِ وَظُلْمَۃِ الْقِیَامَۃِ وَالصِّرَاطِ —
کہ اے اُمت کے مددگار — اسی طرح میں تیری امت کو قبر[1] قیامت[2] اور پُلِ صراط[3] کی ظلمتوں سے نجات دوں گا۔
عرائس البیان جلد ۲ صـ ۲۸۷ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا —

۔ اِنَّ رَبِّیْ اِسْتَشَارَنِیْ فِیْ اُمَّتِیْ مَاذَا اَفْعَلُ ۔

کہ میرے رب نے میری اُمّت کے بارے میں مجھ سے مشورہ پوچھا کہ اس کے ساتھ کیا سلوک کروں ۔ تو میں نے عرض کی

عِبَادُكَ ۔ کہ تیرے بندے ہیں ۔

پھر دوسری بار اور پھر تیسری بار بھی یہی پُوچھا گیا ۔ اور میں نے وہی جواب دیا آخر اللہ کریم نے فیصلہ سُنا دیا ۔

(۱) اِنِّیْ لَنْ اُخْزِیَكَ فِیْ اُمَّتِكَ یَا اَحْمَدُ ۔ کہ اے احمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں تیری امّت کے بارے میں تجھے پریشان نہیں کروں گا ۔

(۲) خصائص کُبریٰ جلد ۲ صفحہ ۲۱ مسند امام احمد جلد ۵ صفحہ ۳۹۲ معارج النبوۃ رکن سوم صفحہ ۱۳۸ جناب مُلا معین الدین کاشفی رحمتہ اللہ علیہ ۔

نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ۔ از حضرت عزت جلّ جلالہٗ آں شب درخواست نمودم کہ حساب اُمّتِ من در قیامت بمن گزارد ۔

کہ شب معراج میں میں نے اللہ ربُّ العزّت جلّ جلالہ کے حضور درخواست پیش کی کہ قیامت کے دن میری امّت کا حساب مجھ پر چھوڑ دیا جائے ۔

تو اللہ کریم نے فرمایا ۔ یا محمدؐ غرض تو دریں چیست ۔ کہ یا محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم آپؐ کی اس درخواست سے کیا غرض ہے ؟

تو میں نے پھر عرض کی ۔ خداوندا می خواہم کہ اُمّتِ من در قیامت فضیحت نشوند ۔

کہ اے خداوندِ دوجہاں میں چاہتا ہوں کہ میری اُمّت قیامت کے دِن مجمعِ عام میں رسوا و شرمندہ نہ ہو ۔

ربُّ العالمین نے جواب دیا ۔ یا محمدؐ من حسابِ ایشاں کنم بروجہی تو نیز

marfat.com

قبائح اعمال ایشاں مطلع نگر دی ۔

کہ یا محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ تیری امت کا حساب میں اس طرح لوں گا کہ اور لوگ تو رہے ایک طرف تجھ سے بھی پوشیدہ رکھوں گا ۔

شب اسریٰ کے دولہا صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر بارگاہِ ایزدی میں التجا کی ۔ بمن بخش تمامی اُمتِ مرا ۔ کہ میری تمام اُمت کو بخش دیا جائے ۔

جواب ملا ۔ کہ اُمت کا تیسرا حصہ تجھے بخش دیا ۔ باقی قیامت کے دن ۔ تا قیامت توقف داشتم، من بخشم رحمتِ من ظاہر گردد ۔ کہ اگر تمہاری اُمت کو بخش دوں تو تمہاری شفاعت تو ظاہر ہو جائے گی ۔ میری رحمت کا ظہور نہیں ہوگا ۔ اس لئے آدھی اُمت کو قیامت تک موقوف کر دیا ہے تاکہ تو شفاعت کرے اور میں اپنی رحمت سے بخش دوں ۔

ہفت صد بار خطاب آمد کہ چہ مے خواہی گفت ۔ اُمت

کہ سات سو بار مجھے فرمایا گیا کہ اے محبوب پاک کیا چاہتے ہو؟ اُمت کے غم خوار نے ہر بار یہی عرض کی ۔ کہ اُمت کی بخشش چاہتا ہوں ۔

شب اسریٰ خدا نے خود کہا کچھ مدعا مانگو
عطا کر دوں گا جو کچھ ہے خدائی میں ذرا مانگو
تمہارے واسطے ہیں دو جہاں اے مصطفٰے مانگو
حریم ناز سے آئی صدا اے مجتبےٰ مانگو
تو نبی کو اپنی اُمت بخشوانے کا خیال آیا

(دیا)

عیسیٰ نے چوتھے فلک پہ خلوت خرید لی
موسیٰ نے کوہِ طور پہ حیرت خرید لی

marfat.com

ایّوبؑ نے بھی صبر کی ہمّت خرید لی
یُوسفؑ نے اپنے حُسن کی شہرت خرید لی
لیکن ہمارے آقاؐ نے اُمّت خرید لی

بھلا اس شرفِ ہمکلامی کے رُموز و اسرار کو کون جانے ان راز و نیاز کی باتوں کو کون سمجھے ــــ اور اس جلوہ و نگاہ کی حقیقت تک کون پہنچے ۔

نہ کسی کی عقل و فراست کی وہاں تک رسائی اور نہ ہی کسی کے فہم و ادراک کی وہاں تک پرواز !

نہ کوئی نبی نہ مُرسل موجُود ــــ اور نہ ہی کوئی حور و مقرب فرشتہ حاضر ــــ

معارج النبوّت رکن ۳ ص ۱۳۷ ــــ فِيمَا يَخْتَصِمُ مَلَاءُ الْاَعْلٰى ــــ اللہ کریم جل شانہٗ نے پُوچھا ــــ اے محبُوب پاکؐ کیا تو جانتا ہے کہ فرشتے آپس میں کیوں جھگڑتے ہیں ؟

عرض کی ــــ ہاں جانتا ہوں !

فِى الْكَفَّارَاتِ ــــ وَالْمُنْجِيَاتِ ــ وَالدَّرَاجَاتِ ــ وَالْمُهْلِكَاتِ

ــــ اللہ کریم فرمایا ۔ صَدَقْتَ عَبْدِىْ ۔ کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے ۔

چار ہزار سال تک بڑے فرشتوں میں چار مسائل پہ بحث ہوتی رہی لیکن اُن کی مُشکل حل نہ ہوئی ۔

آج اللہ کریم نے فرمایا ــــ فرشتو ! ــــ میرا محبُوب آیا ہے اس سے اپنی اپنی مشکل حل کرالو ۔

اِسرافیل نے عرض کی یا مُحمّد صلی اللہ علیہ وسلم ــــ

مَا الْكَفَّارَاتُ ــــ اے رسُولِ اکرم علیہ السلام وہ کون سے کام ہیں یا وہ کون سے اعمال ہیں جن کے سبب اللہ کریم اپنے بندوں کو بخش دیتا ہے ــ ؟

marfat.com

کملی والے آقائے دوجہاں نے فرمایا ۔

وہ تین ہیں :۔

اَسْبَاغُ الوُضُوْءِ ۔ فِی البَرْدِ ۔ وَمَشْیُ الاَقْدَامِ فِی الجَمَاعَاتِ وَ اِنْتِظَارُ الصَّلٰوۃِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ ۔

- سردیوں میں وضو کا پورا کرنا ۔
- نماز کے وقت جماعت کے لئے پیدل چل کر جانا ۔
- اور ایک نماز پڑھ کر دوسری کا انتظار کرنا ۔

میکائیل نے پوچھا :۔

مَا الدَّرَجَاتُ ، یعنی وہ کون سے کام یا اعمال ہیں جن سے آدمی کے درجات بلند ہو جاتے ہیں ؟

فرمایا ۔ اِطْعَامُ الطَّعَامِ ۔ وَاَفْشَاءُ السَّلَامِ ۔ وَالصَّلٰوۃُ بِاللَّیْلِ وَالنَّاسُ نِیَامٌ ۔

- کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا ۔
- لوگوں میں سلام کو عام کرنا ۔
- اور جب لوگ سوئے ہوئے ہوں تو نوافل پڑھنا ۔

جبریل نے عرض کی :۔

مَا المُنْجِیَاتُ ؟ ۔ یعنی وہ کون سے اعمال ہیں جن کے باعث آدمی کو نجات حاصل ہو گی ؟

ارشاد فرمایا ۔ خَشْیَۃُ اللہِ فِی السِّرِّ وَالعَلَانِیَۃِ ۔ وَالقَصْدُ فِی الفَقْرِ وَالغِنَاءِ ۔ وَالعَدْلُ فِی الغَضَبِ وَالرِّضَاءِ ۔

- ظاہر و باطن میں اللہ سے ڈرنا

marfat.com

- فقر و غنا میں میانہ روی اختیار کرنا
- اور — غصّہ و نرمی میں عدل و انصاف کرنا۔

عزرائیل نے پُوچھا :—

مَا الْمُهْلِکَاتُ ؟— کہ وہ کون سے کام اور اعمال ہیں جن سے آدمی ہلاک ہو جاتا ہے ؟

جواب فرمایا— شُحٌ مُطَاعٌ وَھَوًی مُتَّبَعٌ وَ اَعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِہٖ کہ —

- بخیل کی اطاعت۔
- خواہشِ نفسانی کی اتباع۔
- اور — اپنے آپ کو دوسروں سے اچھا سمجھنا۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

دیدارِ خداوندی

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج پاک کی آخری منزل دیدارِ خداوندی پر ختم ہوئی — یعنی سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے چشم سر سے ذاتِ خدا کو اس طرح سے دیکھا کہ آپ کی چشم مبارک نہ بہکی، نہ بھٹکی، نہ بے راہ ہوئی اور نہ جھپکی — مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی۔

اس مسلمہ حقیقت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بار اور کئی طریقوں سے اور مختلف انداز میں ارشاد فرمایا ہے۔

مثلاً —

مشکوٰۃ شریف ص ۶۹-۷۰ رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ — آمنہ کے لال نے فرمایا — کہ میں نے اپنے رب کو اچھی صورت میں دیکھا ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۱۴۷ — نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَعْطٰی مُوْسٰی الْکَلَامَ وَاَعْطَانِی الرُّؤْیَۃَ — کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے نوازا اور مجھے اپنے دیدار کا شرف بخشا۔

اگرچہ بعض اسلاف اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے رویت باری تعالیٰ میں اختلاف کیا ہے مگر اکثر اصحابہ کرام۔ محدثین و مفسرین کا مسلک یہی ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو چشم سر سے دیکھا۔

marfat.com

مثلاً —

مُسلم شریف جلد ۱ صؔ ۹۷ امام نووی رحمتہ اللہ علیہ ۔ نزہت المجالس جلد ۲ صؔ ۱۵۲ عن ابن عباس نَحْنُ بَنُوهَاشِم فَنَقُولُ اِنَّ مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ رَاىٰ رَبَّهٗ مَرَّتَيْنِ ۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم بنی عباس کہتے ہیں کہ حضور اکرم علیہ السلام نے اپنے رب کو دو بار دیکھا ہے —

ثُمَّ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَتَعْجَبُوْنَ اَنَّ الْخُلَّةَ لِاِبْرَاهِيْمَ وَالْكَلَامَ لِمُوْسٰى وَالرُّؤْيَةَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ ۔

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے لوگو! — کیا تم اس بات پر تعجب کرتے ہو کہ خلت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لئے ہے — کلام الٰہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے ہے اور دیدار الٰہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے ہے ۔

مدارج النبوت ۔ مسلم شریف جلد ۱ صؔ ۹۷ — وَكَانَ الْحَسَنُ يَحْلِفُ لَقَدْ رَاىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ رَبَّهٗ —

کہ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے تھے کہ امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا ہے ۔

عَنْ عِكْرِمَةَ سُئِلَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَلْ رَاىٰ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ رَبَّهٗ قَالَ نَعَمْ ۔

حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس رضؓ سے پوچھا گیا کہ کیا نبی کریم علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو — انہوں نے فرمایا ہاں — دیکھا ہے ۔

marfat.com

عَنْ قَتَادَۃَ وَ شُعْبَۃَ وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُمْ قَالَ رَاٰی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

وَقَدْ رَاجَعَہُ ابْنُ عُمَرَ فِیْ ھٰذِہِ الْمَسْئَلَۃِ وَاَرْسَلَ ھَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَبَّہٗ۔

یعنی اس بات کو ترجیح دی گئی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس مسئلہ کے دریافت کے لیے بھیجا کہ کیا نبی پاکؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

فَاَخْبَرَ اَنَّہٗ رَاٰی ــــ تو انہوں نے خبر دی کہ ہاں! حضور علیہ السلام نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

اور اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور محدثین و مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے رؤیت باری تعالیٰ کی اس ایمان افروز حقیقت کو اس لئے بھی تسلیم کیا ہے کہ ان کے نزدیک ــــ

(۱) وَمِنَ الْمُحَالِ اَنْ یَدْعُوَ کَرِیْمٌ کَرِیْمًا اِلٰی دَارِہٖ وَیُضِیْفَ حَبِیْبٌ حَبِیْبًا فِیْ قَصْرِہٖ ثُمَّ یَتَسَتَّرَ عَنْہُ وَلَا یُرِیَہٗ وَجْہَہٗ

یہ امر محال ہے کہ ایک عظیم ذات کسی عظیم شخصیت کو اپنے گھر بلائے اور یا ایک دوست اپنے کسی دوست کی اپنے خوبصورت شاہی محل میں دعوت کرے اور پھر گھر والا۔ بلانے والا۔ اور میزبان اپنے دوست سے چھپ جائے اور

(۱) تفسیر روح البیان جلد ۴ ص ۱۵۴

marfat.com

اس کے سامنے نہ آئے اور اپنا رُخِ زیبا نہ دکھائے۔

مطلب یہ کہ۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک کو اپنے پاس بلا کر اپنے آپ کو چھپائے رکھا ہو۔

کچھ احباب کرام یہ کہتے ہیں کہ نبیٔ کریم علیہ السّلام نے چشمِ سر سے نہیں بلکہ چشمِ قلب سے دیکھا۔

اِنَّ اللّٰہَ تعَالٰی جَعَلَ بَصَرَ فِی فُؤَادِہٖ اَوْخلَقَ لِفُؤَادِہٖ بَصَرَ حَتّٰی رَاٰی رَبَّہٗ

کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ پاک کے دل میں آنکھ پیدا کر دی یا دل کو ہی آنکھ بنا دیا کہ حضور علیہ السّلام نے اپنے رب کو دیکھا۔ اگرچہ عادتاً بینائی آنکھ میں ہوتی ہے لیکن خداوند کریم نے اپنے محبوبِ پاک کو اپنا دیدار اور مشاہدہ کرانے کی خاطر خرقِ عادت کے طور پر آنکھ کے علاوہ حضور علیہ السّلام کے دل مبارک میں بھی بینائی پیدا کر دی۔ اور اس کی تصدیق کے لئے حضرتِ ابنِ عباس[1] رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روائیت پیش کی جاتی ہے۔

اَنَّ مُحَمَّدَاً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ رَاٰی رَبَّہٗ مَرَّتَیْنِ مَرَّۃً بِبَصَرِہٖ وَمَرَّۃً بِفُؤَادِہٖ

کہ نبی کریم علیہ السّلام نے دو بار اپنے رب کو دیکھا ہے ایک بار چشمِ سر سے اور دوسری بار چشمِ دل سے

تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۵۰ — وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَلْمَرْئِیُّ ھُوَاللّٰہُ تَعَالٰی

---

[1] خصائص کبریٰ جلد ا صفحہ ۱۶۱ تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ مشکوات شریف صفحہ ۵۰۱ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۱۶۰

marfat.com

۔ یعنی اَنَّ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔ رَأٰی رَبَّہٗ مَرَّۃً اُخْرٰی

۔ یعنی لَہٗ مَرَّتَیْنِ کَمَا کَلَّمَ مُوسٰی مَرَّتَیْنِ ۔

یعنی بعض اکابرین محدثین و مفسرین یہ کہتے ہیں کہ المرئی ۔ یعنی دیکھنے والی چیز ۔ جو شے دیکھی گئی ہو اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس ہے اور نبی اکرم علیہ السلام نے اپنے ربّ کو شبِ معراج میں دو دفعہ دیکھا جیسے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے ربّ سے دو دفعہ کلام کی ۔

اور ۔ وہ لوگ جو دل سے دیکھنے کو تسلیم کرتے ہیں وہ اس آیت کا سہارا لیتے ہیں ۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی ۔ کہ جو سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا دل نے اسے جھٹلایا نہیں ۔

حالانکہ اس آیت کریمہ کا معنٰی یہ ہے کہ نبی پاک کی آنکھ نے جو کچھ دیکھا آپ کے دلِ اقدس نے اسے جھٹلایا نہیں ۔

تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۲۴۸ اس آیت کی تفسیر یوں کی گئی ہے ۔ اَیْ لَمْ یَقُلْ فُؤَادُہٗ لَہٗ اِنَّ مَا رَاَیْتَہٗ هَاجِسٌ شَیْطَانِیٌّ ۔ کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے دلِ اقدس نے آپؐ کو یہ نہیں کہا کہ اے محبوب پاک جو کچھ آپ کی آنکھ نے دیکھا ہے وہ کوئی شیطانی وسوسہ ہے ۔

وَاَنَّہٗ وَلَیْسَ مِنْ شَانِکَ اَنْ تَرَی الرَّبَّ تَعَالٰی بَلْ تَیَقَّنَ اَنَّ مَا رَاٰہُ بِفُؤَادِہٖ حَقٌّ صَحِیْحٌ ۔

بلکہ آپؐ نے جو کچھ دیکھا دل نے اس کی تصدیق کی اور یہی بات حق اور صحیح ہے

سوال : کہ یہ کوئی حجت کی بات نہیں ہے اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو دل سے دیکھنے کا ارادہ اس لئے کیا ہو تاکہ معرفتِ الٰہی اور زیادہ ہو جائے ۔

marfat.com

جواب :- اِیْرَادُ الرُّؤْیَۃِ فِیْ مُقَابَلَۃِ الْکَلَامِ یَدُلُّ عَلٰی رُؤْیَۃِ الْعَیْنِ۔ لِاَنَّ مُوْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ قَدْ سَاَلَھَا وَمُنِعَ مِنْھَا فَاقْتَضٰی اَنْ یُّفَضَّلَ النَّبِیُّ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَیْہِ بِمَا مُنِعَ مِنْہُ وَھُوَ الرُّؤْیَۃُ الْبَصَرِیَّۃُ

کہ امام الانبیاء علیہ السّلام کا کلام کے مقابلہ میں دیکھنے کا ارادہ کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دیکھنا چشم سر سے تھا۔

۲ اسلئے ـــ کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام نے بھی اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا سوال کیا تھا اور انہیں منع کر دیا گیا ـــ تو اب امام الانبیاء علیہ السلام کی افضلیت اسی طرح سے برقرار رہ سکتی ہے کہ جس چیز سے حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو منع کر دیا گیا تھا وہ چیز نبی اکرم کے لئے ثابت کی جائے اور مرہ ـــ سر کی آنکھوں سے دیکھنا ہے ـــ اور جہاں تک دل کی آنکھوں سے دیکھنے کا تعلق ہے تو ایسی صورت میں آمنہ کے لال ؐ کی کون سی خصوصیت رہ جاتی ہے جب کہ ـ

لَاشَکَّ اَنَّ الرُّؤْیَۃَ الْقَلْبِیَّۃَ الْحَاصِلَۃَ بِالْاِنْسِلَاخِ یَشْتَرِکُ فِیْھَا جَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ حَتَّی الْاَوْلِیَاءُ

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ رُؤیتِ قلبی تو تمام انبیاء حتیٰ کہ اولیاء کرام کو بھی حاصل ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۹ صفحہ ۱۰۵ ـــ وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ـــ کے تحت ـ ایک دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرکزِ ولائیت اور منبعِ فقر ہونے کے لحاظ سے اعلان فرمایا ـــ سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ ـــ کہ مجھ سے عرش سے پار کی باتیں بھی پوچھو گے تو میں تمہیں بتا دوں گا۔

ایک یمنی آدمی کھڑا ہوا ـــ اور پوچھا ـــ ھَلْ رَاَیْتَ رَبَّکَ یَاعَلِیُّ ؓ

marfat.com

— کہ اے علیؓ تو نے بڑا ہی عجیب و غریب اعلان کیا ہے۔ بھلا بتاؤ تو سہی؟ کہ کیا تو نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟

تو حضرت شیر خدا علیہ السلام نے جواب دیا — مَا كُنْتُ أَعْبُدُ رَبًّا لَمْ أَرَهُ — کہ میں تو جب تک اپنے رب کو دیکھ نہ لوں اس کی عبادت ہی نہیں کرتا۔

اس نے پھر سوال کیا۔ كَيْفَ رَأَيْتَ — کہ تو نے رب کو کیسے دیکھا۔ اسد اللہ الغالب نے فرمایا :-

لَمْ تَرَاهُ الْعُيُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعُيُوْنِ وَلٰكِنْ رَأَتْ الْقُلُوْبُ۔

کہ اسے ظاہری اور سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن دل سے دیکھا ہے۔

سوال :- اس جہان میں خدا تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنا غیر ممکن اور محال ہے لہٰذا نبی پاک نے بھی خدا کو نہیں دیکھا۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کریم کو دیکھنے کی تمنا کی تو جواب ملا — لَنْ تَرَانِیْ — کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا — اس سے ثابت ہوا کہ دیدارِ الٰہی محال ہے۔

جواب : قرآن پاک کے یہ الفاظ خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتے۔ بلکہ یہ تو اللہ کریم کو اس جہان میں سر کی آنکھوں سے دیکھنے کی دلیل ہے۔

مسلم شریف جلد ۱ ص ۹۷۔ شرح عقائد نسفی — وَلٰكِنَّهٗ رُؤْيَتُهُ اللّٰهِ فِي الدُّنْيَا جَائِزَةٌ وَسَوَالُ مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ إِيَّاهَا دَلِيْلٌ عَلٰى جَوَازِهَا إِذْ لَا يَجْهَلُ نَبِيٌّ مَا لَا يَجُوْزُ أَوْ مُمْتَنِعٌ عَلٰى رَبِّهٖ —

لہ شفا شریف جزء ۱ ص ۱۲۱

marfat.com

اور اس جہان میں اللہ تعالیٰ کو دیکھنا جائز ہے اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا سوال کرنا ہی اس بات کی دلیل ہے۔

اسلئے — کہ اللہ تعالیٰ کے حق میں اور ذاتِ کبریائی کے لئے جو چیز ناجائز ممتنع الوقوع غیر ممکن اور محال ہو تو انبیاء علیہم السلام اس کا سوال نہیں کیا کرتے۔ کیوں کہ یہ عبث جہالت اور بے فائدہ بات ہوگی اور انبیاء کرام ایسی باتوں سے پاک ہوتے ہیں۔

اور اگر حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے نزدیک دیدارِ خداوندی غیر ممکن۔ محال اور ممتنع الوقوع ہوتا تو وہ کبھی سوال نہ کرتے۔

سوال :- حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم علیہ السلام سے پوچھا — هَلْ رَأَيْتَ رَبَّكَ — کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

تو آپ نے فرمایا — نُورٌ اَنّٰی اَرَاهُ[۱] — کہ اللہ کریم ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں۔

جواب :- اس حدیثِ پاک کے کئی طرح سے اعراب لکھے گئے ہیں۔

(اوّل) نُوْرٌ اِنِّیْ اَرَاهُ[۲] — وہ ایک نور ہے اور میں نے دیکھا ہے اور یہی ترجمہ صحیح اور یہی معنٰی درست ہے۔ کیوں کہ اگر ترجمہ یہ کیا جائے کہ وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں تو پھر نبی پاک علیہ السلام کی اس حدیثِ پاک کے مخالف ہوگا — رَاَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ

---

[۱] تفسیر روح البیان جلد ۳ صـ ۱۴۸ ، شفا شریف جز ۱ صـ ۱۲۲ ترمذی شریف جلد ۲ صـ ۱۶۱ مسلم شریف جلد ۱ صـ ۹۹ مشکوٰت شریف صـ ۵۰۱ [۲] شفا شریف جز ۱ صـ ۱۲۳

marfat.com

صُورَۃً یا رأیتُ نُوراً[1]
کہ میں نے رب کو اچھی صُورت میں دیکھا ہے ـــ یا وہ ایک نور ہے میں نے دیکھا ہے۔

شفا شریف جزاوّل صـ ۱۱۹-۱۲۰ حضرتِ ابن عمر رضؓ نے حضرتِ ابن عباس رضؓ کی طرف ایک آدمی کو بھیجا ـــ یسأ لہٗ ھَلْ رَاٰی مُحَمَّدٌ رَبَّہٗ ۔ فَقَالَ نَعَمْ ـــ کہ پوچھ کر آئے کہ کیا نبیؐ کریم علیہ السّلام نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے ـــ تو حضرت ابنِ عباس رضؓ نے فرمایا ـــ ہاں دیکھا ہے !

وَالْاَشْھَرُ عَنْہُ اِنَّہٗ رَاٰی رَبَّہٗ بعینہٖ ـــ اور حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہی مشہور رہے کہ حضور علیہ السّلام نے اپنے ربّ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

تفسیر رُوح البیان جلد ۳ صـ ۱۴۸ ۔ شفا شریف جز ا صـ ۱۲۰ مُسلم شریف جلد ا صـ ۹۷ ـــ حضرتِ امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حضرتِ ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یہ سُنا تو آپ نے فرمایا بعینہٖ رَاٰہُ ۔ رَاٰہُ ۔ رَاٰہُ حتّٰی انقطع نفسُہٗ ـــ کہ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھا ہے ۔ آنکھوں سے دیکھا ہے ـــ دیکھا ہے یہاں تک کہ امام صاحب کی سانس منقطع ہو گئی ـــ یعنی وہ جب تک کہ ان کی سانس باقی رہی یہی کہتے رہے ۔

سوال : ام المومنین حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ نبی کریم علیہ السّلام نے ربّ کو دیکھا اس نے جھوٹ بولا اور اللہ تعالیٰ پہ بہتان باندھا ـــ اور وہ قرآنِ پاک کی مندرجہ ذیل آیت پیش

---

[1] مشکوات شریف صـ ۵۰۱ ۔ مسلم شریف جلد ا صـ ۹۹

marfat.com

کرتی ہیں۔ لَا تُدرِکُہُ الابصار۔ کہ کوئی آنکھ اس کا یعنی اللہ تعالیٰ کا ادراک نہیں کر سکتی۔ تو ثابت ہوا کہ نبی کریم علیہ السّلام نے اپنے ربّ کو نہیں دیکھا۔

جواب (۱) یہ حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اپنا اجتہاد تھا نبی پاک کی کوئی حدیث نہ تھی۔

اور پھر جب کہ اس کے مقابلے میں خود امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کی کئی احادیث موجود ہیں کہ میں نے اپنے ربّ کو دیکھا ہے تو پھر حدیثِ نبویؐ کے مقابلہ میں حضرتِ عائشہ رضؓ کے قول کو کیسے ترجیح دی جاسکتی ہے۔

جواب (۲) سیّد المرسلین علیہ السّلام سے لے کر اکابر صحابہ کرام رضؓ و محدثین و مفسّرین کا مسلک یہی ہے کہ حضور علیہ السّلام نے چشم سر سے اپنے ربّ کو دیکھا مثلاً۔ ابنِ عمر رضؓ۔ ابنِ عباس رضؓ۔ کعبؓ۔ ابوذر رضؓ۔ حسن بصری رضؓ۔ امام احمد بن حنبل رضؓ نے رؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق مثبت پہلو اختیار کیا ہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے منفی تو جب کبھی کسی مسئلہ میں ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اس اصول پر عمل کیا جائے گا۔

المثبتُ مُقدّمٌ علَی النّافی۔ کہ مثبت منفی پر مقدم ہے۔ مطلب یہ کہ مثبت کو منفی پر ترجیح دی جائے گی۔

جواب (۳) حضرت معمر بن راشد کو جب حضرت ابنِ عباس اور حضرت عائشہ رضؓ کے درمیان اختلاف کا پتہ چلا تو فرمایا۔

مَا عَائشۃُ عِنْدَنَا بِاَعْلَمَ مِنْ اِبْنِ عَبّاس۔ کہ ہمارے نزدیک حضرتِ عائشہ رضؓ حضرت ابنِ عباس سے زیادہ علم نہیں رکھتیں۔ مطلب یہ کہ ترجیح حضرتؓ

لہ مسلم شریف جلد ۱ ص ۹۷

marfat.com

ابنِ عباس کے قول کو دی جائے گی۔

جواب (۴) حضرتِ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ ـــ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے لیکن فَاِنَّ الادراک فھو الاحاطتہ وَاللّٰہُ تعالیٰ لا یُحاط ـــ کہ ادراک احاطہ کو کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ احاطہ ہونے سے پاک ہے کیوں کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ کو احاطہ تسلیم کرلیں تو سمت اور جہت لازم آئے گی اور اللہ کریم سمت اور جہت سے پاک ہے تو اس کا معنہ یہ ہوگا کہ نبی کریم علیہ السّلام نے رَبّ کو دیکھا تو ضرور لیکن اس کی ذات اور اس کی حقیقتِ ازلی کا احاطہ نہ ہو سکا۔

اور ادراک کی نفی، رویّت کی نفی کی دلیل نہیں ہو سکتی اس لئے کہ دیکھنا اور ہے اور ادراک اور ہے۔

جواب (۵) اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ کریم حجاب میں رہا اور نبیؐ پاک علیہ السّلام نے رَبّ کو نہیں دیکھا تو یہ کہنا شرعاً ناجائز ہے اس لیے کہ ـــ

اَلْحُجُبُ فَھُوَ فِیْ حَقِّ الْمَخْلُوْقِ لَا فِیْ حَقِّ الْخَالِقِ عَزَّوَجَلَّ ـ فَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالیٰ مُنَزَّہٌ عَمَّا یَحْجُبُہٗ ـــ

کہ پردہ اور حجاب میں رہنا مخلوق کے لئے ہے خالق کے لئے نہیں اس لئے کہ اللہ کریم حجابات سے مبرّا۔ منزّہ اور پاک ہے۔

تو جب وہاں پردہ و حجاب ہی نہیں تھا تو پھر نہ دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور دیکھا اور اس انداز سے دیکھا کہ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی کہ آنکھ نہ بے راہ ہوئی اور نہ بھٹکی اور نہ ہی جھپکی اگر دولتِ قلبی ہوتی تو پھر مَا زَاغَ الْبَصَرُ کی بجائے مَا زَاغَ قَلْبُہٗ ہوتا۔ کہ اس کا دل نہ بھٹکا، نہ جھپکا اور نہ ہی بے راہ ہوا۔

marfat.com

ابنِ یعقوب کو اللہ نے صُورت بخشی!

اور کلیم اللہ کو یدِ بیضا کی نعمت بخشی

اور ابنِ مریم کو مسیحائی کی دولت بخشی

اور اپنے محبوب کو بے پردہ زیارت بخشی

مدارج النبوت جلد ا صـ۱۷۳ــ عجب است کہ درآں مقام پرند درخلوت خاص آرند و با اعلیٰ مطلب و اقصیٰ مسألت کہ دیدار است مشرف نہ گردانند۔

شیخ عبدالحق محقق و محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ تعجب کی بات ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بلند مقام پہ لے جایا جائے اور خلوتِ خاص میں لے آئیں اور اعلیٰ مطلب اور عمدہ مسئلہ کہ دیدار ہے نہ کرائیں۔

فقیر و مسکین۔ خادم الفقراء والعلماء اور گدائے آستانۂ عالیہ مُرشدِ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ صاحبزادہ سید افتخار الحسن بھی یہی کہتا ہے کہ اگر اللہ کریم نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو ساری کائنات کا نظام تبدیل کرکے، آسمانوں کو مزین کرکے۔ عرش کو سجا کر۔ جہنم کے دروازے بند کرکے اور جنت کے دروازے کھول کر رات کے پردوں میں اپنے پاس بُلا کر خود چھُپے ہی رہنا تھا اور اپنے حُسنِ ازلی اور جلوۂ ابدی کا نظارا نہیں کرانا تھا اور اپنے دیدار سے نہیں نوازنا تھا تو پھر یہ سب کچھ کرنے کی ضرورت کیا تھی۔ اور اگر امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شان و عظمت کے ساتھ حریمِ قدس۔ بارگاہِ ایزدی اور ایوانِ قضا و قدر میں بلا کر صرف حضرتِ جبریل علیہ السلام ہی کو دکھلانا مقصود تھا تو پھر قرآنِ پاک کے ان مقدس الفاظ کے کیا معانی ہوں گے۔

ثُمَّ دَنٰی۔ فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ۔ اَوْ اَدْنٰی

اور پھر اپنے محبوب پاک کے مقدس شانوں پہ اپنا دستِ قدرت رکھ کر اسے

marfat.com

علماکان ومایکون عطاکرنے کا کیا مطلب

سُبحان اللہ — ہزاروں حجابات بھی اٹھائے — ہر نبی و مُرسل اور ہر مقرب فرشتہ کو آگے آنے کی اجازت بھی نہ دی — اُدْنُ مِنّی کی محبت بھری آوازیں بھی دیں اور اپنا دستِ قدرت کندھوں پر بھی رکھا اور خود چھپا رہا — سُبحان اللہ ! جبریل تو سدرہ پر رہ گیا تھا پھر مسئلہ حقیقت اور والمذہب الصحیح یہی ہے کہ — اِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَام رَاٰى رَبَّهٗ بِعَيْنِ رَاْسِهٖ — کہ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا ! اور یہ اس لئے بھی صحیح ہے کہ اگر اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا جائے تو پھر نبیٔ معظّم علیہ السّلام کا افضل الانبیاء ہونا ثابت نہیں ہوگا۔

المواہب اللدنیہ علّامہ یوسف نبھانی ؒ صہ ۴۸ ج ۳ حضرت ابنِ عباس حضرت عروہ بن الزبیر و کعب الاحبار رضی اللہ عنہم — اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم رَاٰى رَبَّهٗ بِعَيْنِهٖ بِلَا تَكْيِيْفٍ وَّلَا تَشْبِيْهٍ — — فرماتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ السّلام نے اپنے ربّ کو اپنی آنکھوں سے کیفیّت و تشبیہہ کے بغیر دیکھا۔

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

واپسی

احادیثِ صحاحِ ستّہ کے علاوہ دیگر تمام مستند کتابوں اور اکابر محدثین و مُفسّرین سے ثابت ہے کہ معراجِ پاک کی رات حریمِ قدس اور ایوانِ قدرت سے آپ کی اُمّت پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں جیسا کہ امام الانبیأ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے ــــ کہ

ثُمَّ فُرِضَتْ عَلَیَّ الصَّلٰوۃُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً

کہ پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں ــــ یہ ایک عظیم تحفہ تھا جو اللہ کریم کی طرف سے رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو نمازوں کی صُورت میں عطا ہوا تھا۔ اگر تسنیم وکوثر کے پانی کے دو چار ہزار ڈرم یا جنّت کے پھلوں اور میوہ جات کے دو چار لاکھ ٹوکرے دے دیئے جاتے تو ان میں سے آج کی اُمّت کے حصّہ میں کچھ بھی نہ آتا ــــ وہ تو مکّہ مکرّمہ اور مدینہ منوّرہ والوں کے لئے بھی ناکافی ہوتے سبحان اللہ ــــ مُحبّ نے محبوب کو تحفہ بھی ایسا قیمتی عطا کیا کہ جو قیامت تک ختم نہ ہو ــــ سیدالمرسلینؑ نے فرمایا کہ پھر میں واپس لوٹا فَمَرَرْتُ عَلٰی مُوسٰی ــــ اور حضرتِ موسٰی علیہ السّلام پر سے گزرا ــــ تو کلیم اللہ نے پُوچھا ــــ بِمَا اُمِرْتَ ــــ یا مَا فَرَضَ اللّٰہُ لَکَ عَلٰی اُمَّتِکَ ــــ کہ اے خدا

marfat.com

کے محبوب ـــ آپ کو کس چیز کا حکم دیا گیا ہے ؟ یا اللہ کریم نے آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے ؟

فرمایا ـــ پچاس نمازیں ـــ

کلیم اللہ نے پھر کہا ـــ اِنَّ اُمَّتَکَ لَا تَسْتَطِیْعُ خَمْسِیْنَ صَلٰوۃً ـــ کہ آپؐ کی اُمت دن میں پچاس نمازیں نہ پڑھ سکے گی ۔ میں اپنی اُمت پہ یہ تجربہ کر چکا ہوں ۔

فَارْجِعْ اِلٰی رَبِّکَ فَسْئَلْہُ التَّخْفِیْفَ ـــ پس اپنے رب کے پاس واپس جاؤ اور نمازوں میں کمی کی درخواست کرو ۔

فَرَجَعْتُ ـــ پس میں واپس اللہ کے پاس لوٹا تو دس نمازیں کم کر دی گئیں ـــ میں پھر واپس آیا ـــ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر پوچھا ـــ کیا بنا ؟

فرمایا دس کم ہوئی ہیں ۔

کہا گیا ـــ اب بھی زیادہ ہیں پھر جاؤ ! ـــ

نبیٔ اکرم علیہ السلام پھر حریم ناز میں ـــ

دس کم ہوئیں ـــ

راہ میں پھر کلیم اللہ علیہ السلام نے پوچھا ۔

کیا ہوا ؟

فرمایا ـــ دس اور کم ہو گئیں

بعض روایات میں دس دس کا ذکر ہے اور بعض میں پانچ پانچ کا ـــ پانچ رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو پھر بھی کہا کہ اب بھی زیادہ ہیں پھر جاؤ کملی والے آقائے دوجہاں علیہ السلام نے فرمایا

سَاَلْتُ رَبِّیْ حَتّٰی اَسْتَحْیَیْتُ ـــ کہ میں نے سوال تو کیا لیکن مجھے بار بار

marfat.com

سوال کرتے ہوئے حیا آگئی۔

وَلٰکِنْ اَرْضٰی وَ اُسَلِّمُ ـــ لیکن میں راضی ہو گیا اور تسلیم کر لیا۔

کائنات کے والی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ

فَلَمَّا جَاوَزْتُ نَادٰی مُنَادٍ اَمْضَیْتُ فَرِیْضَتِیْ وَ خَفَّفْتُ عَنْ عِبَادِیْ ـــ

کہ پھر جب آگے بڑھا تو پکارنے والے نے پکارا کہ میں نے اپنا فرض جاری کر دیا اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی۔

یہ پکارنے والا کون تھا ؟

جس نے نمازیں فرض کیں !

یہ فرض جاری کرنے والا تھا ؟

جس نے نماز فرض کی !

یہ تخفیف کرنے والا کون تھا ؟

جس نے پہلے پچاس نمازیں فرض کیں !

لہٰذا پکارنے والا خدا تھا ـــ

تعجب ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی موجودگی میں صرف حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں صرف حضرتِ موسیٰ علیہ السلام ہی کو اس کام کے لئے کیوں منتخب کیا گیا۔

تو اس کی بہت سی وجوہات ہیں۔

(۱) کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے جب خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی تمنا کی تھی تو جواب ملا تھا ـــ کہ تم نہیں دیکھ سکتے !

اور اے میرے کلیم ـــ

marfat.com

"میرا دیدار آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دُرِّ یتیم کا حق ہے اسے کھلنے کی آرزو نہ کرو"۔

توکلیم اللہ علیہ السلام جان گئے تھے کہ دیدارِ خداوندی اس دنیا میں سوائے محبوبِ خدا علیہ السلام کے اور کسی کے حصہ میں نہیں ہے ــــــ تو چلو میں معراج کی رات کو چھٹے آسمان پر اس کی راہ میں بیٹھ جاؤں گا ــــــ اور جب وہ دیدارِ خداوندی سے مشرف اور فیض یاب ہو کر آئے گا تو میں دیکھنے والے کو دیکھ لوں گا۔

(۲) نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۱۴۷ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کو کوہِ طور پہ جب ہوش آیا تو آواز آئی۔

یَا اَیُّهَا الْمُحِبُّ هٰذَا جَمَالٌ قَدْ خَصَّهُ وَحُسْنٌ قَدْ حَمَيْنَا ہ فَلَا يَرَاهُ اِلَّا يَتِيْمٌ فَاِذَا سَمِعْتَ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ ہ لَيْلًا فَقِفْ عَلٰی طَرِيْقِ عُرُوْجِهٖ اِلَيْنَا وَقُدُوْمِهٖ اِلَيْنَا لَعَلَّكَ تَرٰی مَنْ يَرَاهَا۔

کہ اے میرے مُحِب ــ پیارے کلیم میرا دیدار ایک دُرِّ یتیم کا حق ہے اس کے سوا اور کسی کو نہیں مل سکتا ــــــ یعنی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ کے دُرِّ یتیم کے سوا اور کوئی نہیں مجھے دیکھ سکتا۔ ہاں البتہ جب تم شبِ اسریٰ والی آیت سنو تو راستہ میں کھڑے ہو جانا اسی طرح تم مجھے دیکھنے والے کو دیکھ سکو گے۔

(۳) نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے ایک دن بارگاہِ خداوندی میں عرض کی

یَا رَبِّ اِنِّیْ اَجِدُ فِی التَّوْرَاتِ اُمَّةً هِیَ خَيْرُ الْاُمَّةِ

marfat.com

أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ فَاجْعَلْهَا اُمَّتِی۔

کہ اے میرے رب ـــ میں نے تورات میں پڑھا ہے کہ ایک اُمت ایسی بھی ہے اور جو نسلِ انسانی کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی ہے تو وہ میری اُمت بنا دے

جواب ملا ـــ تِلْكَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کہ یہ تو میرے محبوب پاک کی اُمت ہے۔

کلیم اللہ نے پھر عرض کی ـــ اے میرے رب میں نے تورات میں ایک ایسی اُمت کا ذکر پایا ہے جو ـــ یَحُجُّوْنَ فَلَا یَرْجِعُوْنَ اِلَّا وَغُفِرَ لَهُمْ فَاجْعَلْهَا اُمَّتِی ـــ حج کرے گی اور جب واپس لوٹے گی تو بخشی ہوئی ہوگی۔ پس اس امت کو میری اُمت بنا دے۔

جواب آیا ـــ تِلْكَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ کہ یہ اُمت بھی سیّد المرسلین کی ہے۔

حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے پھر عرض کی ـــ

اے رب ـــ کہ میں نے تورات میں ایک ایسی اُمت کا حال پڑھا ہے هُمْ آخِرُ الْاُمَمِ فِی الْاِسْلَامِ وَالسَّابِقُوْنَ اِلَى الْجَنَّةِ ـــ کہ جو ایمان لانے میں سب سے آخر ہوگی اور جنت جانے میں سب سے پہلے ـــ اس اُمت کو میری اُمت بنا دے۔

جواب ملا ـــ یہ بھی میرے مصطفیٰ علیہ السلام کی اُمت ہے۔

عرض کی ـــ یا اللہ ـــ میں نے تورات میں ایک ایسی اُمت کا حال پایا ہے کہ جنت اس کی مشتاق رہتی ہے۔ اور جب وہ زمین پر چلتی ہے تو زمین اس کی بخشش کے لئے دُعا کرتی ہے۔ اس اُمت کو میری اُمت بنا دے۔

آواز آئی ـــ تِلْكَ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ۔

marfat.com

کہ یہ اُمت بھی کائنات کے والی کی ہے۔

کلیم اللہ نے بارگاہِ خداوندی میں پھر عرض کی ـــــ اے ربِّ دوجہان اگر اس اُمت کو میری اُمت نہیں بناتا تو نہ سہی تو پھر ـــــ رَبِّ اجْعَلْنِیْ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ ـــــ

مجھے ہی اس اُمت میں کر دے ـــ یعنی مجھے اپنے محبوب پاک کی اُمت بنا دے۔

جواب آیا ـــ

اَنْتَ وَجَمِیْعُ الْاَنْبِیَاءِ مِنْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

کہ اے میرے کلیم تو بھی اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی میرے محبوب پاک کے اُمتی ہیں۔

تو چونکہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نبیِّ اکرم علیہ السلام کے ایک عظیم اُمتی ہیں اس لئے معراج کی رات حضور علیہ السلام سے نمازوں میں کمی کرانے کے لئے بار بار درخواست کرتے ہیں۔ کہ میں اپنے نبیِّ معظّم علیہ السلام کو بار بار دیکھ کر اس شوقِ دیدار کی پیاس بجھاؤں جو کوہِ طُور پر تشنگی رہ گئی تھی۔

اور اس لئے بھی کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ایک اُمتی ہونے کی حیثیت میں انہیں سیّد الانبیاء علیہ السلام کی ساری اُمت پیاری ہو گئی تو اس اُمت کے ساتھ ہمدردی۔ خیر خواہی اور ہر طرح کی مدد کرنا ضروری ہو گیا تھا اس لئے بار بار پچاس نمازوں میں کمی کی درخواست کر کے ہمارے ساتھ ہمدردی۔ خیر خواہی اور ہماری مدد فرما رہے ہیں۔

اب اس مسئلہ حقیقت سے کئی رموز و نکات اور مسائل روزِ روشن کی طرح

marfat.com

نکھر کر سامنے آتے ہیں۔

(۱) منشائے خداوندی یہ تھا ــــ کہ میں اپنے محبوب علیہ السّلام کو آتے بھی دیکھوں اور جاتے بھی ــــ اور بار بار دیکھوں

(۲) نمازیں کم کرنے کا تو ایک بہانہ تھا۔ اصل میں بات یہ تھی کہ ایک دوست جب دوست کو مل کر جانے لگتا ہے تو میزبان دوست جانے والے کو پھر آواز دیتا ہے کہ ــــ یار ذرا ٹھہر جانا ــــ کیوں؟ ــــ واپس جا کر فلاں کو میرا سلام کہنا ــــ

وہ پھر چلا ــــ تو پھر آواز دیتا ہے ــــ یار ذرا کھڑے ہونا ــــ اب کیوں؟ ــــ میں نے جو تحائف دیئے ہیں ہر ایک کو پہنچا دینا ــــ

وہ پھر وداع ہوا ــــ تھوڑی دور گیا تو پھر پکارا ــــ

یار ذرا واپس آنا ــــ

اب کیوں؟

ایک تحفہ رہ گیا تھا یہ بھی لے جاؤ ــــ

ایسا کیوں ہوتا ہے؟ ــــ

صرف اس لئے کہ میزبان دوست کا دل نہیں چاہتا کہ میرا دوست مجھ سے جُدا ہو ــــ

(۳) ثابت ہوا کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم **مختارِ کُل** ہیں۔

اس لئے کہ پچاس نمازوں میں کمی نبی پاک علیہ السّلام کی بدولت ہوئی ــــ اب جو لوگ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو محض ایک ہرکارا ــــ ایک چرواہا ــــ اپنی مثل بشر ــــ عاجز ــــ بے علم اور نعوذ باللہ بے اختیار مانتے ہیں وہ نمازیں پچاس پڑھیں ــــ اور اگر پانچ پڑھتے ہیں تو پھر اس زندہ

marfat.com

حقیقت کو تسلیم کرلیں کہ والیٔ دو جہاں صلّی اللہ علیہ وسلّم مختارِ کل ہیں ۔
(۴) جس نبی نے معراج کی رات اللہ کریم سے پچاس نمازوں میں کمی کروا کے پانچ کرادیں ۔ وہ قیامت کے دن خداوندِ کریم سے اپنی امّت کے گنہگاروں کے گناہ بھی معاف کروا دے گا ۔
(۵) قبروں والے ہر قدم پہ امداد کرتے ہیں اور زندہ ہیں ـــــ یہ تو عام اہلِ ایمان کی بات ہے اور حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام تو اللہ کریم کے برگزیدہ اور اولی العزم پیغمبر ہونے کے ساتھ ساتھ کلیم اللہ بھی ہیں !
اس مسلّمہ حقیقت کے بعد بھی جو لوگ انبیاء علیہم السّلام کو مردہ سمجھتے ہیں اور اہلِ قبور کی امداد کے منکر ہیں وہ بھی پچاس نمازیں پڑھیں ـــــ نہیں تو تسلیم کرلیں کہ اہلِ سُنّت وجماعت کے عقائد حق ہیں ۔
(۶) اہلِ قبور سنتے ہیں ـــــ یعنی سماعِ موتیٰ صحیح اور درست ہے ـــــ اگر یہ درست اور صحیح نہ ہوتا تو اللہ کریم حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کو یہ نہ فرماتا ـــــ فَاِذَا سَمِعْتَ سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً ـــــ کہ جب تو شبِ اسریٰ کی آیت سنو تو راہ میں بیٹھ جانا ۔
معلوم ہوا کہ ـــــ یہ آیت نازل ہوئی ۔ نبیٔ کریم علیہ السلام نے تلاوت کی تو حضرت موسیٰ علیہ السّلام نے اپنی قبرِ پاک میں سن لی ۔
(۷) ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السّلام ہر جگہ حاضر و موجود ہوتے ہیں ـــــ
امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السّلام کی قبر پہ سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبرِ انور میں نماز پڑھ رہے ہیں
سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم آنِ واحد میں گئے اور آئے ـــــ لیکن دیکھا کہ کلیم اللہ ایک وقت میں اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی وقت مسجدِ

marfat.com

اقصیٰ میں امام الانبیاء کے پیچھے نماز بھی پڑھ رہے ہیں اور پھر اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود ہیں۔

(۸) انبیاء و اولیاء اللہ کا وسیلہ پکڑنا جائز اور برحق ہے۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نمازیں کم کرانے میں وسیلہ بنے ــــ اور پھر لطف ہے کہ وہ اہل قبور میں سے ہیں۔

(۹) ــــ جمالِ مصطفےٰ! جمالِ خدا ہے
کلیم اللہ نے یہی سمجھ کر نبی کریم کو دیکھا تھا۔

سوال : اس میں کیا حکمت ہے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کی بجائے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب کیا گیا جب کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نبیٔ کریم علیہ السلام کے جدِ امجد بھی ہیں ــــ اور ساتویں آسمان پر تشریف فرما تھے اور حضرتِ موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر تھے۔

جواب :- اس لئے کہ حضرتِ ابراہیم علیہ السلام تسلیم و رضا کے مقام پر فائز ہیں ــــ کہ جو ہوتا ہے ہو ــــ سب ٹھیک ــــ سب درست اور سب اچھا ہے۔

جیسا کہ خلیل اللہ علیہ السلام جب آتش نمرود میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہوئے تو جبریل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی ــــ

اے ابراہیم علیہ السلام کوئی حاجت ہو تو کہو ــــ

فرمایا ــــ لیکن تجھ سے نہیں ــــ

عرض کی ــــ سَلْ رَبَّکَ ــــ کہ اپنے رب سے سوال کرو۔

فرمایا ــــ حَسْبِیْ مِنْ سَوَالِی۔

فرمایا ــــ میرا اللہ میرے سوال کو خوب جانتا ہے اور ــــ وہی کافی ہے۔

جبریل علیہ السلام نے پھر درخواست کی ــــ اِنْ شِئْتَ طَیَّرْتُ النَّارَ فِی الْھَوَا

marfat.com

۔ کہ تم چاہو تو آتش نمرود کو ہوا میں اڑا دوں ۔

فرمایا ۔ نہیں جس نے لگوائی ہے بجھائے گا بھی وہی ۔

یہ ہے تسلیم و رضا کا مقام ۔ کہ ہر حال میں ۔ ہر وقت اور ہر جگہ جو کچھ بھی ہو، ہو ۔ جو ہوتا ہے ہو جائے ۔ اور جو کچھ ہونا ہے ۔ وہ ہوتا رہے ۔ ع

"سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے"

لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مزاجِ اقدس میں ناز اور لاڈلاپن ذرا زیادہ تھا اور اسی وجہ سے اللہ کریم سے بے تکلف گفتگو کرنی اور سوال وجواب کرنے کی عادت کریم بن چکی تھی ۔

مثلاً ۔ خدا نے پوچھا ۔ یا موسیٰ ۔ تیرے ہاتھ میں کیا ہے ؟

عرض کی ۔ میرا عصا ہے !

اس سے کیا کیا کام لیتے ہو ؟

جواب دیا ۔ تکیہ لگا لیتا ہوں، بکریوں کے لئے پتے جھاڑ لیتا ہوں اور اس سے اور بھی کئی کام لیتا ہوں !

پھر جب فرعون کے مقابلہ کے لئے حکم آیا ۔ کہ جاؤ فرعون سرکش و نافرمان ہو گیا ہے اسے سیدھی راہ بتاؤ ۔

غرض کی ۔ یا اللہ ہم دونوں بھائی، بے سروسامان ہیں ۔ کہیں وہ ہم پر غالب آجائے ۔

فرمایا ۔ جاؤ ۔ ہم تمہارے ساتھ ہیں ۔ مقابلہ کے میدان میں اپنے عصا کو پھینک دینا ۔

اللہ تعالیٰ ۔ اپنے کلیم کی عادت اور اس کے مزاجِ اقدس کو جانتا تھا اس لئے اگر حضرت ابراہیم پوچھتے تو وہ کہہ دیتے کہ جو ہو گیا وہ ٹھیک اور اچھا ہے مگر

marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی عادتِ کریمہ کے پیشِ نظر ایسا نہیں رہنے دیا۔۔۔ اور بار بار نبی کریم علیہ السلام کو واپس بارگاہِ خداوندی میں بھیج کر پچاس سے پانچ کردائیں انہوں نے تو پھر بھی کہا تھا کہ اب بھی زیادہ ہیں پھر جاؤ۔۔۔ مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی تسلیم کر لیا۔۔۔ ورنہ اگر ایک پھیرا اور لگ جاتا تو بالکل ہی چھٹی ہو جاتی۔

سوال :- حضرت ابراہیم علیہ السلام ساتویں آسمان پر ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چھٹے آسمان پر لیکن کیا وجہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے آسمان پہ دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ساتویں آسمان پہ؟

جواب :- حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں تو ساتویں آسمان پر ہی لیکن آج اپنے پوتے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال کے لئے اپنے مقام کو چھوڑ کر ذرا نیچے آ گئے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں تو چھٹے آسمان پر ہی لیکن آج محبوبِ خدا علیہ السلام کی خدمت کے لئے آگے آگے آ گئے۔۔۔ اور ساتویں آسمان تک گئے۔

اب میں ان حضرات سے پوچھتا ہوں جو یہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام کو براق، جبریل اور رفرف لے گیا۔۔۔ مجھے بتائیں کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چھٹے آسمان سے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ السلام کو بارگاہِ خداوندی کی طرف نو بار واپس کیا تو اب محبوبِ خدا کو کون لے جاتا رہا! کون سی سواری تھی؟۔۔۔ جبریل۔۔۔ براق یا رفرف تھا؟۔۔۔

نہیں اور یقیناً نہیں تھا۔۔۔ تو پھر اس مسلّمہ حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ نبی اکرم علیہ السلام کسی سواری۔۔۔ کسی فرشتہ کے۔۔۔ کسی براق اور کسی رفرف کے محتاج نہیں تھے اور اسی لئے حضرتِ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے سچ فرمایا ہے۔

"بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ"

کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو جبریلؑ۔ براق یا رفرف نہیں لے گیا تھا بلکہ وہ

marfat.com

اپنے کمالِ نبوّت اور زورِ رسالت سے گئے تھے۔

البتہ حضرتِ جبریل، میکائیل، اسرافیل اور دوسرے لاکھوں ملائکہ شبِ اسرا کے دولہا کے براتی بن کر ساتھ ساتھ جا رہے تھے اور اپنی اپنی غلامی کا حق ادا کرتے ہوئے کوئی رکاب تھامے، کوئی لگام پکڑے کوسہرہ گاتے اور کوئی درود پڑھتے ساتھ ساتھ جا رہا تھا۔

اور واپسی پہ کوئی بھی ساتھ نہ تھا اور نہ ہی چھٹے آسمان سے بار بار ایوانِ قدرت تک جاتے ہوئے کوئی ہمراہ تھا۔

الغرض :۔ سیّاحِ لامکاں، عرشِ عظیم کے مسند نشین۔ شبِ اسرا کے دُولہا۔ مسجدِ اقصٰی کے امام المرسلین اور سدرہ کے راہی حریم قدس سے پھر کر۔ ایوانِ قضا و قدر کی سیر۔ کائناتِ سماوی کو ملاحظہ! لوح و قلم کا مشاہدہ۔ باغِ جنّت کا نظارا کر کے اور اپنی چشمِ بصیرت سے حُسنِ ازلی۔ جمالِ احدیّت اور ذاتِ خداوندی کو دیکھ کر واپس آئے تو زنجیر ہل رہی تھی! وضو کا پانی چل رہا تھا اور بستر بھی ابھی گرم تھا۔

کوئی بے عقل۔ بے وقوف اور عشق و مستی کی دنیا سے بیگانہ انسان اگر سوال کرے کہ ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے۔ کہ نبی پاک گئے بھی اور آئے بھی اتنا عرصہ گزر گیا اور پھر زنجیر بھی ہلتی تھی۔ وضو کا پانی بھی چلتا تھا اور بستر بھی ابھی گرم تھا۔

تو اس کا آسان سا جواب یہ ہے کہ۔ انسان کی آنکھ دیکھتی ہے۔ کان سنتے ہیں۔ زبان بولتی ہے۔ بازو حرکت کرتے ہیں۔ ہاتھ پکڑتے ہیں اور پاؤں چلتے ہیں۔ کیوں؟

اس لئے کہ انسان کے جسم میں روح موجود ہے اور جب تک جسم میں روح موجود

marfat.com

ہے اور جب تک جسم میں روح موجود رہے گی جسم کا ہر حصّہ اور ہر ایک عضو اپنا اپنا کام کرتا رہے گا۔

اور اگر کسی وقت جسم سے رُوح نکل جائے تو پھر نہ آنکھ دیکھ سکے گی ۔ نہ کان سُن سکیں گے ۔ نہ زبان بول سکے گی اور نہ ہی پاؤں چل سکیں گے ۔ ہاں ! اگر اسی جسم میں دو سال کے بعد رُوح پھر واپس آجائے تو وہی جسم جو پہلے بے حس و حرکت پڑا تھا اب پھر حرکت میں آجائے گا۔ آنکھ دیکھنے لگے گی اور کان سُننے لگیں گے۔

یہ ساری کائنات ایک جسم ہے اور سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وسلّم اس کی رُوح ہیں معراج کی رات اس کائنات کے جسم سے رُوح نکل گئی تو ہر جزو کائنات بے حس و حرکت ہو گئی ۔ آسمان کی گردش رُک گئی ۔ زمین کا گھومنا بند ہو گیا۔ سُورج طلوع نہ ہو سکا اور رات ختم نہ ہو سکی ۔

دروازہ کھول کر کوئی باہر نکلے تو کنڈی کی زنجیر کم از کم تین چار بار تو ضرور ہلتی ہے اور اِدھر اُدھر ہوتی ہے ۔

حُجرۂ اُمّ ہانی کا دروازہ کھلا ۔ کنڈی کھلی ۔ زنجیر ابھی ایک دو بار ہی ہلی تھی ۔ ابھی زنجیر نے دو بار اور ہلنا تھا کہ رُوحِ کائنات نکل گئی اور زنجیر ہلنے سے رُک گئی ۔ وضو کا پانی دو چار گز تک چلتا ہے اور دو گز تک ہی چلا تھا کہ رُوحِ کائنات نکل گئی اور پانی چلنے سے ٹھہر گیا۔ بستر کم از کم دس منٹ تک تو گرم رہتا ہے ۔ ابھی پانچ منٹ ہی گزرے تھے کہ رُوحِ کائنات نکل گئی ۔

اور کچھ عرصہ تک یہ رُوحِ مبارک نکلی رہی پھر تھوڑی دیر کے بعد واپس لوٹ آئی تو زنجیر بھی ہلنے لگی ۔ وضو کا پانی پھر چلنے لگا اور بستر پھر گرم ہو گیا ۔ یہ تو اس وقت ہوتا ہے جب کہ کچھ عرصہ ۔ کچھ مدّت اور کچھ زمانہ گزرا ہو ۔ لیکن یہاں تو نہ کوئی وقت تھا ۔ نہ عرصہ تھا ۔ اور نہ ہی کوئی زمانہ گزرا ۔ بس آنِ واحد

marfat.com

بیٹھ گئے اور آئے۔

اور اگر — کچھ مدت یا کچھ عرصہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو پھر بھی کوئی سقم اور کوئی اختلاف نہیں رہتا۔

اس لئے کہ — قرآنِ پاک میں ہے کہ — قیامت کا ایک دن پچاس ہزار سال کا ہوگا — ! لیکن پچاس ہزار سال کا یہی دن اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر آنکھ جھپکنے کی مانند گزر جائے گا۔

اور پھر قرآنِ مجید میں یہی ہے کہ اصحابِ کہف غار میں تین سو نو سال رہے — لیکن جب باہر نکلے تو کہنے لگے ایک دن یا آدھا دن یہاں رہے ہیں —

تو جب خدا پچاس ہزار سال کے ایک دن کی مدت کو آنکھ کا پلکارا بنا سکتا ہے اور تین سو نو سال کے عرصہ کو ایک دن یا آدھا دن بنا سکتا ہے، وہ شبِ اسرا کی رات کی کچھ مدت اور کچھ عرصہ یا کئی سالوں کو آنِ واحد بھی کر سکتا ہے! شبِ اسرا ختم ہوئی صبح کا تارا چمکا اور پھر نماز کا وقت ہوا — آذان کہی گئی — دشت و جبل گونج اٹھے — آمنہ کے لال ؐ نے صبح کی نماز اصحابہ کے ساتھ پڑھی — بارگاہِ خداوندی میں عرض کی — یا اللہ اگر اجازت ہو تو اپنے معراج پاک کے مقدس سفر کو بیان کر دوں؟

جبریلؑ کو حکم ہوا — محبوب پاک کو جواب دو۔

جبریلؑ نے کہا — ہاں اجازت ہے — کھل کر بیان کرو۔

فرمایا — اِنَّ قَوْمِیْ لَا یُصَدِّقُوْنِیْ — کہ میری قوم اس واقعہ کی تصدیق نہیں کرے گی۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یُصَدِّقُکَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ ھُوَ صِدِّیْقٌ[1] کہ حضرت ابوبکرؓ تصدیق کرے گا اور وہ صدیق ہے[1]۔ نبی کریمؐ مکہ کی گلیوں میں نکلے — ابوجہل ملا — فرمایا — میں آج رات، بیت المقدس تک گیا — اور مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء کرام کو

[1] ریاض النضرہ جلد ۱ ص ۷۹ — تاریخ الخلفاء ص ۲۴

marfat.com

کو نماز پڑھا کر پھر آسمانوں کی سیر کرتا سدرہ کی وادی کو عبور کرتا اور سینکڑوں قسم کے ہزاروں حجابات کو چاک کرتا ہوا حریم قدس اور ایوانِ قدرت تک جا پہنچا! اور پھر — رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُوْرَةٍ — میں نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ — مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی — ابُوجہل نے حیران ہو کر اور تعجب کرتے ہوئے جواب دیا — میری عقل نہیں مانتی! بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ یہ سب کچھ ایک رات میں ہو جائے —

آج بھی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری عقل نہیں مانتی کہ وہ آنِ واحد میں کیسے گئے اور کیسے آئے یہ ابوجہل کی ہی نسل ہیں۔

کہنے لگا یہ بات محمد صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کا گہرا دوست اور اس پر سب سے پہلے ایمان لانے والا ابُوبکرؓ بھی نہیں مانے گا — عقل کے پجاری نے قریشی سرداروں — اور نبی کے دشمنوں کو اکٹھا کر کے سیّدنا ابوبکرؓ کے دروازے پر لے گیا — اور کہا — اِنَّ صَاحِبَكَ يَزْعَمُ اَنَّهٗ جَاءَ فِي هٰذِهِ اللَّيْلَةِ مِنْ مَكَّةَ اِلٰى بَيْتِ الْمَقْدِسِ — کہ تمہارا ساتھی اور دوست اور نبی یہ گمان کرتا ہے کہ آج کی رات مکّہ مکرّمہ سے بیت المقدس تک چلا گیا ہے اور واپس بھی آ گیا ہے۔

مرکزِ عشق نے جواب دیا —

وَقَالَ ذَالِكَ — کیا واقعی میرے آقا نے یہ کہا ہے —

قَالُوا نَعَمْ — عقل کے اندھوں نے کہا —

ہاں! — اس نے کہا ہے —

مرکزِ عشق نے اپنا فیصلہ سناتے ہوئے فرمایا

لَقَدْ صَدَقَ وَاِنِّي لَا صِدِّقُهٗ بِاَبْعَدِ مِنْ ذَالِكَ —

کہ میرے محبوب نے سچ کہا ہے اور اگر وہ اس سے بھی کوئی بعید از عقل اور

marfat.com

خلافِ عقل کوئی بات کرے تو میں اس کی بھی تصدیق کروں گا۔ منکرینِ معراجِ مصطفےٰ علیہ السلام کو بالکل صحیح اور ایمان افروز جواب دے کر شمعِ حُسنِ مصطفےٰ علیہ السلام کا پروانہ اٹھا۔

اداشناسِ نبوت چلا اور اسرارِ رسالت کو جاننے والا نکلا۔ خوشی و مستی میں جھومتا ہوا دربارِ نبوت میں پہنچا اور پوچھا ــــ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے کیا فرمایا ہے؟

رسولِ کریم علیہ السلام نے شبِ اسریٰ کا ابھی تھوڑا سا حصہ ہی سنایا تھا کہ رازدارِ رسالت پکار اٹھا ــــ صَدَّقْتَ ـ آپ نے سچ فرمایا۔

بارگاہِ رسالت سے انعام ملا ــــ اَنْتَ الصِّدِّیْقُ ـ اے ابوبکر آج سے تو بھی صدیق ہے۔

تو جس طرح سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اسی طرح آج سب سے پہلے رسُولِ اکرم علیہ السلام کے معراجِ جسمانی کی تصدیق کی۔

تو جو لوگ امام الانبیاء علیہ السلام کے معراجِ جسمانی کو مانتے ہیں انہیں ابوبکر کو صدیق بھی تسلیم کرنا پڑے گا ــــ اور جو لوگ ابوبکر کو صدیق تسلیم نہیں کرتے انہیں نبیٔ پاک کے معراج کا بھی انکار کرنا ہوگا۔

"اِنَّ الَّذِیْ رَاٰہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعَیْنِ رَاْسِہٖ رَاٰہُ اَبُوْبَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ بِعَیْنِ قَلْبِہٖ۔"

کہ جس ذاتِ خداوندی کو نبی اکرم علیہ السلام نے سر کی آنکھوں سے دیکھا اسی ذاتِ لایزال کو حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے دل کی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ رات کو معراج ہوا ہی اس لئے تھا کہ پتہ چل جائے کہ زندیق کون ہے اور صدیق کون ہے

marfat.com

سوال :۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام محض تجلّی دیکھکر ہی بے ہوش ہو گئے اور رسول کریم مصطفےٰ علیہ السلام مرکزِ تجلیات میں بیٹھ کر اپنی ظاہری آنکھوں سے ذاتِ الٰہی کو دیکھا اور پوری طرح ہوش میں رہے ؟

جواب :۔ اَنَّ اللّٰہَ تَجَلّٰی لِمُوْسٰی بِالْجَلَالِ وَتَجَلّٰی لِمُحَمَّدٍ بِالْجَمَالِ ۔۔۔

کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے لیئے تجلّی جلالی تھی اور حضرتِ محمد مصطفےٰ علیہ السلام کے لیئے تجلّی جمالی تھی ۔۔۔

یعنی ۔۔۔ جب حضرتِ موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو خدا جلال میں تھا اور جب مصطفےٰ علیہ السلام نے خدا کو دیکھا تو خدا جمال میں تھا ۔

سوال :۔ اس میں کیا حکمت ہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے جب واپس لوٹے تو چہرہ مبارک پہ برقعہ پہن لیا لیکن معراج کی رات جب امام الانبیاء علیہ السلام واپس آئے تو رُخِ انور بے حجاب تھا ؟

جواب :۔ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کے دل پہ ان کے سوال کے رّد ہو جانے کا اثر تھا ۔۔۔ لن ترانی ۔۔۔

لیکن سید المرسلین صلّی اللہ علیہ السلام جب معراج سے واپس لوٹے ان کے دل پہ ہر بات کے قبول ہو جانے کی خوشی تھی ۔۔۔ ثم دنیٰ ۔۔۔ فتدلیٰ ۔۔۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ ۔۔۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغیٰ ۔۔۔

یاد رہے کہ حضرتِ موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور سے جب گھر کو لوٹے تو جو انسان انہیں دیکھتا بے ہوش ہو جاتا ۔۔۔ یہاں تک کہ گھر آئے تو آپ کی زوجہ محترمہ بیہوش ہو گئی لیکن جب رسول کریم علیہ السلام دیدارِ ذاتِ خداوندی سے مشرف ہو کر واپس تشریف لائے تو مکہ مکرمہ کی سرزمین مقدس جھوم اٹھی ۔ طائرانِ چمن نے نغمہ سرائی

marfat.com

کی — اہل ایمان خوشی و مسرت سے جھوم اُٹھے — ہر طرف رونق ہی رونق ہر سمت برکت ہی برکت اور ہر سُو رحمت ہی رحمت نظر آنے لگی — حتّٰی کہ —

مَنْ رَاٰهُ فَاِنْ کَانَ مَغْمُوْماً ذَهَبَ غَمُّهٗ — وَاِنْ کَانَ مَدْیُوْناً قَضَی اللّٰهُ دَیْنَهٗ — وَاِنْ کَانَ مَغْلُوْباً نُصِرَ — وَاِنْ کَانَ مَحْبُوْساً اُطْلِقَ — وَاِنْ کَانَ عَبْداً اُعْتِقَ — وَاِنْ کَانَ غَائِباً رَجَعَ اِلٰی اَهْلِهٖ — وَاِنْ کَانَ مُعْسِراً اَغْنَاهُ اللّٰهُ — وَاِنْ کَانَ مَرِیْضاً شَفَاهُ اللّٰهُ —[1]

کہ جس نے بھی رحمتِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا — اگر وہ غمگین تھا تو اس کا غم دور ہو گیا — اور اگر وہ مقروض تھا تو اسے قرضہ سے رہائی مل گئی — اللہ نے اس کا قرضہ ادا کر دیا — اور اگر وہ مغلوب تھا تو اس کی مدد کی گئی — اور اگر وہ قیدی تھا تو اسے رہائی مل گئی — اور اگر وہ غلام تھا تو اسے آزادی حاصل ہو گئی — اور اگر وہ دیکھنے والا غائب تھا تو وہ گھر آ گیا — اور اگر وہ تنگ دست تھا تو اللہ نے اسے غنی کر دیا۔ اور اگر وہ بیمار تھے تو اللہ نے اسے شفا دے دی۔

صُبح کو نبی کریم علیہ السّلام از خانہ بیرون آمد — گھر سے باہر تشریف لائے ایک لونڈی کو دیکھا کہ پُشت پہ آٹے کی بھاری گٹھڑی ہے اور رو رہی ہے۔ حُضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے پوچھا — چرا می گرئی ؟ — کہ کیوں روتی ہے ؟

اس نے جواب دیا میں فلاں یہودی کی لونڈی ہوں اس نے مجھے چکّی پہ دانے پسوانے کے لیئے بھیجا تھا — وحال آنکہ من بیمارم — حالانکہ میں بیمار ہوں — ومی ترسم کہ مرا ایذا کُند — اور میں ڈرتی ہوں کہ وہ مجھے مارے گا — خواجۂ عالم صلّی اللہ

---

[1] تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۱۵۳

علیہ وسلم نے فرمایا۔ چل میں تیرے ساتھ چلتا ہوں۔ شفاعت کنم۔ تیری سفارش کروں گا اور وہ تجھے نہیں مارے گا۔

نبیؐ اکرم علیہ السلام نے اس کا بوجھ اٹھالیا اور وبسرعت میرفت۔ اور تیز تیز چلنے لگے لونڈی نے کہا۔ کہ آپ تو تیز چلتے ہیں اور مجھ میں تیز چلنے کی ہمت نہیں ہے۔ خواجۂ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا توگوشۂ ردائے من بگیر تامن بسعی تو روم۔ کہ تو میری چادر کا کونہ پکڑلے تاکہ تو بھی تیز چلنے لگے۔

امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلّم لونڈی کو لے کر اس یہودی کے پاس پہنچے۔ وہ دیکھکر حیران ہوا۔ اور پوچھا!

چہ گونہ افتادی۔

کیوں آئے ہو؟

فرمایا۔ بشفاعت آمدہ ام

اس لونڈی کی سفارش کرنے آیا ہوں۔

یہودی نے نبیؐ اکرم علیہ السلام کو بہت تعجب کی نگاہ سے متحیر ہو کر دیکھا اور پوچھا اے محمدؐ ترا دوش بمعراج بردہ اند۔ یا محمدؐ صلّی اللہ علیہ وسلّم کیا رات کو تجھے معراج ہوا ہے۔؟

فرمایا۔ ۔ ۔ !

مگر تونے کیسے جان لیا؟

یہودی نے خواجۂ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بٹھایا، قوم کو اکٹھا کیا۔ اور کہا در توراۃ نعت تو چنیں یافتہ مطالعہ کردہ ام کہ نشانِ رسولِ آخرالزمان یکے باشد کہ میں نے توراۃ میں تمہاری نعت اس طرح پڑھی ہے کہ آخری رسول کی نشانی

marfat.com

یہ ہوگی کہ رات کو اسے معراج ہوگی اور صبح کو لونڈیوں کے بوجھ اٹھائے گا۔
یہودی نے اس پورے قصہ کو ایسے پیارے انداز میں بیان کیا کہ ساری قوم ایمان لے آئی۔

تحفۂ نماز

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو شب اسریٰ میں اپنی امت مرحومہ کے لئے نماز کا قیمتی۔ لازوال اور بیش بہا تحفہ عنایت ہوا۔ جس کے متعلق قرآن پاک میں کئی بار پڑھنے کا حکم آیا ہے اور جس کے بارے میں نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو قصداً نماز نہ پڑھے وہ کافر ہے۔
یاد رہے کہ یہاں کفر بمعنہ منافقت ہے۔ اور پھر فرمایا کہ مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے۔
اور نماز کی عظمت و حقیقت کو بیان کرتے ہوئے رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا اَلصَّلٰوۃُ مِعرَاجُ المُومِنِینْ کہ نماز اہل ایمان کے لئے معراج ہے۔ مطلب یہ کہ مجھے تو ایک بار معراج ہوئی ہے اور جو پانچ وقت نماز پڑھے گا وہ دن میں پانچ دفعہ معراج کی برکت و سعادت سے سرفراز ہوگا۔
نماز۔ کسی حالت میں بھی معاف نہیں ہے۔ اور اگر کوئی کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا تو بیٹھ کر پڑھ لے اور اگر بیٹھ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر پڑھ لے۔ — اور اگر اتنا بیمار ہے کہ لیٹ کر بھی نہیں پڑھ سکتا تو اشاروں سے پڑھ لے — اور اگر کوئی کسی ایسے مقام پر ہے کہ قبلہ کا رُخ کا بھی پتہ نہیں تو جس طرف چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔ اللہ کریم اس کی نماز کو قبول کر لے گا۔

maarfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلصَّلٰوۃُ مَرْضَاۃٌ لِلرَّبِّ ۔ وَحُبُّ الْمَلَائِکَۃِ وَسُنَّۃُ الْاَنْبِیَاءِ وَنُوْرُ الْمَعْرِفَۃِ وَاَصْلُ الْاِیْمَانِ وَاِجَابَۃُ الدُّعَاءِ وَقَبُوْلُ الْاَعْمَالِ وَبَرَکَۃٌ فِی الرِّزْقِ وَسِلَاحٌ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَکَرَاہِیَۃٌ لِلشَّیْطَانِ وَشَفِیْعٌ بَیْنَ صَاحِبِھَا وَبَیْنَ مَلَکِ الْمَوْتِ وَنُوْرٌ فِیْ قَلْبِہٖ وَجَوَابُ مُنْکَرٍ وَنَکِیْرٍ وَ مُوْنِسٌ فِیْ قَبْرِہٖ وَثِقْلًا فِی الْمِیْزَانِ وَسِتْرًا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ۔

کہ نماز رب تعالیٰ کی رضا ہے۔ فرشتوں کی محبوب و دل پسند ہے۔ معرفت کا نور ہے۔ ایمان کی اصل ہے۔ دعا کے قبول ہونے کا سبب ہے، اعمال کے قبول ہونے کا باعث ہے۔ نماز سے رزق میں برکت ہے۔ نماز دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے۔ نماز شیطان کے طریقہ کی مخالفت ہے یعنی شیطان کے لئے نماز بری ہے۔ نماز۔ نمازی اور عزرائیل کے درمیان شفاعت کرنے والی ہے۔ مطلب یہ کہ نماز پڑھنے والے کی روح ملک الموت بغیر تکلیف کے قبض کرے گا۔

نماز سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ نماز سے قبر میں منکر نکیر کو جواب دینے میں آسانی ہوگی۔ نماز، قبر میں مونس و مددگار ثابت ہوگی۔ نماز میزان میں اعمال کو بھاری کردے گی اور نماز۔ نمازی اور دوزخ کے درمیان ایک حجاب ہے۔ وَمِفْتَاحًا لِلْجَنَّۃِ۔ اور نماز جنت کی کنجی ہے۔

ایک نماز میں یہ سب کچھ کیوں ہے؟

اس لئے کہ۔ نماز میں حمد و ثنا بھی ہے اور تسبیح و تہلیل بھی۔ ادب و

لہ نزہت المجالس جلد ۱ صفحہ ۱۰۳

marfat.com

احترام بھی ہے اور تعظیم و تکریم بھی ـــــ صف بندی بھی اور اطاعت بھی اور اس میں عاجزی بھی ہے اور تواضع بھی ـــــ

القرآن ـــــ سورۃ المدثر ـــــ یَتَسَآءَلُوْنَ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ـــــ

دوزخیوں سے جب پوچھا جائے گا کہ تم دوزخ میں کیوں جلتے ہو ـــــ اور تمہیں کس چیز اور کس گناہ نے دوزخ کی طرف دھکیلا ہے تو دوزخی جواب دیں گے ـــــ کہ ہم نمازی نہیں تھے ۔

تو قرآن پاک کی اس آیت پاک سے ثابت ہوا کہ بے نمازی کا ٹھکانہ جہنم ہے اسی لیئے خواجۂ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ـــ وَسَتْرًا بَیْنَہٗ وَبَیْنَ النَّارِ ـــــ کہ نماز، نمازی اور دوزخ کے درمیان ایک پردہ ـ حجاب اور دیوار ہے

اے اہل ایمان ـــــ اے اہل اسلام ـــــ اے امام الانبیاء علیہ السلام کے اُمتیو ! اور اے مصطفےٰ علیہ السلام کی غلامی اور محبت کا دم بھرنے والو ـــــ آؤ ـــــ اگر جہنم کی آگ سے محفوظ رہنا چاہتے ہو اور دوزخ کی آگ سے بچنا چاہتے ہو تو نمازی بن جاؤ تا کہ قیامت کو آتش جہنم سے بھی بچ جاؤ اور دنیا میں معراج مصطفےٰ علیہ السلام کے اس عظیم الشان تحفہ کی برکت و سعادت سے بھی فیض یاب ہوتے رہو ـ

سوال :ـــ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا، فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اکرم علیہ السلام کے جسم اقدس کو گم نہیں پایا پھر حضور پاک کے معراج جسمانی کو کیوں کر تسلیم کیا جائے اور اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی معراج مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب سے تعبیر کرتے ہیں ـ

جواب :ـــ (۱) ـــ ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج پاک ہجرت سے

marfat.com

پہلے ہوئی اور حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہجرت کے بعد نبیٔ اکرم علیہ السّلام کے نکاح میں آئیں ــــ اس لیے حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خواجۂ عالم علیہ السّلام کے کس روحانی معراج کے متعلق فرما رہی ہیں۔ کیونکہ سرورِ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ۳۴ بار معراجِ پاک ہوئی ۳۳ بار روحانی اور ایک بار جسمانی۔

(۲) ــــ اور اگر معراجِ مصطفٰے علیہ السّلام خواب کا واقعہ ہوتا تو پھر مشرکینِ مکہ کو اس کی مخالفت اور اس کا انکار کرنے کی کیا ضرورت تھی اس لئے کہ خواب میں تو انسان کہاں کہاں پہنچ جاتا ہے اور کس کس مقام کی سیر کرتا ہے اور خواب کی اس حقیقت کو مشرکینِ مکہ بھی اچھی طرح جانتے اور تسلیم کرتے تھے۔

(۳) ــــ اللہ کریم جلّ شانہٗ نے معراجِ مصطفٰے علیہ السّلام کو ایک آزمائش بتایا ہے اور اگر یہ واقعی ایک عام خواب ہوتا تو اس میں آزمائش ایمان کی کون سی بات تھی اور اس پہ ایمان لانا کون سا مشکل تھا۔

(۴) ــــ بخاری و مسلم شریف اور دیگر احادیث کی کتابوں میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں بَیْنَا اَنَا عِنْدَ الْبَیْتِ بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ کہ میں کعبہ کے نزدیک خواب و بیداری کی حالت میں تھا ــــ

اور ــــ یہ الفاظ بھی ہیں ــــ اَنَا فِی الْحَطِیْمِ مُضْطَجِعًا ــــ کہ میں خانہ کعبہ کے حطیم کے مقام میں لیٹا ہوا ہوں ــــ

اب دونوں صورتوں میں ایک کو تسلیم کرنا ہوگا یا یہ کہ نبی کریم علیہ السّلام سوئے ہوئے تھے یا جاگتے تھے۔

قرآن مجید میں تو اس کی قطعاً کوئی تصریح نہیں ہے کہ خواجۂ کونین صلّی اللہ علیہ وسلّم کس حالت میں تھے ہاں البتہ بِعَبْدِہٖ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ معراج کا واقعہ

marfat.com

بیداری میں پیش آیا ـــــ

اس لیئے کہ قرآنِ پاک میں دوسرے مقامات پر عبد کا لفظ روح مع الجسم کے لیئے بولا گیا ہے۔

مثلاً ـــــ وَلَقَدْ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ ـــــ کہ اللہ کریم نے حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے بندوں کو لے کر رات کے وقت مصر سے نکل جاؤ۔

وَ اَوْحَیْنَا اِلٰی مُوْسٰی اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِیْ

ان دونوں آیات سے دونوں چیزیں ثابت ہوگئیں۔

(۱) اسریٰ ـــــ رات کے وقت چلنے اور لے جانے کے ہیں۔

(۲) عباد ـــــ بندے۔ عبد بندہ ـــــ

کیا حضرتِ موسیٰ علیہ السّلام ارواح کو لے کر نکلے تھے؟ ـــــ نہیں اور یقیناً نہیں تو پھر اس روشن حقیقت کو ماننے سے انکار کیوں کہ عبد ـــــ روح مع الجسم کو کہتے ہیں ـــــ

اس لیئے کہ وہ عباد ـــــ خدا کے بندے بجسدِ عنصری اور روح مع الجسم تھے

قُلْ لِعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ [1]

جب قرآنِ حکیم میں اس بات کی کوئی تصریح نہیں کہ معراج کا واقعہ خواب میں تھا تو پھر اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیئے کہ یہ حالت بیداری میں ہوا اور جسمانی ہوا جیسا کہ لفظِ عبد سے ثابت ہے۔

(۳) وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

---

[1] بنی اسرائیل آیت ۵۳

کہ ہم نے جو رویا تجھ کو دکھایا اس کو لوگوں کے لیئے ایک آزمائش بنادیا۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ رویاء چشم تھا — اصل روائیت اس طرح ہے۔

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَۃً لِّلنَّاسِ قَالَ ھِیَ رُؤیَا عَیْنٍ اُرِیَھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْہِ السَّلَام کَمَا اُسْرِیَ بِہٖ اِلیٰ بَیْتِ الْمَقْدِسِ[1]

اس روائیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جو رویا تجھ کو دکھایا گیا اس کو نہیں بنایا ہم نے لیکن لوگوں کے لیے آزمائش۔

کہتے ہیں کہ یہ رویا آنکھ کا تھا جو رسُولِ اکرم علیہ السّلام کو دکھایا گیا جب کہ آپ کو بیت المقدس کی طرف لے جایا گیا۔

اگرچہ کچھ لوگ اس پر بحث کرتے ہیں کہ رویاء لغت میں آنکھ کے دیکھنے کو نہیں کہتے لیکن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر لُغتِ عرب کا سمجھنے اور جاننے والا اور کون ہو سکتا ہے — جب وہ رویاءِ عین کہتے ہیں تو کس کو انکار ہو سکتا ہے۔

اس کے علاوہ عربی زبان کے مشہور و معروف اور عظیم شاعر متنبی بھی رویاء کو رویتِ بصری یعنی آنکھ کے دیکھنے کو کہتے ہیں — اس کے دیوان کا یہ مصرعہ مثلاً :—

" وَرُؤیَاکَ اَحْلیٰ فِی الْعُیُوْنِ مِنَ الْغُمْضِ "

---

[1] بخاری شریف باب الاسراء

marfat.com

اور تیری صورت کا دیکھنا آنکھوں میں نیند سے زیادہ میٹھا ہے۔

(۴) ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ روحانی کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے نبی پاک علیہ السلام کے جسمِ اقدس کو معراج کی رات غائب نہیں پایا۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس کے باپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بغیر کسی دلیل کے فوراً اور بلا تامل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ جسمانی کو تسلیم کر لیا ہو، اور بیٹی اس کا انکار کرے ـــ جب کہ وہ بھی صدیقہ ہو۔ جیسا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ـــ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِهٖ طَلَبْتُكَ الْبَارِحَةَ فِيْ مَكَانِكَ فَلَمْ اَجِدْكَ [1]

شبِ اسرا کو میں نے آپ کو آپ کی جگہ پر تلاش کیا لیکن آپ کو نہ پایا۔

فَاَجَابَهٗ اَنَّ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ حَمَلَنِيْ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰى

آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال نے جواب دیا کہ جبریل علیہ السلام نے مجھے اٹھایا اور مسجدِ اقصیٰ تک لے گیا۔

ذرا ـــ غور ہو کہ باپ تو کہتا ہے کہ معراج کی رات میں نے رسولِ اکرم علیہ السلام کو اپنی جگہ پر نہ پایا ـــ یعنی حضور علیہ السلام گم اور اپنی جگہ سے غائب تھے ـــ اور بیٹی کہتی ہے کہ میں نے رسولِ کریم علیہ السلام کے جسم کو غائب اور گم نہیں پایا۔

تو باپ اور بیٹی یعنی حضرتِ صدیقِ اکبر اور حضرتِ عائشہ صدیقہ کے اس تغائر اور اختلاف کو دور کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ حضرتِ عائشہ والی روایت

---

[1] نبراس ص۱۷۲ شفا شریف جز ۱ ص ۱۱۵

marfat.com

کو روحانی معراج پر محمول کیا جائے۔ اور حضرتِ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی روحانی معراج کے متعلق کہتے ہیں۔

سوال : بعض روائتوں میں آتا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لوگوں میں اپنے معراجِ پاک کی تفصیل بتائی تو کئی مسلمانوں کے ایمان اس خلافِ عقل۔ خلافِ عادت اور حیرت انگیز واقعہ کو سُن کر متزلزل ہو گئے اور وہ مُرتد ہو گئے۔

جواب : یاد رہے کہ ایسی روائتیں بھی تو خلافِ عقل اور خلافِ عادت ہیں۔

اس لیے کہ یہ کیوں کر تسلیم کر لیا جائے کہ جن کے ایمان بڑے بڑے مصائب اور بڑی بڑی مشکلات میں متزلزل نہ ہوئے ـــــ اور جو تپتی ہوئی ریت اور دہکتے ہوئے آگ کے انگاروں پر لیٹ کر بھی کلمۂ طیبہ پڑھتے رہے اور جو پتھر کھا کر بھی دامنِ مصطفٰے سے چمٹے رہے اور جنہوں نے کئی کئی دن تک بھوکے اور پیاسے رہ کر بھی مشرکینِ مکہ کے ظلم وستم سہہ کر بھی اور کفارِ عرب کے جور و جفا کی چکی میں پس کر بھی دینِ اسلام اور حق و صداقت کے عَلَم کو سربلند رکھا وہ اپنے نبیٔ اعظم۔ رسولِ اکرم اور محبوبِ خُدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عظیم الشان معجزہ کو سن کر دین سے پھر گئے تھے۔

انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کرنا۔

انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کرنا۔

پتھروں سے اپنا کلمہ پڑھوانا۔

درختوں کو چلانا۔

حیوانوں سے کلام کروانا اور پانی پر پتھروں کو ترانا کیا یہ سب کچھ خلافِ عقل

marfat.com

خلافِ عادت اور حیرت انگیز نہیں تھا ___ تھا اور یقیناً تھا تو ایسے خرقِ عادت اور خلافِ عقل واقعات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تو ان کے ایمان متزلزل نہ ہوئے تھے اور نہ ہی وہ مرتد ہو گئے تھے۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جس پیغمبرِ خدا نے انہیں دین و ایمان کی دولت، توحید و رسالت کی شمع اور حق و صداقت کی روشنی عطا کی تھی اسی پیغمبر کی شان و عظمت سُن کر دین سے منہ موڑ بیٹھے

ایسی روایتوں کو یوں بھی ردّ کیا جا سکتا ہے کہ اس وقت تک جو لوگ مکّہ مکرمہ میں اسلام لائے تھے وہ چند ایک گِنے چُنے اصحابِ کرام تھے جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱۔ حضرتِ ابوبکر صدیق رضؓ ۲۔ حضرتِ عمر فاروق رضؓ ۳۔ حضرتِ عثمانِ غنی رضؓ ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضؓ ۵۔ حضرتِ عبد الرحمٰن بن عوف رضؓ ۶۔ حضرتِ سعد بن ابی وقاص رضؓ ۷۔ حضرتِ طلحہ بن عبد اللہ ۸۔ حضرتِ عثمان بن مظعون ۹۔ حضرتِ عبیداللہ بن جرّاح ۱۰۔ حضرتِ ابوسلمہ رضؓ ___ اور حضرتِ خالد بن سعید بن العاص رضؓ یا ان کے علاوہ دو چار اور ہوں گے ___ تو کیا کوئی مؤرخ کوئی محدث اور کوئی مفسر ان اصحابِ کرام میں سے کسی کی پیشانی پر ارتداد کا داغ دکھا سکتا ہے؟

نہیں ___ اور یقیناً نہیں تو پھر ایسی گمراہ کن اور لغو کہانیوں پر یقین و اعتبار کیسے اور کیوں کر کیا جا سکتا ہے۔

اور اس واہمہ کو دُور کرنے کے لیے یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کفارِ مکّہ میں بعض ایسے ہوں گے جو اس واقعہ سے پہلے آپ کے سخت مخالف نہ ہوں۔

اور وہ لوگ اگرچہ امام الانبیاء علیہ السلام کو نبی، رسول اور پیغمبر نہ مانتے ہوں مگر آپ کو نعوذ باللہ کاذب ___ مفتری اور ساحر بھی نہ کہتے ہوں لیکن معراج

marfat.com

پاک کا خلافِ عقل - خلافِ عادت اور حیرت انگیز واقعہ سننے کے بعد انہوں نے اس حسنِ ظن کو ترک کر دیا ہو۔

(۲) آیتِ پاک میں فتنۃً للناس کہا گیا ہے ۔ فتنۃً للمومنین نہیں فرمایا گیا۔ مطلب یہ کہ آزمائش مسلمانوں اور مومنوں کے لیئے نہیں تھی! اور اگر اس آزمائش میں مسلمانوں کو بھی شریک کر لیا جائے تو پھر بھی کوئی خرابی نہیں اس لیئے کہ تمام کے تمام مسلمان اس آزمائش میں پورے اترے تھے۔

مرتد ہو جانے کی روائیت میں کسی مسلمان کا نام نہیں لیا گیا کہ یہ اس واقعہ کے بعد یہ دین سے پھر گیا تھا۔

معبود بھی خوش ہوتا ہے محبوب بھی راضی
سجدے کے لیئے سر کو جھکاتے ہیں نمازی
خدمت کے لیئے حوریں سکونت کے لیئے خلد
جاے میں نہیں پھولے سماتے ہیں نمازی
حوریں ہیں لیئے ہاتھ میں ہر رنگ کے میوے
پھل اپنی نمازوں کا یہ پاتے ہیں نمازی

marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منکرینِ معراج کا
آخری سوال

خواجۂ دو جہاں حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمالِ خداوندی کا اپنی چشمِ سر سے مشاہدہ کرکے اور ایوانِ قضا و قدر سے نماز کا عظیم تحفہ لے کر اور اپنی اُمت کے گنہگاروں کی بخشش کا پروانہ لے کر جب واپس تشریف لائے اور آپ نے جب اپنے واقعۂ معراج اور شبِ اسریٰ کے فیوض و برکات کا تذکرہ فرماتے ہوئے جب اعلان کیا کہ میری پہلی منزل مسجدِ اقصیٰ تھی تو مشرکینِ مکہ نے جو **آخری سوال** کیا وہ تقریباً حدیث کی ہر کتاب میں موجود ہے۔

مسلم شریف جلد ۱ صہ ۹۶ مشکوات شریف صہ ۵۳۰ حضرتِ جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبیٔ اکرم علیہ السلام سے سُنا۔ آپ نے فرمایا:۔

لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحِجْرِ فَجَلَّى اللّٰهُ بَيْتَ الْمَقْدِسِ فَطَفِقْتُ اُخْبِرُهُمْ عَنْ اٰيَاتِهٖ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ

کہ جب قریش نے میرے معراج کے واقعہ کو جھٹلایا۔ مجھے جھٹلایا تو میں حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے کھڑا ہوگیا ــــ یا ٹھہر گیا ــــ اللہ کریم نے

marfat.com

بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا اور میں نے کھڑے ہو کر جو وہ پوچھتے تھے سب کچھ انہیں بتا دیا اور میں بیت المقدس کو دیکھ رہا تھا۔

مطلب یہ کہ رسول اکرم علیہ السلام نے جب شبِ اسریٰ کی پہلی منزل مسجدِ اقصیٰ کا ذکر فرمایا تو مشرکین نے پوچھا۔

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر تم وہاں گئے ہو تو بتاؤ اس کی دیواریں کتنی ہیں اور کیسی ہیں — اس کے مینار کتنے اور کیسے ہیں اور اس کے دروازے کتنے اور کیسے ہیں؟

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا — فَکُرِبْتُ کُرْبَۃً مَا کُرِبْتُ مِثْلَہٗ قَطُّ — کہ میں اتنا غمگین ہوا کہ اس سے پہلے ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ اور یہ پریشانی ہونی ایک لازمی امر تھا اس لئے کہ نبی کریم علیہ السلام مسجدِ اقصیٰ میں گئے تو ضرور تھے لیکن وہاں اتنی دیر تو نہیں ٹھہرے تھے کہ اس کی دیواریں — اس کے مینار اور اس کے دروازے گننے کا وقت ملتا بس آنِ واحد میں گئے اور نکل گئے۔

آقائے دوجہاں نے فرمایا کہ قریش تک جو کچھ بھی مجھ سے پوچھتے جاتے تھے میں صحیح صحیح بتاتا گیا کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے سامنے کر دیا تھا اور میں اسے دیکھ رہا تھا—

مفسرین — محدثین اور شارحین رحمہم اللہ علیہم نے اس کے دو احتمال بیان کئے ہیں۔

(۱) کَشْفُ الْحُجُبْ — کہ خانہ کعبہ سے لے کر بیت المقدس تک درمیان کے تمام پردے اٹھا دیئے گئے تھے۔

(۲) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت فَجِیْئَ بِالْمَسْجِدِ حَتّٰی وُضِعَ

marfat.com

عِنْدَ دَارِ عَقِيْلٍ وَاَنَا اَنْظُرُ اِلَيْهِ[1] کہ مسجدِ اقصٰی کو اٹھا کر مکہ میں لایا گیا اور حضرتِ عقیل کے مکان کے قریب رکھ دیا گیا اور میں اسے دیکھ دیکھ بتاتا گیا اور ان کے سوالوں کے جوابات دیتا گیا۔ اور ایسا کرنا یا ہونا کوئی محال نہیں ہے اس لیئے کہ قرآنِ پاک گواہ ہے کہ بلقیس کا سات سو من وزنی چالیس گز چوڑا اور ستر گز لمبا تخت سات سو میل کے فاصلے سے حضرتِ سلیمان علیہ السلام کی آنکھ جھپکنے سے پہلے لاکر ان کے سامنے رکھ دیا گیا

اور یہ تخت لانے والا ایک انسان تھا۔ حضرتِ سلیمان علیہ السلام کا وزیر تھا اور ان کی اُمت کا ایک ولیٔ کامل بھی ــــ اور اس کے پاس کتاب کا علم بھی تھا۔

تو اگر ایک انسان اپنے پیغمبر کے لیئے ایسا کر سکتا ہے تو مالک الملک قادرِ مُطلق۔ رَبّ العالمین۔ عزیزٌ غالبٌ اور بڑی قدرت اور قوت رکھنے والا خُدا اپنے محبُوبِ پاک علیہ السلام کے لیئے مسجدِ اقصٰی کو اٹھا کر مکہ مکرمہ میں کیوں نہیں لا سکتا۔

(۳) قریشِ مکہ نے پھر پُوچھا ہمارے تجارتی قافلے شام کی طرف گئے ہوئے ہیں ــــ تم نے کوئی قافلہ دیکھا؟

فرمایا ــــ ہاں ــــ مَرَرْتُ عَلٰى عِيْرِ فُلَانٍ وَقَدْ ضَلَّ لَهُمْ بَعِيْرٌ وَهُمْ يَطْلُبُوْنَهُ فَدَلَلْتُهُمْ عَلَيْهِ وَفِيْ رِحَالِهِمْ قَدَحٌ فِيْهِ مَاءٌ فَاَخَذْتُهُ وَشَرِبْتُهُ ثُمَّ وَضَعْتُ مَكَانَهُ

---

[1] مدارج النبوت۔ المواہب صـ ۳۵۰

marfat.com

میں فلاں قافلہ پر گزرا۔ ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا ہوا تھا۔ اسے تلاش کر رہے تھے۔ میں نے اس کا پتہ بتایا ہے۔ اس اونٹ پر پانی کا پیالہ تھا میں نے اس پیالہ کو اٹھایا اور پانی پی کر پھر رکھ دیا۔

قَالُوا۔ اَخْبِرْنَا عَنْ عِيْرِنَا مَتٰى تَجِيْءُ

انہوں نے پھر دریافت کیا۔ کہ ہمارا وہ قافلہ واپس مکہ میں کب آئے گا۔

جواب دیا۔ تَطْلُعُ عَلَيْكُمْ عِنْدَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ۔

کہ پرسوں سورج طلوع ہونے کے ساتھ قافلہ بھی ظاہر ہو جائے گا۔

مشرکین عرب۔ پہاڑیوں پر چڑھ کر قافلہ کا انتظار کرنے لگے۔

سورج طلوع ہونے کا وقت قریب آ گیا اور قافلہ ابھی دور تھا۔ دشمن و منکر مذاق کرنے لگے۔ الزام تراشی ہونے لگی اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں ادھر مذاق ہو رہے تھے۔ تو ادھر۔ حَبَسَهَا اللّٰهُ۔ اللہ کریم نے سورج کو طلوع ہونے سے روک لیا۔

کچھ لوگ سورج کی طرف دیکھ رہے تھے اور کچھ قافلہ کی جانب۔

ایک گروہ نے پکارا۔ وہ سورج نکل آیا۔ تو دوسرے نے آواز دی۔

وہ قافلہ بھی آ گیا۔

طَلَعَ الشَّمْسُ مَعَ الْبَعِيْرِ

سورج قافلہ کے ساتھ ہی ظاہر ہوا۔

بعض روایات میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں۔

فَرَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيَّ۔ کہ اللہ کریم نے بیت المقدس کو میری طرف

marfat.com

اٹھا دیا۔ اَنْظُرُ اِلَیْہِ۔ اور میں اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔

سوال :۔ قرآنِ مجید میں بیت المقدس کا ذکر تو ہے لیکن آسمانوں کا ذکر نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے ؟

جواب :۔ (۱) اللہ تعالیٰ جل شانہ، چونکہ ہر وقت — ہر زمان — ہر مکان اور ہر لحظ علیم بذات الصدور ہے اور اسے علم تھا کہ مشرکینِ مکہ میرے محبوب پاک سے معراج مبارک کی تصدیق کے لیئے بیت المقدس کے متعلق ہی سوال کریں گے اس لیئے مسجد اقصیٰ کا ذکر فرمایا۔

(۲) مسجد اقصیٰ کا ذکر کرنے اور آسمانی معراج کا تذکرہ نہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ منکرینِ معراج نے نہ تو آسمان ہی دیکھے تھے اور نہ ہی ان کی اندرونی کیفیات کا انہیں علم تھا۔ آسمانوں کو دیکھنا تو درکنار ان کے تو دل و دماغ میں آسمانوں کی دنیا کا تصوّر تک بھی نہ تھا۔ اس لیئے اگر رسولِ اکرم علیہ السلام انہیں آسمانوں کی کوئی نشانی بتاتے تو ان بددماغ، بے وقوف بے عقل اور متعصب لوگوں کے لیئے ہر لحاظ سے بے فائدہ ہوتی اور ان کی عقل آسمانوں کی کیفیات اور اندرونی دنیا کے پر اسرار حالات کو سمجھنے سے قاصر رہتی اور پھر اس طرح **واقعۂ معراج** کی تصدیق کے لیئے نہ کوئی دلیل بنتی — نہ کوئی ثبوت ملتا اور نہ ہی نشانی سامنے آتی۔

اس کے برعکس جب قرآن و رسول نے مسجدِ اقصیٰ کا ذکر فرمایا تو چوں کہ مشرکینِ مکہ نے مسجدِ اقصیٰ دیکھی ہوئی اور وہ اس کی بناوٹ — ہیئت — کیفیت اور اس کی عمارت کو اچھی طرح جانتے تھے اور انہیں یہ بھی یقین تھا کہ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس سے پہلے مسجدِ اقصیٰ نہیں دیکھی ہے اس لئے انہوں نے بیت المقدس اور مسجدِ اقصیٰ کے متعلق ہی سوال کیئے جنہیں

marfat.com

مخبرِ صادق علیہ السلام ایک ایک کر کے صحیح اور صاف صاف اور ناقابلِ تردید جوابات دیئے اور اس طرح نہ صرف واقعۂ معراج ہی کی دلیل بن گئی بلکہ آپ کی نبوت کی بھی تصدیق ہو گئی !

خلوتِ زار سے پھر عرش پہ آواز آئی
میرے محبوب خوش اسلوب رسولِ عربی ﷺ

اے میرے لاڈلے اے ہاشمی و مطلبی
ہم نے خوش ہو کے تجھے ساری خدائی بخشی

marfat.com

تمّت بالخیر

قارئینِ کرام ! — میں کسی لحاظ سے بھی اس قابل نہیں تھا کہ شبِ
سریٰ کے رُوح پرور مناظر — پُرکیف نظاروں اور حسین و دلکش
استوں اور معراجِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حیرت انگیز اور معجزانہ
فرِ ملکوت کے انتہائی نازک مضمون پر قلم اٹھاتا اور فرشی ہو کر عرش کے
ز افشا کرتا — مکانی ہو کر لامکان کے اسرار کھولتا — لوح و قلم کے
بستہ رموز سے پردہ اٹھاتا اور ایک بے مثل بشر صلی اللہ علیہ وسلم کی بصارت
صیرت کے سامنے حسنِ ازل کو بے نقاب کرتا۔

اس لیئے — کہ نہ مجھ میں علمی استعداد ہے۔ نہ فنی مہارت اور نہ ہی وسیع مطالعہ
تا ہوں —

اور دوسری طرف عقائدِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کی تبلیغ کے سلسلہ میں دن
ت سفر کے باعث اتنی فرصت بھی نہ تھی کہ معراج النبی علیہ السلام کے
یک ایسے وسیع تر مضمون کو احاطۂ تحریر میں لا سکتا جو کسی انسان کے وہم و
مان سے بھی بالاتر ہے۔ اور جہاں نہ کوئی نبی و مرسل جا سکا اور نہ کوئی فرشتہ
چ سکا — پھر میں ایک کم علم۔ عاجز و درماندہ اور حقیر و فقیر انسان زمین و آسمان
وسعتوں اور دونوں جہان کی گہرائیوں کو نوکِ قلم پہ کیسے لا سکتا تھا۔

marfat.com

لیکن — آج سے تین سال پہلے جب میں نے اس نازک و لطیف مضمون و
وعمیق موضوع اور سیاحِ لامکان کے سفرِ معراج کے پُرکیف و پُرمسرور وادیو
کی سیر کے لیئے قلم اٹھایا تو میرے مُرشدِ پاک کی ظاہری و باطنی توجہ
اور میری ماں کے لُطف و التفات کے باعث میرا ذہن کھلتا گیا، مشکل مضـ
آسان ہوتا گیا اور میرے دل و دماغ میں و النجم کی روشنی سے سفر
ہر منزل نظر آتی گئی اور ہر راستہ روشن ہوتا گیا اور آج مؤرخہ ۵/۸۰ ۵
کو یہ سفر بخیر و خوبی طے ہو گیا اور مشکل و نازک مضمون احسن طریقہ سے
اختتام پذیر ہو گیا۔

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

maarfat.com

قصیدہ

معراج شریف

دونوں عالم میں نورؐ علیٰ نور کیوں، کیسی رونق فزا آج کی رات ہے
یہ مسرت ہے کس کی ملاقات کی، عید کا دن ہے یا آج کی رات ہے

دن بھلے ہوں تو دل اس کا مجنوں رہے زلفِ شبگوں میں ہر روز الجھا رہے
اوڑھنی چاند تاروں کی اوڑھے ہوئے لیلیٰ دل رُبا آج کی رات ہے

نُور چوٹی کو اپنی جھکانے لگا چاندنی چاند ہر سُو بچھانے لگا!
عرش سے فرش تک جگمگانے لگا رشکِ صُبحِ صفا آج کی رات ہے

فرش کون و مکاں میں ہے کمخواب کا ہے یہ معنی کہ سونا نہیں ہے روا
سونے والوں کو اکسیر ہے جاگنا، جاگ لو رُت جگا آج کی رات ہے

---

marfat.com

اس کی سُونگھی جو بُو اس کی دیکھی ضیاؤں بھیرے دونوں کے اور نصیبہ پھرا
عارضِ شاہ پہ قربان دن آج کا زلف پہ مبتلا آج کی رات ہے

وہ حبیبِ خدا سیّد المرسلینؐ خاتم الانبیاء شاہِ دُنیا و دیں
بزمِ قوسین میں ہوں گے مسند نشیں جشنِ معراج کا آج کی رات ہے

طور پہ رفعتِ لامکانی کہاں، لن ترانی کہاں من رآنی کہاں
جس کا سایہ نہیں اس کا ثانی کہاں اس کا اک معجزہ آج کی رات ہے

خواب راحت میں تھے اُمّہانی کے گھر آکے جبریل نے یہ سنائی خبر
چلئے چلئے شہنشاہؐ والا گہر حق کو شوقِ لقا آج کی رات ہے

جاگو جاگو شہنشاہِ دنیا و دیں، اُٹھو اُٹھو ذرا لامکاں کے مکیں
دیکھو دیکھو یہ حاضر ہے روح الامینؑ روح تم پہ فدا آج کی رات ہے

کوہ سے کاہ تک دل میں مسرور ہو شرق سے غرب تک جلوۂ طور ہو
عرش سے فرش تک نور ہی نور ہو لاکھ دن سے سوا آج کی رات ہے

marfat.com

کمالِ معراج

الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۶ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ

اَنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا مَرَّ عَلٰی حَضَرَاتِ الْاَسْمَاءِ الْاِلٰہِیَّۃِ صَارَ مُتَخَلِّقًا بِصِفَاتِہَا۔ فَاِذَا مَرَّ عَلَی الرَّحِیْمِ کَانَ رَحِیْمًا اَوْ عَلَی الْغَفُوْرِ کَانَ غَفُوْرًا۔ اَوْ عَلَی الْکَرِیْمِ کَانَ کَرِیْمًا اَوْ عَلَی الْحَلِیْمِ کَانَ حَلِیْمًا۔ اَیْ عَلَی الشَّکُوْرِ کَانَ شَکُوْرًا اَوْ عَلَی الْجَوَّادِ کَانَ جَوَّادًا۔ وَھٰذَا اِنَّمَا یَرْجِعُ مِنْ ذَالِکَ الْمِعْرَاجِ اِلَّا وَھُوَ غَایَۃُ الْکَمَالِ

ترجمہ: تحقیق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج پاک کی رات اللہ تعالیٰ کے جن اسمائے صفاتیہ سے گزرتے انہیں صفات کا مظہر اتم بنتے گئے۔ پس جب وہ اسم رحیم سے گذرے تو رحیم بن گئے یا جب اسم غفور سے گذرے تو غفور ہو گئے اور جب اسم کریم سے گزرے تو کریم بن گئے یا جب اسم حلیم سے گذرے تو حلیم ہو گئے یا جب اسم شکور سے گزرے تو شکور بن گئے۔ یا جب اسم جواد سے گزرے تو جواد ہو گئے (یعنی غنی وسخی)، اور اس طرح امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم معراج پاک سے واپس لوٹے تو انتہائی درجۂ کمال پر فائز تھے

عرائس البیان۔ علامہ محمود آلوسی رحمتہ اللہ علیہ۔

ثُمَّ اسْتَغْرَقَ فِیْ بَحْرِ الذَّاتِ وَلَمْ یَبْقَ مِنْ سَمْعِہٖ شَیْءٌ وَلَا مِنْ بَصَرِہٖ شَیْءٌ وَلَا مِنْ عِلْمِہٖ شَیْءٌ۔ وَلَا مِنْ اِدْرَاکِہٖ شَیْءٌ فَرَأَ الْحَقَّ بِنُوْرِ الْحَقِّ وَسَمِعَ بِسَمْعِ الْحَقِّ

marfat.com

ترجمہ: پھر محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم ذاتِ الٰہی کے بحرِ بیکراں میں غرق ہو گئے اور پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے کان مبارک باقی نہ رہے یعنی آپ کی اپنی قوتِ سماعت نہ رہی اور نہ ہی قوتِ بصارت رہی اور نہ ہی قوتِ علمیہ رہی اور نہ ہی قوتِ ادراکیہ رہی۔

پس پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ذاتِ حق کو نورِ حق ہی سے دیکھا اور جو کچھ سُنا اللہ ہی کی قوتِ سماعت سے سُنا۔

خدا ج	رؤف الرحیم	
مصطفےٰ ا م	رؤف الرحیم	(بالمومنین رؤف الرحیم)
خدا ج	الکریم	
مصطفےٰ ا م	کریم	(انہ لقول رسول کریم)
خدا ج	الشہید	
مصطفےٰ ا م	شاھد	(یایہا النبی انا ارسلنک شاہدًا)
خدا ج	الشکور	
مصطفےٰ ا م	شکور	افلا اکون عبدًا شکورا
خدا ج	ذو القوۃ المتین	
مصطفےٰ ا م	ذی قوۃ عند ذو العرش مکین	

اس حقیقت کو کون سمجھے۔ اس مقام کو کون جانے۔ اس عظمت کو کون پہچانے اور اس شانِ محبوبی تک کس کی رسائی

بس یہی کہنا پڑتا ہے کہ

سہ
تم ذاتِ خدا سے نہ جدا ہو نہ خدا ہو
اللہ ہی کو معلوم ہے کیا جانیے کیا ہو

marfat.com

شجرۃ الکون صہ ۱۵ ، الشیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلسی ۔ حضرت جبرائیل علیہ السّلام نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی۔ یا یتیم ابی طالب قم فان لک قد ادخر لک مطالب ۔ کہ حضرت ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دُرِ یتیم اٹھئے۔ کیونکہ آپ کے دیدار کے لئے ایک ایسی ہستی طالب ہے جو وحدہٗ لاشریک ہے ۔ فارسل الیہ اخص خدام الملک ۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نورِ نظر جناب مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مالکِ حقیقی کا خاص خادم بھیجا گیا۔ شب اسریٰ کے راہی بیدار ہوئے۔ فقال لہ یا جبریل الیٰ این ۔ پھر نبی اکرم علیہ السّلام نے فرمایا ۔ جبریل تم کہاں سے آئے ہو ؟ ۔

جبرائیل نے عرض کی ۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارتفع الان ۔ کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب اٹھئے ۔ فانی لا اعرف فی ہذہ النوبۃ این ۔ کہ اس وقت میں این یعنی کہاں کو نہیں جانتا ۔

قال یا جبریل فما الذی مراد منی ۔ فرمایا ۔ اے جبریل مجھے بلانے کا مقصد کیا ہے ۔ عرض کی حضور ۔ انت مراد الارادۃ ومقصود المشیت ۔ آپ ارادۂ الٰہی کی مراد اور مشیتِ ایزدی کے مقصود ہیں ۔

انت مختار الکون ــــ آپ مختار کون و مکاں ہیں ــــ

یا آپ یا رسول اللہ علیہ وسلم دونوں جہانوں میں برگزیدہ شخصیت ہیں

وانت صفوۃ کاس الحب ــــ اور آپ محبت کے جام کی شرابِ طہور ہیں ۔ انت درۃ ہذہ الصدفۃ ــــ یا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم آپ انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی صدف یعنی سیپ کے حسین موتی ہیں ۔

وانت ثمرۃ ہذہ الشجرۃ ــــ اور اے امام الانبیاء علیہ السّلام

آپ نبوّت کے شجر کے ـــ وَالیِ دو جہاں صَلَّ اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ
نے فرمایا ۔ یا جبرئیل این انتَ مِنّیِ ـــ کہ اے جبریل (علیہ السلام
تیری مجھ سے کیا نسبت ؟ ۔ جبکہ میرے اور رب کے درمیان ایک
ایسا وقت ہے ملاقات کا کہ وہاں میرے اور رب کے سوا اور کوئی
نہیں ہوتا ۔ لَایَسعنی فِیہِ غَیرُ رَبِّیُ ـــ اور فرمایا ۔ یَا
جِبرئیل اذا کَانَ مَحبُوبِیُ لَیسَ کَمِثلِہٖ شَییٔ فَانالست کاحدکم
کہ جب میرا محبوب بے مثل و بے نظیر ہے تو میں بھی تمہاری مثل نہیں ہوں
ھَلُمَّ اَنَّ قُرُبِیُ مِنہ مِثلَ قَابَ قَوسَین اَوُ ادنیٰ ـــ جبریل ـــ
چلئے ـــ میرا قرب اللہ کے ساتھ قاب قوسین ہے ۔ فَوَقعتِ ھَیبَۃُ
الوقتِ عَلیٰ جبرئیل ـــ پس حضرت جبریل عَلَیہِ السَّلام پر ہیبت طاری ہو
گئی ص۱۶۱ فقال ۔ یا مُحَمَّدُ ـــ انَّمَا جِیُٔی بِی اِلَیکَ لاکُونَ
خَادِمُ دَولتِکَ وَصَاحِبُ حاشیتکَ وَجِیُٔ بالموکب الیک
اور بارگاہِ نبوت میں عرض کی مجھے تو صرف آپ کی خدمت گزاری، حاشیہ برداری
کیلئے بھیجا گیا ہے ۔

ص۱۶۱ ۔ یا مُحَمَّدُ ۔ اِنَّ مَلَاءَ الاعلیٰ فی اِنتِظَارِکَ ـــ وَالجنان فُتِحَت
اَبوَابُھَا وَتزیّنَتُ اترابھا ۔ وَکُلُّ ذَالِکَ فرحًا بِقدُومِکَ وَمَسرورٌ
بورودِکَ ۔ کہ ـــ یَارَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ مَلاءِ الاعلیٰ
آپ کے انتظار میں ہے اور جنت کے فرش کو سجا دیا گیا ہے ۔ اور آسمانوں
اور عرش والے، آپ کے قدم مُبارک آنے پر خوش ہو رہے ہیں اور آپ کے
ورود مسعُود کی بدولت مسرور رہیں ۔

ص۱۷۱ ۔ عرش عظیم کے حسین مسافر صلی اللہ علیہ وسلم جب سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے ۔ تو

marfat.com

حضرت جبریل علیہ السلام نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو محبوب خدا علیہ السلام نے فرمایا۔ یا جبریل نحن اللیلۃ اضیافک ۔ کہ اے جبریل ۔ آج رات ہم تیرے مہمان ہیں ۔ پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میزبان اپنے مہمان کو راہ میں چھوڑ دے ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی ۔ یا محمدؐ ۔ اَنۡتَ ضَیۡفُ الۡکَرِیۡمِ الۡقَدِیۡمِ ۔ اے آمنہ کے لال علیہ السلام آپ تو خدائے کریم و قدیم کے مہمان ہیں ۔ اگر میں ایک بال بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا۔ قَابَ قَوۡسَیۡنِ اَوۡ اَدۡنٰی ۔ کمانوں کے دونوں ملے ہوئے کناروں کی طرح ۔ یا اس سے بھی کم ۔ فَلَوۡ اِقۡتَصَرَ عَلٰی قَابَ قَوۡسَیۡنِ لِاِحۡتَمَلَ اَنۡ یَکُوۡنَ لِلرَّبِّ مَکَانٌ ۔ پس اگر قاب قوسین تک ہی حصر و محدود ہوتا تو اس بات کا احتمال پیدا ہوتا تھا کہ ۔ رب کا بھی کوئی مکان ہے ۔ مطلب یہ کہ دو کمانوں کے فاصلے میں بھی مکان کا تصور پایا جاتا ہے (سید افتخار الحسن) لہٰذا ۔ او ادنیٰ اس لیے فرمایا گیا لنفی المکان تاکہ اللہ کریم کے لئے مکان کی نفی ہو جائے ۔ وَکَانَ معہٗ حیثُ لَا مَکَانَ وَلَا زَمَانَ وَلَا اٰوَانَ ولا اکوان ۔ اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت اللہ کریم کے ساتھ یوں تھی کہ ۔ وہاں نہ مکان تھا نہ زمان اور نہ کوئی جہت نہ سمت ۔ فنودی یا محمدؐ تقدم ۔ فقال یا رب فانتفع الاین اضع ۔ پھر ندا آئی ۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آگے آئیے ۔ آگے قدم رکھیے ۔ عرض کی ۔ اے میرے رب آگے نہ کوئی جہت ہے نہ سمت ۔ نہ کوئی مکان ہے نہ فرش قدم کہاں رکھوں ۔ آواز آئی ۔ ضع القدم القدم ۔ علی قدمہ کہ اپنے پاؤں پر پاؤں رکھو ۔ حتیٰ لیعلم الکل الی مانیٔ عنی

المکان والزمان ۔ والاکوان ۔ وَعَن اللیل وعَن النہار وعن الحدود والمقدار ۔ تاکہ ہر ایک کو علم ہو جائے کہ میں زمان و مکان ۔ جہات ۔ لیل ونہار اور حدود و مقدار سے پاک ہوں۔ اور میرے محبوب پاک آپ جہاں تک مکان و زمان ۔ جہات وسمتیں اور حدود و قیود میں رہے ۔ براق آپ کی سواری تھی ۔ اور جبریل آپ کا رہبر تھا ۔ لیکن اب جبکہ آپ مکان و زمان اور جہت وسمت سے نکل آئے ہیں ۔ وَلَمْ یبق اِلاَّ قاب قوسینِ فانا الان دلیلک اور قاب قوسین کے سوا باقی کچھ نہیں رہا تو اس وقت آپ کا رہبر میں ہوں ۔

یا محمدؐ افتح لک الباب وارفع لک الحجاب واسمعک طیب الخطاب ، اے کائنات کے والی علیہ السلام اب میں آپ کے لئے رحمت وشفقت کے اور لطف وکرم کے تمام دروازے کھولتا ہوں اور تمام حجابات اٹھاتا ہوں اور آپ سے شیریں خطاب سے مخاطب ہوتا ہوں ۔ فی عالم الغیب ۔ عالم غیب میں اور اے میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں نے مخلوقات کو پیدا کر کے اپنی طرف بلایا ۔ لیکن میرے بندوں نے میری ذات میں اختلافات پیدا کر دیئے ایک قوم نے کہا کہ عزیر علیہ السلام میرا بیٹا ہے ۔ ایک قوم نے کہا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام میرا بیٹا ہے اور ایک قوم نے میرے سوا پتھروں کے بنائے ہوئے اور خود تراشیدہ بتوں کی پرستش شروع کر دی اور ایک قوم نے میرا مثیل اور میرا مشابہ بنالیا ۔

وَ مِنْہُمْ زعموا انی لا ارٰی فی الاخرۃ ۔ اور ایک قوم نے کہا کہ قیامت میں میرا دیدار نہیں ہوگا ۔ وھا انا افتح لک بابی وارفع ۔۔۔ حجاب

marfat.com

فَانظر یَا حَبِیبِی یَا محمّد ھل تجد فِی شَیْئًا مِمّا نسبوا الیّ الیہ

— اور — اب میں نے تمہارے لئے دروازہ کھول اور پردہ اٹھا دیا ہے بھلا اب میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلّم دیکھو کیا مجھ میں کوئی ایسی شے ہے جو میری طرف نسبت کرتے ہیں۔

پس — پھر نبی کریم علیہ السلام نے اللہ کریم کی عطا کی ہوئی قوت بصری سے اللہ کے نور قدیم کو دیکھا۔ وَلَا ھیکل وَلا شِبْہًا وَ لَا صُوْرَۃ وَلَا جِسْمًا وَلا مُرکب لَیسَ کَمِثْلِہٖ شَیِی — جناب شیخ اکبر محی الدین ابن عربی اندلسی معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایمان افروز اور روح پرور بیان کے بعد آخری فیصلہ سناتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فکان سِرٌّ مِنْ سِرٍّ مِنْ سِرٍّ۔ کہ امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وسلم کے معراج پاک میں ایک راز تھا۔ اور اس راز میں بھی ایک راز تھا

قارئین کرام، حضرات محترم — میں نے اپنی اس تصنیف المعراج کو ان مقدس کتابوں کے حوالوں سے مزیّن کیا ہے جو آج سے دو سو سال سے لیکر پندرہ سو سال پہلے کی لکھی ہوئی ہیں اور جن کے مصنّف صاحب علم وعرفان وارث قلب و نظر اور آداب نبوّت کو جاننے کے ساتھ ساتھ محقّق بھی تھے اور محدث بھی اور متبحر عالم بھی تھے۔ اور عشق مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ڈوبے ہوئے بھی تھے اور یہی نہیں بلکہ اولیاء کرام کے زمرہ میں بھی شامل تھے۔

اب ہم حق پرست مہذب اور ناجیہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے اہل سنت و جماعت ان پہلی کتابوں کے سوا سو سالہ کی لکھی بے ادب لوگوں کی کتابوں کو اپنے دین و ایمان اور مسلک و عقائد کے تحفظ کے لئے کیسے قبول کر سکتے ہیں۔

marfat.com

صاحبزادہ سید افتخار الحسن کی طرف سے ایک اہم، عجیب دلچسپ اور ایمان افروز نکتہ

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

کہ اے میرے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ معراج کی رات آپ دیکھ آئے ہیں کہ میرا کوئی بیٹا نہیں۔ میری کوئی بیٹی نہیں۔ میری کوئی نظیر نہیں اور میری کوئی مثال نہیں۔ میری کوئی شبیہ نہیں اور میری کوئی حد نہیں — اور میرا کوئی کفو نہیں۔ میرا کوئی خاندان نہیں —

اس لئے

میری ان صفات کا اعلان آپؐ فرما دیں

تمت بالخیر

سید افتخار الحسن

marfat.com

ہماری خوبصورت اور مستند کتب

چھ جلدیں
نورانی مواعظ

دو جلدیں
مواعظ رضویہ

سیرت امام الانبیاء
علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری

شجاعت صحابہ

کنز الخطیب

نورانی زیور کامل
حصہ اول تا چہارم
حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری چشتی مدظلہ

فضائل درود شریف

خاندان مصطفے ﷺ
علامہ سید محمد سعید الحسن شاہ

الاسراء والمعراج

فضائل الایام والشہور
حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری چشتی مدظلہ

علمی جواہر پارے

۱۲ بارہ ماہ کی نفلی عبادات
حضرت علامہ مولانا نور محمد قادری چشتی مدظلہ

ماہِ کنعان

کنز العرفان

مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گلبرگ اے فیصل آباد